اَخلاقِ نبوی

یعنی

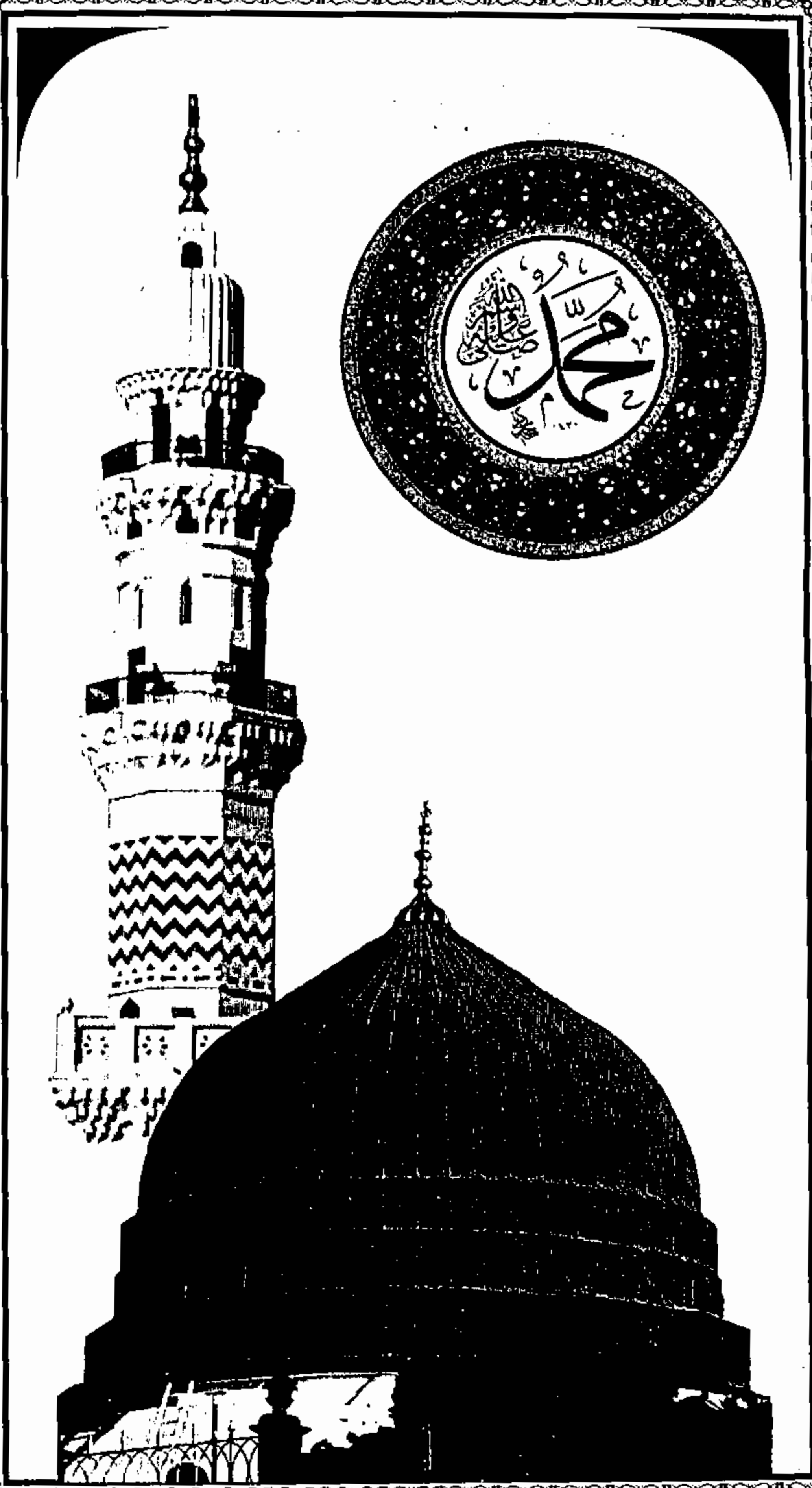
رویّے ہمارے حضور ﷺ کے

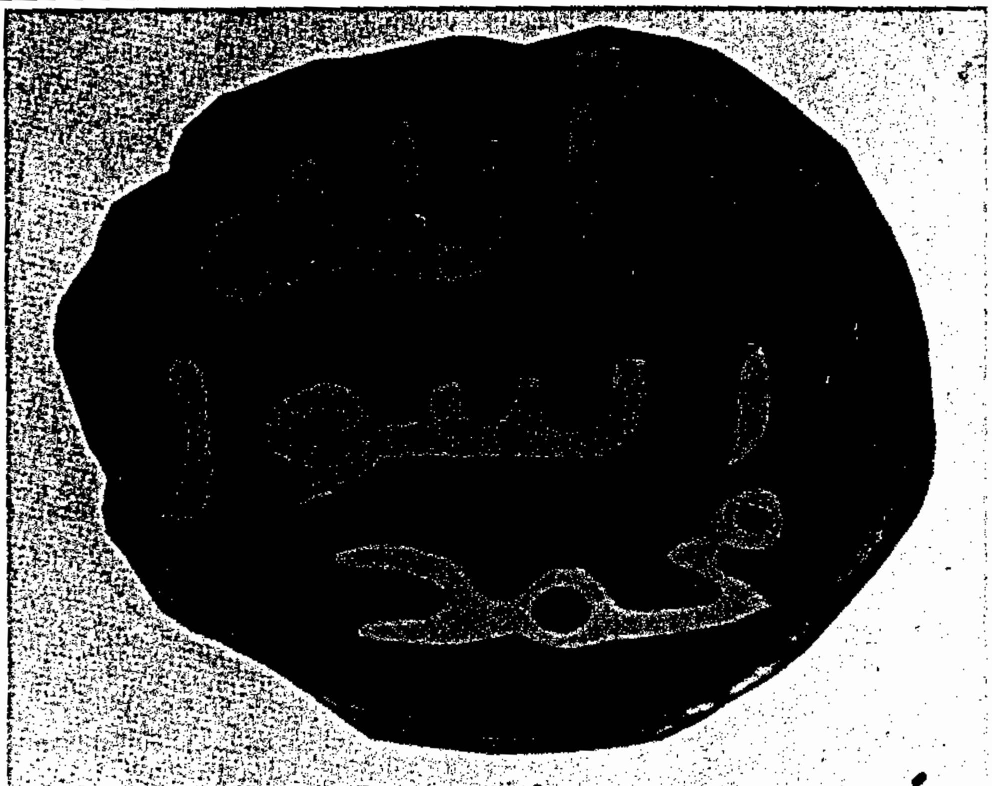
نبی کریم ﷺ کی مکمل زندگی سے
اَخلاقِ حسنہ کے مُبارک واقعات
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہلِ بیت
اُمّہاتُ المومنین... صحابہ وصحابیات
کم سن بچوں... خواتین اور کمزور افراد
غیر مُسلم... مُخالفین و مُعاندین
یہود و نصاریٰ سے مثالی برتاؤ
اور دل جیت لینے والے رویّے



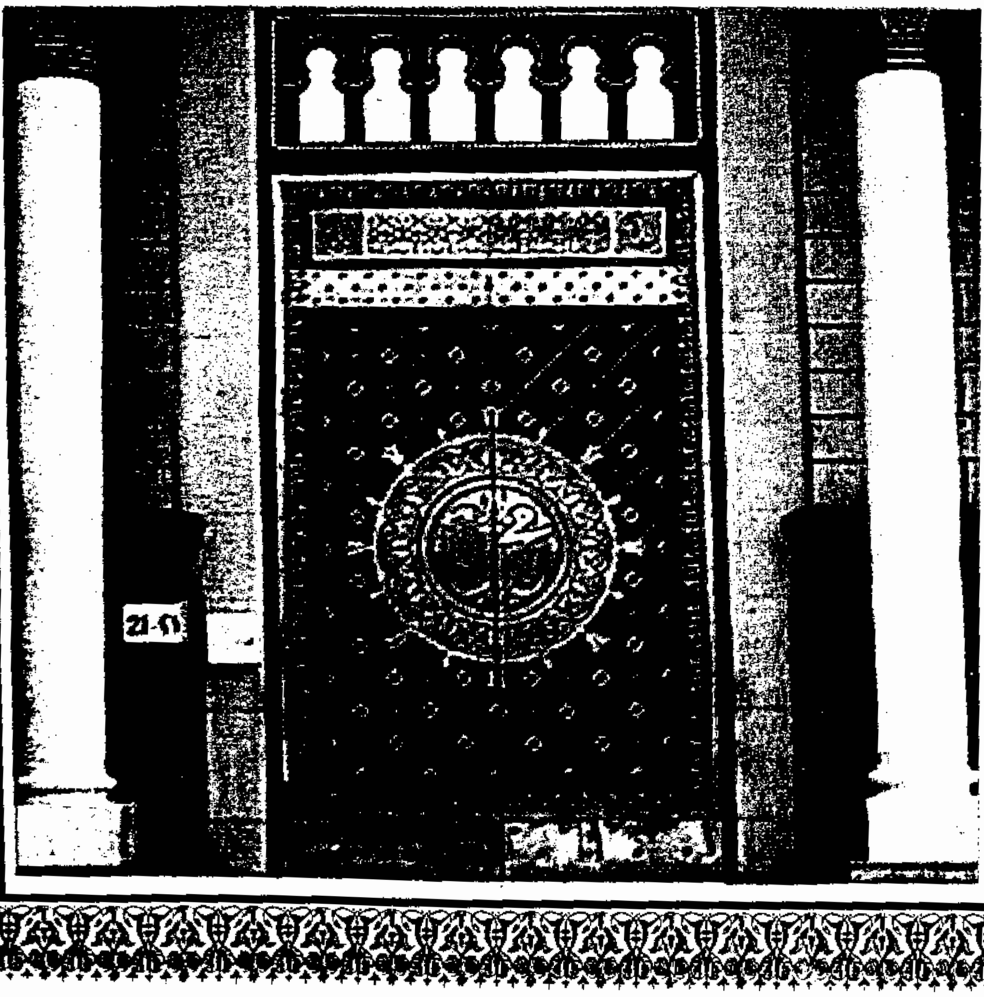
تقریظ
حضرۃ مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ
اُستاذ الحدیث، جامعہ خیر المدارس ملتان

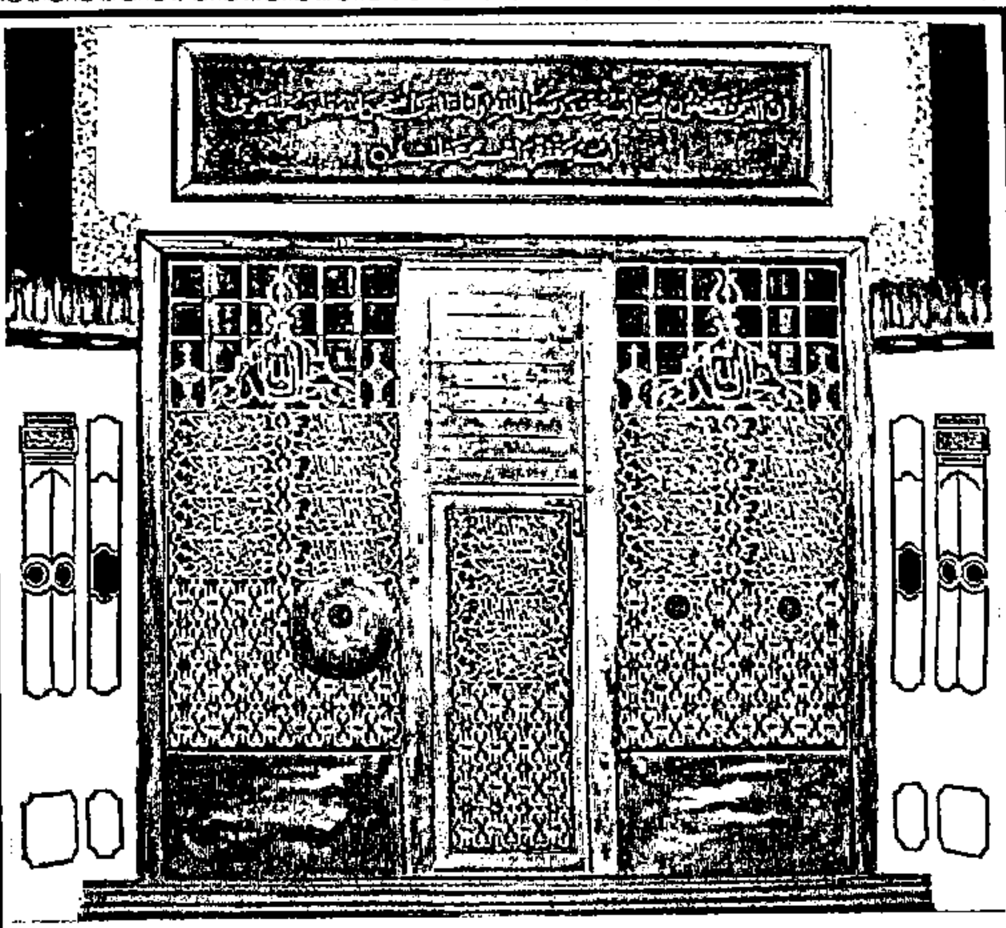
ناشر
اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 0322-6180738

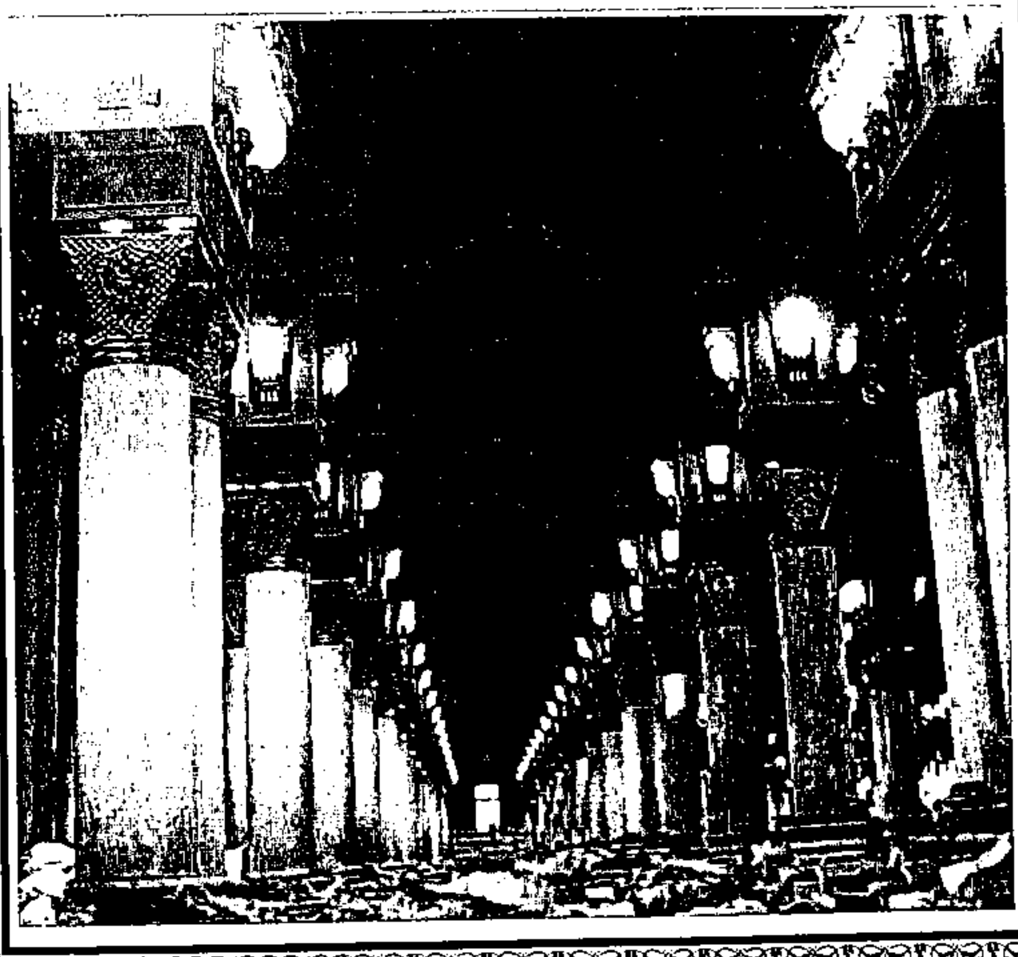

محمد



مُہرِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم



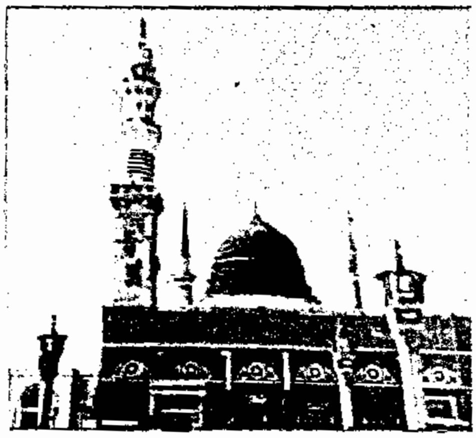


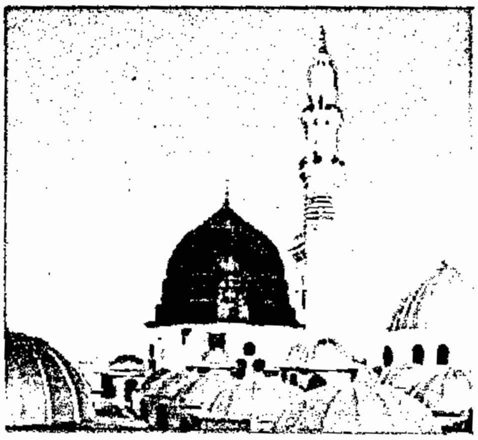


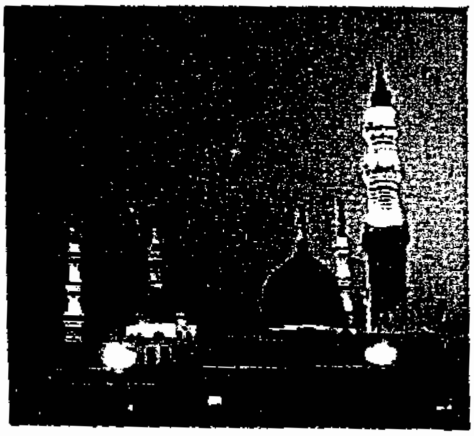


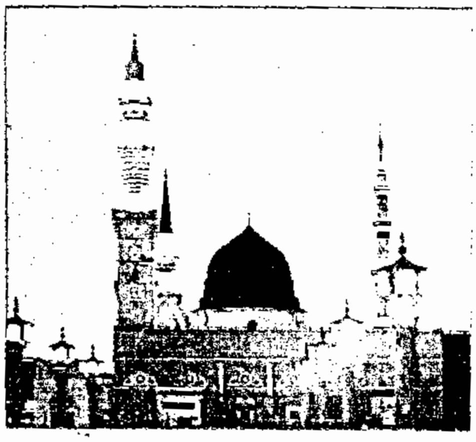


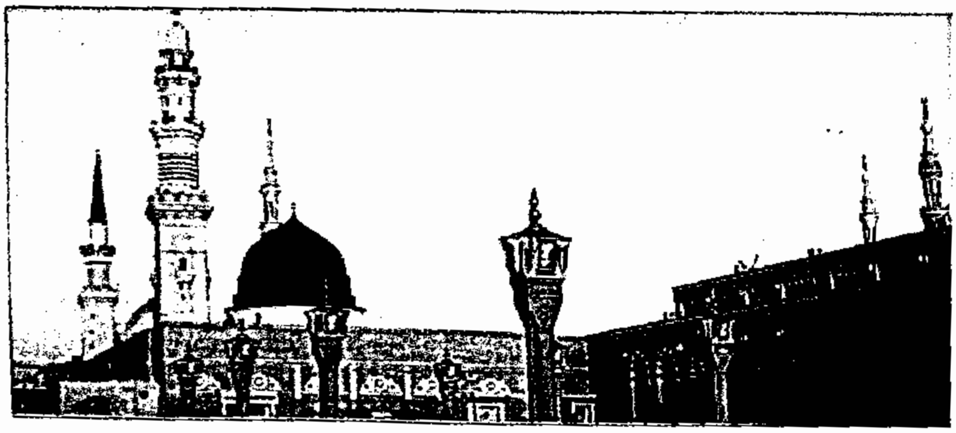
مدینہ منورہ کی ایک پرانی تصویر











بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاقِ نبوی

02-2018

یعنی

رویّے ہمارے حضور کے

صلی اللہ علیہ وسلم

هدیۂ مُحبّت

بخدمت جناب..

....

....

....

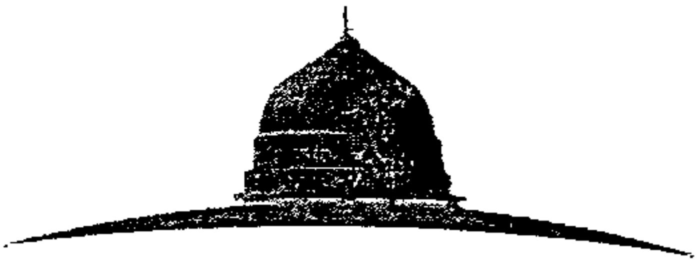
نوٹ:۔ دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنایئے

اخلاقِ نبوی

یعنی

رویّے ہمارے حضور کے

صلی اللہ علیہ وسلم



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل زندگی سے قدم قدم پر اخلاقِ حسنہ کے مبارک واقعات۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت۔ امہات المومنین۔ صحابہ و صحابیات۔ کم سن بچوں۔ خواتین اور کمزور افراد۔ غیر مسلم۔ مخالفین و معاندین۔ یہود و نصاریٰ سے حسن اخلاق اور مشالی برتاؤ اور دل جیت لینے والے رویوں پر مبنی واقعات

تقاریظ

مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ
(استاذ حدیث جامعہ خیر المدارس ملتان)

مولانا مفتی محمد عنایت الکریم صاحب مدظلہ
(استاذ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان)

مرتب

محمد اسحٰق ملتانی
(مدیر ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 0322-6180738

اخلاقِ نبوی ﷺ

تاریخ اشاعت.................. جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ
ناشر.................. ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.................. شاہکار پرنٹنگ پریس، ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ..... چوک فوارہ..... ملتان
ادارہ اسلامیات....... انارکلی...... لاہور دارالاشاعت...... اردو بازار...... کراچی
مکتبہ سید احمد شہید...... اردو بازار..... لاہور ادارۃ الانور...... نیو ٹاؤن...... کراچی
مکتبہ رحمانیہ...... اردو بازار ...... لاہور مکتبہ دارالاخلاص... قصہ خوانی بازار..... پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

عرض مرتب وناشر

پہلے مجھے پڑھیے!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِحَضْرَةِ الْجَلَالَةِ وَالنَّعْةُ لِخَاتَمِ الرِّسَالَةِ

امابعد! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے حضرت انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ ہر نبی اپنی اپنی قوم کیلئے ہادی و راہنما ہوئے۔ انسانی فطرت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو اَخلاق و مروت کا ایسا پیکر بنایا کہ اُمت کا ہر فرد انہیں اپنا آئیڈیل بنا کر ان کی اتباع کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت انبیاء علیہم السلام جہاں ایمانی و روحانی مراتب علیا پر فائز ہوتے ہیں وہاں ہر قسم کے جسمانی عیوب، امراض و نقائص سے بھی پاک ہوتے ہیں تا کہ اُمت انہیں ہر لحاظ سے قابل اتباع سمجھیں اور ان کی ہدایت پر بسر و چشم سمعنا و اطعنا کہہ سکیں۔

انبیاء علیہم السلام کی سیرت کا اہم پہلو...اُن کے اَخلاقِ حسنہ ہیں کہ اللہ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں واسطہ اگر کوئی چیز بنتی ہے تو وہ انبیاء علیہم السلام کا اَخلاق ہی بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے ہر فرد کو کسی نہ کسی خصوصیت و امتیاز سے نوازا۔ ہر نبی اعلیٰ اَخلاق کے پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خاتم الانبیاء بنایا۔ آپ کی شریعت نے تا قیامت چلنا تھا۔ اس لیے آپ کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت خلق عظیم کے اعلیٰ مقام سے فائز فرمایا تا کہ تا قیامت ہر مزاج کے شخص سے برتاؤ کا مسنون طریقہ اُمت کے سامنے آ جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق کے انوار و برکات سے حضرات صحابہ کرام، اہل بیت، اُمہات المؤمنین، صحابیات، بچے، دیہاتی اور غلام حضرات مستفید ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور لطف و کرم اور عنایات بھرے رویوں کا مشاہدہ کیا۔ یوں سیرت طیبہ کا یہ اہم باب احادیث کی کتب میں قیامت تک کیلئے محفوظ ہو گیا۔

حضور علیہ السلام کی لطف وعنایت اور خلقِ عظیم کے بے مثال واقعات اور دل موہ لینے والے رویوں کے پیشِ نظر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بڑی خوبصورت بات فرمائی کہ اسلام پر دو چیزوں کا بڑا احسان ہے۔

ایک قرآن کریم اور دوسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجہِ کریم (یعنی رُخِ انور) قرآن کریم کی صداقت وحقانیت نے ہر کفر وباطل کے طلسم کو توڑ کر رکھ دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم نے بڑے سے بڑے سرکش اور باغی کو بھی مطیع وفرمانبردار بنادیا۔

زیرِ نظر کتاب ”آخلاق نبوی ...یعنی رویے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے“ اپنے موضوع پر جدید کتاب ہے جس میں آخلاق نبوی کے مبارک واقعات کو ایک اچھے اسلوب میں مرتب کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثالی برتاؤ خلفاء راشدین اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیسا تھا؟

آپ کے آخلاق سے اہلِ بیت، اُمہات المومنین، بنات طیبات رضی اللہ عنہن نے کتنا حصہ پایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پڑوسیوں، قریبی عزیزوں کے حق میں کس قدر سراپا رحمت تھی؟ حضور علیہ السلام کی مبارک زندگی سے مسکراہٹ بھرے اور ذوقِ نبوی کے تبسم آمیز واقعات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت افراد، غلاموں، دیہاتیوں، یتیموں حتی کہ جانوروں سے حُسنِ سلوک پر مبنی واقعات۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار، مشرکین اور ہر طرح کے مخالفین کے ساتھ آخلاق کے تابندہ واقعات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ کریمانہ رویوں اور مثالی برتاؤ کے مظہر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک آخلاق سے خوش نصیب بچوں نے کیا حصہ حاصل کیا؟ محبت آمیز واقعات کا یہ مجموعہ ہر عوام وخواص کیلئے نافع ہے۔

اللہ تعالیٰ شرفِ قبول نصیب فرمائے اور ہمارے آخلاق کی اِصلاح کا ذریعہ بنائے آمین

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ

جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ بمطابق فروری 2018ء

تقریظ و تاثرات

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

جس ذات اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں حق جل شانہ نے ارشاد فرمایا: "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" (بے شک آپ اَخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں) آپ کی اَخلاقی بلندیوں کا صحیح اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں۔

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی مگر اس طویل عرصہ میں ایک مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معاملہ میں مجھ پر اظہار ناراضی نہیں فرمایا۔

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس خلقا"

پوری مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے لحاظ سے حسین تر اور بلند تر تھے۔ آج اُمت میں جو عملی انحطاط نظر آ رہا ہے۔

اس میں سب سے کمزور ترین شعبہ "اَخلاق" ہے۔ ضبط وتحمل، صبر و برداشت، حلم وتواضع، عزت واحترام، شفقت ومحبت اور حسن سلوک وخیر خواہی، جو اَخلاق فاضلہ کے لازمی اجزاء تھے۔

آج دیندار افراد کی معاشرتی زندگیوں میں بھی خال خال نظر آتے ہیں۔ نماز، روزہ اور حج وزکوٰۃ کی پابندی کرنے والے بھی خلاف طبع پیش آنے والے

معمولی واقعات پر آتش زیر پا ہو کر حدودِ شریعت کو پامال کرتے نظر آتے ہیں۔

حالانکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

"ان من خیار کم احاسنکم اخلاقا" (مسلم)

تم میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں۔

مقام غور ہے کہ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے والوں کو سب سے اچھا قرار نہیں دیا جا رہا بلکہ اخلاقی بلندیوں پر فائز افراد کو سب سے بہتر کہا جا رہا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ

"حُسنِ خُلق، کارِ خیر، کفِ ایذاء اور کشادہ روئی کا نام ہے۔"

برادر مکرم حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب زید مجدہم (مدیر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) نے اخلاق نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے موضوع پر قابل قدر ذخیرہ جمع اور طبع فرما کر ہم سب کو اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلآویز دبستان و گلستان سے خوشہ چینی کا موقع فراہم کیا ہے۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

اللہ تعالیٰ ان کی اس تالیف کو ہم سب کیلئے نافع اور ذریعہ عمل بنائیں آمین۔

والسلام محمد ازہر عفا اللہ عنہ

مدیر ماہنامہ "الخیر" وخادم الحدیث جامعہ خیر المدارس

۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ

تقریظ

از حضرت مولانا مفتی محمد عنایت الکریم صاحب مدظلہ

(اُستاذ الحدیث جامعہ دار العلوم رحیمیہ ملتان)

اَخلاق، خُلق کی جمع ہے۔ اس کے معنی خصلت وعادت کے ہیں۔ اگر انسان کے اندر اچھی عادات ہوں تو انہیں ''اَخلاق حسنہ'' کہا جاتا ہے اور بُری عادتوں وخصلتوں کو ''اَخلاق سیئہ'' کہا جاتا ہے۔ عرف عام میں اس کا معنی ومطلب بہت محدود سمجھا جاتا ہے۔

صرف ظاہری خوش خلقی اور کسی کے ساتھ اچھے طریقے سے ملنے والے کو بھی اَخلاق والا سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی اَخلاق حسنہ کا ایک حصہ ہے۔ قرآن وسنت کی مراد کے لحاظ سے یہ اچھے اَخلاق کا ایک محدود معنی ہے۔

دین میں ''اَخلاق حسنہ'' کا تعلق جس طرح ظاہر سے ہے۔ اسی طرح انسان کے باطن یعنی دل کی دُنیا سے بھی اس کا بہت بڑا تعلق ہے کہ اس کے دل میں ایمان ہو۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ووالہیت ہو۔ اَخلاص، صبر وشکر، رضا بالقضاء، اللہ تعالیٰ کی سب مخلوق پر رحمت وشفقت کے جذبات، دل سے ہر ایک کی خیر خواہی کا جذبہ، اپنے شر اور ایذاء سے سب کو بچانے کی فکر، اس جیسی اچھی عادات کا حامل ہو اور کفر وشرک، حب دُنیا، رسومات وبدعات کی محبت، بغض وعداوت، کینہ وجذبہ انتقام، کبر وخود پسندی، حسد وریاکاری، بے جا غصہ، اس طرح کی تمام بُری خصلتوں کی بنیاد وجڑ اس کے دل میں سے کٹ جائے اور ان رذائل کی اصلاح وامالہ ہو جائے۔

(یہ مضمون امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تبلیغ دین'' اور حکیم الامت حضرت تھانوی

رحمہ اللہ نے ''بہشتی زیور'' کے ساتویں حصہ میں ان کا بیان فرمایا ہے: مَنْ شَآءَ فَلْيُرَاجِعْ)

جب دل کی دُنیا اچھے اَخلاق سے سنور جائے گی تو پھر اس کا زبردست اثر ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر پر بھی ہوگا اور ظاہری اَخلاق بھی ٹھیک ہوتے چلے جائیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک تعلیمات میں ایمان کے بعد جن چیزوں پر زور دیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان ''اَخلاقِ حسنہ'' اختیار کرے اور بُرے اَخلاق سے اپنی حفاظت رکھے۔ قرآن کریم میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے تعلیم کے ساتھ تزکیہ بھی بتلایا گیا ہے کہ نری تعلیم سے انسان صحیح معنوں میں انسان نہیں بنتا بلکہ تعلیم دینی ہو یا دنیوی ہو اس کے ساتھ تزکیہ یعنی ''اَخلاق کی درستگی'' بھی ضروری ہے۔ اگر انسان کے اچھے اَخلاق ہوں گے تو اس کی اپنی زندگی میں ''قلبی سکون'' اور خوشگواری ہوگی اور دوسروں کیلئے بھی اس کا وجود ''سراپا رحمت'' اور ''باعث راحت وچین'' ہوگا۔ دُنیا میں ہی جنت کا مزہ ہوگا۔

بہشت آنست کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

اس لیے اہل اللہ کا فرمان ہے کہ کسی کے ساتھ معاملات اور رشتہ ناطہ جوڑنے میں قابل ترجیح چیز جس کا پایا جانا ضروری ہے وہ ''اَخلاقِ حسنہ'' ہیں۔ اچھے اخلاق سے زندگی کی گاڑی خوش اسلوبی سے چلے گی۔

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا قصہ بعض علماء سے سنا ہے کہ انہوں نے اپنی بچی کا رشتہ طے کر کے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع دی کہ حضرت بچی کا رشتہ طے کیا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ''لڑکے کے اَخلاق کیسے ہیں؟'' شاہ جی نے عرض کیا کہ حضرت لڑکا نمازی ہے۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ لڑکے کے اَخلاق کیسے ہیں؟ شاہ جی نے عرض کیا لڑکا نمازی ہے۔ پھر حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: میں نماز کے بارے میں نہیں پوچھ رہا۔ یہ بتاؤ کہ لڑکے کے اَخلاق کیسے ہیں؟ (انتهى كلامه) کیونکہ خانگی گزارہ اچھے اَخلاق سے ہوگا۔ اسی طرح اَکابر کا فرمان ہے کہ کسی اللہ والے سے

بیعت وطریقت کا تعلق اور اصلاح وتربیت کا جزو اعظم ''اَخلاق فاضلہ'' اور ''ملکات حسنات کا حصول'' اور بُرے اَخلاق سے اجتناب ہے۔ اگر یہ چیزیں حاصل نہ ہوئیں تو اصلاحی تعلق کا مقصود حاصل نہ ہوا۔ سیدی وسندی حضرت اقدس مفتی عبدالقادر رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث ورئیس الافتاء جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا) نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ علماء وطلباء کو علمی مصروفیت کی وجہ سے زیادہ ذکر واشغال کا وقت نہیں ملتا۔ انہیں چاہیے کہ کچھ مقدار ذکر و اذکار کے ساتھ زیادہ فکر اَخلاق کی درستگی واصلاح اعمال کی کریں۔

اَخلاق حسنہ کی حامل سب سے عظیم ذات جن کو خالق کائنات نے ''خُلق عظیم'' کے اعلیٰ و ارفع ترین مقام پر فائز فرما کر تمام بنی نوع انسان کیلئے نمونہ قرار دیا ہے اور ان کے ذریعے ''مکارم اَخلاق'' کی تکمیل فرمائی ہے۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

ان کے عمل اور ان کی تعلیمات میں جن اَخلاق کریمانہ سے لوگوں کی ''اِصلاح و تربیت'' کی گئی ہے۔ وہ رہتی دُنیا تک ''اُسوۂ حسنہ'' ہے۔

الحمدللہ! یہ عظیم سعادت مخدومی ومکرمی جناب قاری محمد اسحٰق زید مجدہ کے حصہ میں آئی ہے کہ انہوں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ''اَخلاق حسنہ'' سے نئی نسل کو روشناس کرانے کیلئے یہ مبارک کتاب ترتیب دی ہے اس کو جستہ جستہ مقامات سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق عالیہ سے متعلق ''بکھرے موتیوں'' کو بڑی محنت وسلیقہ سے لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر مسلمان گھرانہ اس سے مستفید ہو اور اپنے اہل خانہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والے اَخلاق اس کتاب کے ذریعہ سکھائے۔

خدا کرے ان کی دیگر کتب کی طرح اس کتاب کو بھی خاص قبولیت حاصل ہو اور دُنیا و آخرت میں ہم سب کیلئے ذریعہ نجات بن جائے آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ: محمد عنایت الکریم

مدرس جامعہ دارالعلوم رحیمیہ ملتان ۱۴۲۹/۶/۳ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ

۱۳۷۰ ھجریہ

اور یقیناً آپ اَخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہیں۔ (سورۃ القلم: ۴)

اچھے اَخلاق اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہیں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم اِنَّ اللّٰہَ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم بینکم ارزاقکم ان اللّٰہ یعطی الدّنیا من یّحبّ و من لا یحبّ ولا یعطی الدّین الا من احبّ فمن اعطاہُ اللّٰہ الدّین فقد احبّہ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان تمہارے اَخلاق تقسیم کیے ہیں جیسا کہ تمہارے درمیان تمہارے رزق کو تقسیم کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ دُنیا تو اُس شخص کو بھی دیتا ہے جس سے اللہ کو محبت ہوتی ہے اور اُن کو بھی دیتا ہے جن سے اللہ کو محبت نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ دین اُسی کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس کو دین عطا فرمادیں تو یہ علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے محبت فرماتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص: ۴۲۵)

لیوسر

فہرست عنوانات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اِرشادات کی روشنی میں اخلاقیات اور اس کا وسیع دائرہ کار

موجودہ معاشرے میں اَخلاق سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اور دین میں مطلوب اَخلاقِ حسنہ کی وضاحت ..... اِسلام کی تبلیغ میں حُسنِ اَخلاق کا کردار..... گھروں کی آبادی اور خوشحالی میں حُسنِ اَخلاق کی اہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم

صل علی محمد و علی آل محمد

کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم

انک حمید مجید

اللھم

بارک علی محمد و علی آل محمد

کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم

انک حمید مجید



اَخلاقِ نبوی

یعنی

روّیے ہمارے حضور کے

صلی اللہ علیہ وسلم

مُقَدِّمَةُ الکِتَابِ

اَخلاق اوران کے مراتب

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں...
اَخلاق میں علماء نے تین درجے لکھے ہیں...
❶...خُلقِ حسن... ❷...خُلقِ کریم... ❸...خُلقِ عظیم

خُلقِ حَسن

خلق حسن اَخلاق کا ابتدائی درجہ ہے...اس کے معنی ہیں عدل کامل اگر آپ کے ساتھ کوئی ایک پیسے کا احسان کرے تو اَخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ایک ہی پیسے کے برابر آپ بھی احسان کردیں تا کہ بدل ہو جائے...یہ کم سے کم درجہ ہے اگر ایک نے تو ایک پیسہ کا احسان کیا اور آپ نے ایک کوڑی کا تو کہیں گے کہ بداَخلاق ہے...بخیل ہے... اسے بدل دینا نہیں آتا تو برابر سرابر کرنا یہ ہے خلق حسن...

کسی نے آپ کے ایک تھپڑ مار دیا آپ نے بھی اسی درجہ کا تھپڑ مار دیا تو کہیں گے کہ عدل کی بات ہے تھپڑ کھایا تھا مار دیا...اگر آپ تھپڑ کے جواب میں گھونسہ مار دیں تو کہیں گے کہ یہ بداَخلاق آدمی ہے...

تو خلق حسن کے معنی ہیں مساوات اور برابری کے...کہ برا بھی نہ بولے بھلا بھی نہ بولے...یہ خلق حسن دیا گیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت کی تربیت کے لئے ویسے تو انبیاء سارے ہی اَخلاق میں کامل واکمل ہوتے ہیں مگر امت کے ساتھ جو معاملہ فرمایا گیا وہ یہ کہ خلق حسن پر چلاؤ تا کہ ان میں عدل پیدا ہو...برائی ہو تو عدل

سے ہو بھلائی ہو تو عدل سے ہو... تو حضرت ابراہیم نے اپنی امت کو خلق حسن پر تربیت دی جس کو ایک حدیث میں بھی فرمایا گیا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یاخلیلی حسن خلقک ولومع الکفار خلق حسن سے پیش آؤ چاہے تمہارے سامنے کفار ہی ہوں... اَخلاق حسنہ کو مت چھوڑو وہ اگر تمہارے ساتھ بھلائی کریں تو تم بھی اتنی ہی بھلائی کرو وہ برائی کریں تو تم بھی اتنی ہی برائی کر سکتے ہو عدل قائم رکھو... تربیت کا یہ سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت تک چلا...

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اس خلق حسن کی تکمیل کی اور امت کو اسی پر چلایا... ان کے یہاں انتقام لینا واجب تھا کہ تم بھی تھپڑ مارو... اگر کوئی ایک آنکھ پھوڑے تو تمہارا بھی فرض ہے کہ تم بھی اس کی ایک آنکھ پھوڑ دو...

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ.

کہ اگر کوئی تمہیں قتل کرے تو فرض ہے کہ قاتل کو تم قتل کر دو... کوئی آنکھ پھوڑے تو تمہارا فرض ہے تم بھی آنکھ پھوڑو اس کی... کوئی تمہارا دانت توڑے فرض ہے کہ تم بھی اس کا دانت توڑ دو... معاف کرنا جائز نہیں تھا... انتقام لینا واجب تھا... حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور ختم ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور آیا ان کو حکم دیا گیا کہ اپنی امت کو تربیت کرو خلق کریم پر...

خُلقِ کریم

خلق کریم یہ ہے کہ آدمی ایثار کرے... یعنی ایک آدمی برائی کر رہا ہے تو دوسرا معاف کر دے... درگزر کر دے... حق تھا کہ بدلہ لے لیکن عالی حوصلگی سے معاف کر دیا تو کہا جائے گا کہ بڑا خلیق آدمی ہے کہ دوسرے نے تو ستایا اور اس نے معاف کر دیا...

خلق کریم کے اندر ایثار ہوتا ہے کہ آدمی اپنا حق چھوڑ دے... یعنی بجائے بدلہ لینے کے معاف کر دے... یہ دیا گیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی امت کی تربیت کے

لئے اس خلق میں خلق حسن سے ایک درجہ بڑھا ہوا ہے اور وہ یہ کہ اگر تمہارے بائیں گال پر کوئی ایک تھپڑ مار دے تو تم دایاں گال بھی سامنے کر دو کہ بھائی ایک اور مارتا جا... خدا تیرا بھلا کرے بدلہ ہرگز مت لو بلکہ معاف کر دو... تو شریعت عیسوی میں انتقام لینا جائز نہیں تھا... کوئی کتنی ہی برائی کرے معاف کر دو اور معاف کرنا واجب تھا ان کے یہاں... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہاں مدار خلق حسن پر تھا اس لئے ان کے یہاں انتقام لینا واجب تھا... معاف کرنا جائز نہیں تھا... سخت امت تھی تو احکام بھی سخت تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت بھی نرم تھی اس لئے ان کے احکام بھی آسان اور سہل تھے...

شریعت اسلام میں دونوں خُلق جمع کر دیئے گئے

شریعت اسلام میں شریعت موسوی کا انتقام اور شریعت عیسوی کا عفو... دونوں چیزوں کو جمع کر دیا گیا ہے... فرمایا وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا تمہارے ساتھ اگر کوئی برائی کرے تو تمہیں حق ہے کہ اتنی ہی برائی تم بھی کرو اگر کوئی دانت توڑ دے تو تمہیں بھی حق ہے کہ تم بھی دانت توڑ دو...

آگے فرمایا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ اور اگر معاف کر دو تو اللہ کے یہاں بڑے بڑے درجات ملیں گے... تو انتقام کا حق بھی دے دیا اور معافی کی فضیلت بھی بیان فرما دی... گویا شریعت موسوی اور شریعت عیسوی دونوں جمع ہو گئیں شریعت اسلام کے اندر اور یہ اس لئے کیا گیا کہ شریعت اسلام پیغام ہے ساری دنیا کی اقوام کے لئے مثلاً اگر معاف کرنا واجب ہوتا بدلہ لینا کسی طرح بھی جائز نہ ہوتا تو جتنی قوی قومیں ہیں کوئی بھی اسلام قبول نہ کرتی اور سرحدی پٹھان تو ایک بھی مسلمان نہ ہوتا کہ بھائی بزدل کے مذہب میں کون داخل ہوگا اگر کسی کو تھپڑ مار دے تو دوسرے کو خاموش کھڑا ہونا ہوگا...

اور وہ کہے گا کہ بھائی تیری مرضی ہے بدلہ تو میں لے نہیں سکتا... یہ بزدلانہ بات ہے اس لئے ہم اس مذہب میں شریک نہیں ہوتے... قوی قومیں یہ کہہ کر الگ ہو جاتیں اور اگر انتقام لینا واجب ہوتا تو جو نرم قومیں تھیں وہ بھی اسلام قبول نہ کرتیں وہ

کہہ دیتیں کہ ہم سے تو یوں ہی گزر مشکل ہے چہ جائیکہ انتقام لیا جائے کسی نے مار دیا تھپڑ ہم میں کہاں طاقت ہے کہ ہم تھپڑ مارتے پھریں اور اسلام کہتا ہے کہ تھپڑ ضرور مار دو یہ ہمارے بس کی بات نہیں... تو اگر معاف کرنا ہی واجب ہوتا تو سخت مزاج قومیں اسلام میں نہ آتیں اور یہ پیغام ہے ساری اقوام کے لئے اس لئے اسلام میں ساری چیزیں جمع کر دی گئیں تمہیں انتقام لینے کا حق بھی ہے اور معاف کر دو تو بڑے بڑے درجات ملیں گے دونوں حق دے دیئے گئے دونوں قسم کی اقوام آ گئیں یہ خلق حسن اور خلق کریم تھا لیکن سب سے اعلیٰ درجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا اور وہ خلق عظیم ہے... اس سے اعلیٰ درجہ اَخلاق کا اور کوئی نہیں ہے...

خُلقِ عظیم

خلق عظیم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ برائی کرے تو دوسرا معاف کر دے اور ساتھ میں بھلائی بھی کرے یہ اَخلاق کا سب سے اونچا درجہ ہے... یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا تھا... لوگوں نے آپ کے ساتھ برائی کی آپ نے ان کے ساتھ انتہائی بھلائی کی... دوسروں نے گالیاں دیں آپ نے ان کے لئے دعائیں مانگیں یہ ہی خلق عظیم ہے اسی کو حق تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کہ آپ خلق عظیم پر پیدا کئے گئے ہیں... ان ہی اَخلاق اور اسی برتاؤ کی وجہ سے ہر چھوٹا اور بڑا آپ پر جان قربان کرتا تھا اپنا مال و جان نچھاور کرتا تھا... کوئی آپ کے راستہ میں کانٹے بچھاتا ہے تو آپ اس پر رحم فرماتے ہیں اس کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ کی سیرت اور آپ کے خلق کو قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ کہ اللہ نے جو رحمت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے اسی وجہ سے آپ کا قلب نرم ہے... موم ہے ذرا سی تکلیف پر آپ بے چین ہو جاتے ہیں... وہ رحمت کا اثر ہے... تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں کی خلق حسن سے ابتدا نہیں کرائی گئی بلکہ خلق کریم سے کرائی گئی کہ معاف کر دو اور انتقام لینے کی فکر نہ کریں...

چنانچہ فرمایا گیا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

اگر آپ سخت دل ہوتے تو یہ جو دنیا پروانوں کی طرح آپ کے اردگرد جمع ہو رہی ہے سب اٹھ کر بھاگ جاتی آپ کی سختی کی وجہ مگر آپ کے قلب کو ہم نے نرمی بخشی۔

چنانچہ فرمایا گیا فَاعْفُ عَنْهُمْ معافی کو اختیار کریں کہ کوئی برائی کرے...تو آپ معاف کر دیں انتقام نہ لیا کریں... چنانچہ عمر بھر آپ نے کسی سے کبھی انتقام نہ لیا...گالیاں آپ کو دی گئیں ساحر آپ کو کہا گیا...کذاب آپ کو کہا گیا مجنون آپ کو کہا گیا... کانٹے آپ کے راستے میں بچھائے گئے پتھر آپ کو مارے گئے اونٹ کی اوجھڑی آپ کے سر مبارک پر ڈالی گئی...لیکن کبھی انتقام نہ لیا اور معاف فرما دیا تو آپ کی ابتداء خلق کریم سے ہے...خلق حسن چھوڑ دیا گیا...

چنانچہ فرمایا گیا فَاعْفُ عَنْهُمْ یہاں سے ابتدا ہوئی پھر آگے فرمایا کہ یہ بھی آپ کی شان کے بہت نیچے کا درجہ ہے کہ آپ معاف کر دیا کریں اس سے بھی آگے بڑھئے وہ یہ کہ جو آپ کے ساتھ برائیاں کر رہے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت بھی کریں... وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ آپ ان کی بخشش بھی مانگیں اللہ سے آپ کی شان بہت بلند ہے آپ گالیاں دینے والوں کو بھی معاف کر دیا کریں اور ان کے حق میں دعا بھی کریں تا کہ انہیں معلوم ہو کہ ہمیں اپنا سمجھتے ہیں...

یہ ہی خلق عظیم ہے کہ دوسرا گالیاں دے رہا ہے آپ سہالیاں دے رہے ہیں وہ ایذائیں پہنچا رہا ہے آپ دعائیں دے رہے ہیں یہ انتہائی مرتبہ ہے اَخلاق کا وہ آپ کو عطا کیا گیا...حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خلق حسن دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خلق کریم دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق عظیم ...تو تمام انبیاء کے علوم جمع ہیں آپ کے اندر اور سارے اَخلاق جمع ہیں اس لئے آپ خاتم ہیں...

سیرت مبارکہ کا حاصل درحقیقت ختم نبوت میں چھپا ہوا ہے خاتم کے لفظ میں تمام انتہائی کمالات آ جاتے ہیں آگے اس کی ساری تفصیلات ہیں...اس میں آپ نے دشمنو ں کے ساتھ وہ برتاؤ فرمایا ہے کہ ہم دوستوں کے ساتھ بھی نہیں کر سکتے...(خطبات طیب)

اَخلاقِ نبوی کیا ہیں!

اَخلاق اس سلوک اور برتاؤ کا نام ہے جو انسان دوسروں کے ساتھ برتتا ہے۔ اس سلوک، برتاؤ اور رویے کے ذریعے ہی انسان کی پہچان ہوتی ہے۔ یہی اَخلاق دوسروں کی کشش ومحبت یا دوری ونفرت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

خوش اَخلاقی کے تین درجات بیان کیے جاتے ہیں

❶ اَخلاق حسنہ ❷ اَخلاق کریمانہ ❸ اَخلاق عظیمہ

❶ اَخلاق حسنہ اس اَخلاق کو کہتے ہیں جس میں برابر... سرابر کا معاملہ کیا جائے... مثلاً کسی نے تھپڑ مارا ہے تو بدلے میں اسے بھی تھپڑ مار لیا جائے... (بس زور اور طاقت پڑنے والے تھپڑ کے مطابق ہو) اسے اَخلاق حسنہ کہا جائے گا۔

❷ اَخلاق کریمانہ اس اَخلاق کو کہتے ہیں جس میں ظلم کا بالکل بدلہ لیا ہی نہیں جاتا.... بلکہ ظالم کو معاف کر دیا جاتا ہے۔

❸ اَخلاق عظیمہ اس اَخلاق کو کہتے ہیں... جس میں نہ صرف ظالم کو معاف کر دیا جاتا ہے... بلکہ مقابلے میں اس پر احسان کیا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق، اَخلاق کے باب میں سب سے بلند درجے کے تھے جس کی شہادت خود میرے رب کے کلام میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"

"اور بلاشبہ آپ بڑے عمدہ اَخلاق پر ہیں" (سورۃ القلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی مبارکہ اس آیت کی تصدیق کرتی نظر آ

رہی ہے۔ کٹر سے کٹر مخالف اپنی تمام عداوتوں کے باوجود زندگی مبارکہ کے کسی گوشے پر اُنگلی اُٹھا کر بداَخلاقی کی نشان دہی نہیں کر سکا.... کوئی نظیر پیش نہیں کر سکا جس سے کردار کشی میں مدد حاصل ہو سکے۔

تاریخ نے ان واقعات سے ضرور اپنے اوراق سیاہ کیے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بداَخلاقی، بدسلوکی، بدلحاظی کے رویے اپناتے ہوئے اپنی سیاہ بختی کے اظہار میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

لیکن قربان جائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق عظیمہ کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برائی کا جواب برائی سے دینے کے بجائے نہ صرف ان برائی کے معاملات کرتے رہنے والوں کو معاف فرمایا بلکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھی مغفرت طلب کی اور مزید یہ کہ ان پر احسانات بھی فرمائے۔ نیز انہیں دینی اُمور سے متعلق مشوروں میں بھی شریک فرماتے رہے۔

پوری زندگی مبارکہ اَخلاق عظیمہ کے بلند ترین درجے پر فائز رہتے ہوئے اپنی اُمت کے ہر چھوٹے، بڑے، بے حیثیت و باحیثیت، مرد و عورت کو اس اَخلاق عظیمہ کی تعلیم و ترغیب بھی دیتے رہے کہ

"صل من قطعک واعف عن من ظلمک واحسن الٰی من اساء الیک"....

"جو تجھ سے تعلق توڑے تو اس سے تعلق جوڑ، جو تیرے ساتھ ظلم کا معاملہ کرے تو اسے معاف کر دے اور جو تیرے ساتھ برائی کا معاملہ کرے تو اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کر۔" معاشرتی حسن، امن، اطمینان، اعتماد، محبت، ہمدردی، حسن سلوک، ایثار، اتحاد، مساوات، بھائی چارگی پیدا کرنے، برقرار رکھنے کا اَخلاقِ عظیمہ ایک نسخہ کیمیا ہے۔

آج ہر شعبہ میں ان اَخلاقِ عظیمہ کو جگہ دینے کی ضرورت ہے اس لیے کہ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔

تمام صفات کا تعلق اَخلاق سے ہے

● ...اللہ تعالیٰ نے جب اَخلاق کو پیدا کیا تو
قناعت نے کہا کہ میں حجاز کی طرف جاؤں گا۔

● ...پس صبر نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں
اور علم نے کہا کہ میں عراق کی جانب جاؤں گا۔

● ...پس عقل نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں
اور کرم نے کہا کہ شام کی طرف جاؤں گا۔

● ...پس تلوار نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں
اور غناء نے کہا کہ میں مصر کی جانب جاؤں گا۔

● ...پس ذلت نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں
اور بد خلقی نے کہا کہ میں مغرب کی جانب جاؤں گا۔

● ...پس بخل نے کہا کہ میں تیرے ہمراہ ہوں
اور حُسنِ خُلق نے کہا کہ میں یمن کی طرف جاؤں گا۔

● ...پس بردباری نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں
اور شفا نے کہا کہ میں بادیہ اور میدان کی طرف جاؤں گا۔

● ...پس مروت نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں
اور فسق نے کہا کہ میں روم کی جانب جاؤں گا۔

● ...پس سرکشی اور بدکاری نے کہا کہ میں تیرے ہمراہ ہوں۔ (انوارِ قلیوبی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا

بیشک اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انسانوں سے بڑھ کر حلیم الطبع بنایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معمولی قوت برداشت عطا فرمائی تھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حرمت کو توڑتے دیکھتے تو محض اللہ کیلئے ضرور انتقام لیتے۔

(صحیحین۔ الشفاء للقاضی عیاض)

مکہ میں مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بدزبانی کی انتہاء کردی تھی۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختلال دماغ کی تہمت لگاتے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے کبھی کچھ کبھی کچھ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد (تعریف کیا گیا) کے بجائے مذمم (مذمت کیا گیا) کہتے تھے (نعوذ باللہ) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں نہایت صبر وتحمل سے کام لیتے تھے اور اپنے احباب سے صرف اس قدر فرماتے تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیوں کو مجھ سے کیوں پھیرتا ہے وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق

حضرت سعد بن ہشام رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں۔

انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اَخلاق قرآن ہے۔ (یعنی آپ کے اَخلاق قرآن میں مذکور ہیں یا جو اَخلاق قرآن میں بیان کیے گئے ہیں۔ وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے)۔ (اخرجہ مسلم واخرجہ احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھے اَخلاق والا نہیں تھا جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا کوئی صحابی پکارتا یا گھر کا کوئی آدمی پکارتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں لبیک کہتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. (سورۃ نون: آیت ۴)

ترجمہ:۔ ”بیشک آپ اَخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔“

حضرت خارجہ بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ میرے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا آپ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اَخلاق بتائیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ میرے پاس پیغام بھیجتے میں آ کر وحی لکھ لیتا جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی اس کا ذکر فرماتے۔

اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر فرماتے اور جب ہم کھانے پینے کی بات کرتے تو آپ بھی کرتے (یعنی آپ ہمارے ساتھ گھل مل کر بے تکلفی سے رہتے اور مباح باتوں میں ہمارا ساتھ

دیتے) یہ سب کچھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کر رہا ہوں۔

(اخرجہ ابونعیم فی الدلائل ۵۷ واخرجہ الترمذی ۲۵ نحوہ)

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھے اَخلاق والا کوئی نہیں دیکھا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ اَخلاق کا قصہ تم کو سناتی ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے واپسی پر مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے بٹھا رکھا تھا رات کا وقت تھا میں اونگھنے لگی تو میرا سر کجاوے کی پچھلی لکڑی کے ساتھ ٹکرانے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مجھے ہلا کر فرمایا اری ٹھہر جا اے بنت حیی! ٹھہر جا (یہ کوئی سونے کا وقت ہے)۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صہباء مقام پر پہنچے تو فرمایا اے صفیہ مجھے تمہاری قوم (یہود خیبر) کے ساتھ جو کچھ کرنا پڑا میں اس کی تم سے معذرت چاہتا ہوں اصل میں انہوں نے میرے بارے میں یہ کہا تھا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کی بری حرکتوں اور اسلام کے خلاف سازشوں کا ذکر کرتے رہے)۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ مہربان تھے اللہ کی قسم! سخت سردی کی صبح کو جو بھی غلام یا باندی یا بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی لاتا (تاکہ آپ اسے استعمال کرلیں اور پھر وہ اسے برکت کے لئے واپس لے جائے) تو آپ انکار نہ فرماتے بلکہ (سخت سردی کے باوجود) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پانی سے چہرہ اور ہاتھ دھو لیتے۔ اور جب بھی آپ سے کوئی آدمی بات پوچھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری توجہ سے اس کی بات سنتے اور اپنے کان اس کے قریب کر دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہی رہتے اور وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جاتا تو جاتا اور جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پکڑنے دیتے اور وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چھوڑتا تو چھوڑتا آپ نہ چھوڑتے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الدلائل ۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مصافحہ فرماتے یا کوئی اور آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ وہی آدمی اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے علیحدہ کرتا اور اگر کوئی آدمی آپ کی طرف منہ کر کے بات کرتا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہی رہتے یہاں تک کہ فارغ ہو کر وہی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چہرہ پھیر لیتا اور کبھی کسی نے یہ منظر نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں اپنے پاس بیٹھنے والے کی طرف پھیلا رکھے ہوں۔ (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا)۔ (عند یعقوب بن سفیان ورواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ خلل تھا اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُم فلاں! تم جونسی گلی چاہو دیکھ لو میں وہاں تمہارا کام کر دوں گا (گلی اس لئے مقرر کروائی تا کہ اس کا کام بھی کر دیں اور اجنبی عورت سے خلوت بھی نہ ہو گلی تو عام گذرگاہ ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک گلی بتائی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گلی میں جا کر ایک طرف ہو کر علیحدگی میں اس کی بات سنی یہاں تک کہ اس نے اپنی ضرورت کی ساری بات کہہ لی۔

(رواہ مسلم فی صحیحہ ۲/۲۵۶)

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر سے واپس آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور چھوڑا ہی نہیں۔ آخر میں نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چھوڑا۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضرت توامہ کے غلام حضرت صالحؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور جب کسی سے توجہ ہٹاتے تو ادھر سے اپنا سارا جسم ہٹا لیتے۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ نہ آپ طبعاً فحش بات کرنے والے تھے اور نہ بتکلف فحش بات کیا کرتے تھے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ (عند یعقوب بن سفیان)

اور نہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ (زادہ آدم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ گالی دینے کی عادت تھی اور نہ کسی پر لعنت کرنے کی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً فحش گو تھے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو یوں فرماتے کہ فلاں کو کیا ہوا؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو جائے۔ (عند احمد ورواہ البخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے کیا تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان صحیفوں میں صرف مثالیں اور نصیحتیں تھیں۔ (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا)

اے مسلط ہونے والے بادشاہ! جسے آزمائش میں ڈالا جا چکا ہے اور جو دھوکہ میں پڑا ہوا ہے میں نے تجھے اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو جمع کر کے دنیا کے ڈھیر لگا لے میں نے تو تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ کسی مظلوم کی بددعا کو میرے پاس آنے نہ دے کیونکہ جب کسی مظلوم کی بددعا میرے پاس پہنچ جاتی ہے تو پھر میں اسے رد نہیں کرتا چاہے وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو اور جب تک عقل مند آدمی کی عقل مغلوب نہ ہو جائے اس وقت تک اسے چاہئیے کہ وہ اپنے اوقات کی تقسیم کرے۔

کچھ وقت اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے ہونا چاہئے کچھ وقت اپنے نفس کے محاسبے کے لئے ہونا چاہئے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور اسکی مخلوقات میں غور و فکر کرنے کے لئے ہونا چاہئے اور کچھ وقت کھانے پینے کی ضروریات کے لئے فارغ ہونا چاہئے اور عقل مند کو چاہئے کہ صرف تین کاموں کے لئے سفر کرے یا تو آخرت کا توشہ بنانے کے لئے یا اپنی معاش ٹھیک کرنے کے لئے یا کسی حلال لذت اور راحت کو حاصل کرنے کے لئے اور عقلمند کو چاہئے کہ وہ اپنے زمانہ (کے حالات) پر نگاہ رکھے اور اپنی حالت کی طرف متوجہ رہے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جو بھی اپنی گفتگو کا اپنے عمل سے محاسبہ کرے گا وہ کوئی بیکار بات نہیں

کرے گا بلکہ صرف مقصد کی بات کرے گا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت موسیٰؑ کے صحیفے کیا تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سب عبرت کی باتیں تھیں۔ (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا کہ) مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے اور وہ پھر خوش ہوتا ہے مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے جہنم کا یقین ہے اور وہ پھر ہنستا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے اور وہ پھر اپنے آپ کو بلاضرورت تھکاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جس نے دنیا کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ دنیا آنی جانی چیز ہے ایک جگہ رہتی نہیں اور پھر مطمئن ہو کر اس سے دل لگاتا ہے۔ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے کل قیامت کے حساب کتاب کا یقین ہے اور پھر عمل نہیں کرتا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمام کاموں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاوت قرآن اور اللہ کے ذکر کی پابندی کرو کیونکہ یہ زمین پر تمہارے لئے نور ہے اور آسمان میں تمہارے لئے ذخیرہ ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کو لازم پکڑ لو کیونکہ یہی میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ دیر خاموش رہا کرو کیونکہ اس سے شیطان دفع ہو جاتا ہے اور اس سے تمہیں دین کے کاموں میں مدد ملے گی۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دنیاوی مال و دولت اور ساز و سامان میں) ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھا کرو اوپر والے کو مت دیکھا کرو کیونکہ اس طرح کرنے سے تم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو حقیر نہیں سمجھو گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق بات کہو چاہے وہ کڑوی کیوں نہ ہو۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ اور فرمادیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں اپنے عیب معلوم ہیں تو دوسروں (کے عیب دیکھنے) سے رک جاؤ اور جو برے کام تم خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض مت ہو۔

تمہیں عیب لگانے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ تم اپنے عیبوں کو تو جانتے نہیں اور دوسروں میں عیب تلاش کر رہے ہو اور جن حرکتوں کو خود کرتے ہو ان کی وجہ سے دوسروں پر ناراض ہوتے ہو۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابوذر! حسن تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز، مشتبہ اور نامناسب کاموں سے رکنے کے برابر کوئی تقویٰ نہیں اور حسن اخلاق جیسی کوئی خاندانی شرافت نہیں۔ (اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ واللفظ لہ والحاکم)

اَخلاقِ نبویؐ

یعنی

رَوِیّے ہمارے حضور کے

صلی اللہ علیہ وسلم

● .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت واُلفت

اور اَخلاقِ حسنہ پر مبنی واقعات

ایک نوجوان کی اَخلاقِ کریمانہ سے اِصلاح

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جوان حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجئے... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس نامناسب مطالبے کی کہاں تاب لا سکتے تھے... اور ناراض ہونا شروع کر دیا...

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی اظہار ناراضگی فرمائی اور نہ ہی غصے ہوئے بلکہ اُس نوجوان کو قریب بلا کر پوچھا کہ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں... بیٹی... خالہ یا پھوپھی کے ساتھ زنا کرے... اُس نوجوان نے کہا کہ ہرگز نہیں چاہتا.. تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کیلئے دُعا فرمائی۔

اخلاق کریمانہ

اسی طرح ایک شخص نے مسجد نبوی میں پیشاب کرنا شروع کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فوراً اُس کی طرف دوڑے اور ناراض ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روک دیا... جب وہ شخص حاجت کر کے فارغ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے نہایت شفقت اور محبت سے سمجھایا کہ مساجد اللہ کا گھر ہیں... یہاں گندگی پھیلانا ٹھیک نہیں... معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے...

نماز کے دوران کسی کو چھینک آئی تو اُنہوں نے نماز ہی میں "یرحمک اللہ" کہہ دیا۔ چونکہ نئے مسلمان ہوئے تھے یہ معلوم نہ تھا کہ اوّل تو اگر کوئی چھینکنے پر الحمدللہ کہے تو پھر یرحمک اللہ کہنا چاہیے... دوسرے نماز کے دوران تو بالکل نہیں کہنا چاہیے... لہٰذا آس پاس کے لوگوں نے تنبیہ کے طور پر گھورا... لیکن اُنہیں سمجھ نہ آئی...

فرماتے ہیں کہ جب نماز ختم ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے مارا نہ ڈانٹا

نہ بُرا بھلا کہا... بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں... فرمایا خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا شفیق اُستاد نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے کریمانہ برتاؤ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار راستے میں تشریف لے جا رہے تھے، ایک صحابی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تو اس صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو مسواکیں پیش کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بخوشی قبول کر لیا، ان دو مسواکوں میں سے ایک بالکل سیدھی اور ایک ٹیڑھی تھی......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق دیکھئے کہ جو سیدھی تھی وہ اپنے ساتھی کو دی اور جو ٹیڑھی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھی۔ (احیاء علوم الدین، غزالی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے برابری کا برتاؤ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نہانے لگے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پردہ کیا۔

(غسل کے بعد) برتن میں کچھ پانی بچ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو اسی سے غسل کر لو اور چاہو تو اس میں اور پانی ملا لو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا بچا ہوا یہ پانی مجھے اور پانی سے زیادہ محبوب ہے۔

چنانچہ میں نے اسی سے غسل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے پردہ کرنے لگے تو میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے پردہ نہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جس طرح تم نے میرے لئے پردہ کیا اسی طرح میں بھی تمہارے لئے ضرور پردہ کروں گا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۷)

اَخلاقِ نبوی کا ایک عجیب واقعہ

قبا تشریف لے جانے کے لیے حمار (گدھے) کی ننگی کمر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ارشاد فرمایا کہ اچھا آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں کافی وزن تھا' چڑھنے کے لیے اُچھلے مگر نہیں چڑھ سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹ گئے جس سے دونوں گرے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور فرمایا کہ ابو ہریرہ تمہیں بھی سوار کرلوں؟ عرض کیا جیسے رائے عالی ہو۔ فرمایا' اچھا چڑھو! وہ نہیں چڑھ سکے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر گرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوار کرنے کے لیے پوچھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ تیسری دفعہ میں آپ کو نہیں گراؤں گا۔ لہٰذا اب میں سوار نہیں ہوتا۔

احباب کی خدمت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ ایک بکری پکانے کی تجویز ہوئی۔ ایک شخص نے کہا کہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے' دوسرا بولا کہ اس کی کھال کھینچنا میرے ذمہ' تیسرے نے کہا کہ اس کا پکانا میرے ذمہ ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ ہم ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرلیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مجھے معلوم ہے کہ تم میری طرف سے کرلو گے لیکن مجھے یہ بات ناگوار ہے کہ میں اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہوں اور اللہ پاک کو بھی اپنے بندے کی یہ بات ناپسند ہے کہ اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں نماز کے لیے اترے اور مصلے کی طرف بڑھے' پھر لوٹے' عرض کیا گیا کہ کہاں کا ارادہ فرمالیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اپنی اونٹنی کو باندھتا ہوں' عرض کیا کہ اتنے سے کام کے لیے حضور تکلف فرمانے کی کیا ضرورت ہے' ہم خدام ہی اس کو باندھ دیں گے' ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی دوسرے لوگوں سے مدد نہ طلب کرے' اگر چہ مسواک توڑنے میں ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کمالِ شفقت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جس طرح تیرے ساتھی مجھ سے مال غنیمت مانگتے ہیں تم نہیں مانگتے' میں نے عرض کیا میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مانگتا ہوں کہ جو علم اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عطا فرمایا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں سے مجھے بھی سکھائیں۔

اس کے بعد میں نے کمر سے دھاری دار چادر اُتار کر اپنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بچھا دی اور یہ منظر مجھے ایسا یاد ہے کہ اب بھی مجھ کو اس پر جوئیں چلتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حدیث سنائی جب میں نے وہ حدیث پوری سن لی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس چادر کو سمیٹ کر اپنے جسم سے باندھ لو (میں نے ایسا ہی کیا) اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی ارشاد فرماتے میں اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتا تھا۔

ایک صحابی سے محبت کا معاملہ

جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی.... انصار میں سے ایک نوعمر جوان طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو بے اختیار آپ کو لپٹے جاتے تھے اور آپ کے مبارک ہاتھوں کو خوب بوسے

دیئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے جس کام کو چاہیں ارشاد فرمائیں میں ہرگز کسی بات میں بھی آپ کی نافرمانی نہ کروں گا....

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس نوعمری میں ان کی اس پختگی اور جرات کو دیکھ کر ہنس پڑے اور بطور امتحان کے فرمایا کہ جاؤ اپنے کافر والد براء کو قتل کر آؤ.... طلحہ تو تیار ہی کھڑے تھے اور ان کی جان نثاری کچھ زبانی تو تھی ہی نہیں.... فوراً تعمیل ارشاد کے لئے چلنے لگے جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرا لیا اور فرمایا کہ یہ محض آزمائش تھی مجھ کو اللہ تعالیٰ نے قطع رحمی کے لئے مبعوث نہیں کیا....

افسوس ہے کہ اس وفادار عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر نے وفا نہ کی اور جوانی ہی میں وعدہ آ پہنچا اور ایسے بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید نہ رہی.... آخری وقت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو عجیب حسرت کا وقت تھا.... ایک وفادار اور مخلص خادم بستر مرگ پر پڑا ہے اور دنیا سے رخصت ہونے کے لئے تیار ہے.... سامنے جان و مال سے زیادہ پیارا سردار اور ماں باپ سے زیادہ شفیق مربی کھڑا صورت کو دیکھ رہا ہے مگر حکم خداوندی سے کچھ چارہ نہیں دیکھتا اور آبدیدہ آنکھوں سے آنسو لے کر واپس ہوتا ہے....

حضور علیہ السلام نے ان سے علیحدہ ہو کر لوگوں سے فرمایا کہ طلحہ پر علامات موت ظاہر ہو گئے ہیں اب غالباً یہ زندہ نہیں رہیں گے اس لئے جب انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا تاکہ آ کر نماز جنازہ پڑھوں اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا کیونکہ مسلمان کی نعش کو گھر میں ڈالے رکھنا مناسب نہیں.... بنی عمرو بن عوف کا یہ محلّہ جس میں یہ انصاری بیمار تھے مدینہ منورہ سے علیحدہ تین میل کے فاصلے پر مسجد قبا کے اطراف میں تھا.... راستے میں یہودی لوگ آباد تھے.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصیت و نصیحت فرما کر دن ہی کو مدینہ منورہ واپس آ گئے....

جس طرح دن کا آخری حصہ جلد جلد گزر رہا تھا اسی طرح طلحہ کے آخری سانس

ختم ہوتے جاتے تھے.... رات ہوگئی اور طلحہ کا بالکل آخری وقت آ گیا مگر واہ ری محبت .... نہ اپنے مرنے کا غم ہے نہ عزیز واقارب کی دائمی مفارقت کا رنج.... خیال ہے تو جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور فکر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی.... جب مرنے سے پہلے ہوش آیا تو اپنے تیمار داروں کو بلا کر فرمایا کہ دیکھنا جب میں مر جاؤں تو تم لوگ خود ہی میری نماز جنازہ پڑھ کر مجھے دفن کر دینا.... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ کرنا رات کا وقت ہے جگہ دور ہے راستہ میں یہودیوں کے مکانات اور ان کا زور ہے.... وہ ہر وقت ایذاء رسانی کی فکر میں رہتے ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے.... کہیں ایسا نہ ہو وہ اپنی شرارت سے کوئی سازش کریں اور میری وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند پہنچ جائے....

طلحہ رضی اللہ عنہ نے ذاتی فوائد پر قومی منافع کو ترجیح دی.... کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تمام مسلمانوں کے لئے موجب ہدایت و برکت تھا اور تمام عالم کے لئے باعث رحمت.... چنانچہ انصار نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی وصیت پر عمل کیا اور رات ہی کو طلحہ اس پہلی منزل میں پہنچ گئے جس میں آرام یا تکلیف کے ساتھ ہر شخص کو قیامت تک ٹھہرنا ہے....

صبح کو اس محلّہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طلحہؓ کی وصیت.... وفات اور تجہیز و تکفین کی آپ کو اطلاع دی....

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور مخلصانہ خیر خواہی سے حضور علیہ السلام کے قلب اطہر پر بہت اثر ہوا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں تشریف لے گئے.... تشریف آوری کی خبر سن کر حسب عادت بہت سے انصار بھی جمع ہو گئے.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لائے اور سب حاضرین صف باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے.... یہ وہ حالت تھی کہ طلحہ رضی اللہ عنہ مرحوم کا

بدن نہیں تو روح ضرور وجد کر رہی ہوگی.... اس سے بڑھ کر کیا خوش قسمتی ہوگی کہ دین و دنیا کا سردار محبوب رب العالمین دونوں ہاتھ اٹھائے قبر پر کھڑا ہے اور کامل الایمان مخلص مسلمان آمین کہنے کے لئے تیار ہیں....

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری اور محبت وایثار علی النفس کا انعام ملنے والا ہے۔ یدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دعا فرمائی جو آج تک کسی کے لئے نہیں فرمائی گئی....

اللھم الق طلحۃ و انت تضحک الیہ و ھو یضحک الیک

اے خداوند! طلحہ سے ایسی حالت میں ملنا کہ تم اسے دیکھ کر ہنستے ہو اور وہ تم کو دیکھ کر ہنستا ہو.... یقین ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درخواست منظور ہو کر خوش نصیب طلحہ کو محبت کے صلہ اور انعام میں حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی کی وہ نعمت مل گئی ہوگی جس سے بڑھ کر نہ دنیا میں کوئی دولت وراحت ہے نہ آخرت میں اور نہ جنت میں.... یہ ہے اپنے آقا اور سردار کی محبت وعشق جس کی وجہ سے حضرت طلحہؓ کو حق تعالیٰ کی خوشنودی ورضا مندی کی وہ نعمت مل گئی جس سے بڑھ کر نہ دنیا میں کوئی دولت وراحت ہے نہ آخرت میں.... واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کا جزو اعظم ہے.... (راہ جنت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ) عبدالقیس کے سردار اشج سے فرمایا کہ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ایک حلم اور دوسری آہستگی...(بحوالہ جامع ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق کریمانہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کسی عورت کو مارا اور نہ کسی خادم کو، اور نہ کبھی کسی چیز پر اپنا ہاتھ اٹھایا الا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے، اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی گئی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف پہنچانے والے سے اس کا انتقام لیا ہو، سوائے اس صورت کے کہ دین کی حرمتوں کو توڑا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتقام لیتے تھے...

آنے والوں کا اکرام

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھر میں تھے جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھرا ہوا تھا حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے پر کھڑے ہوئے انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں جانب دیکھا آپ کو بیٹھنے کی جگہ نظر نہ آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اٹھائی اور اسے لپیٹ کر حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پھینک دی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر لے کر اپنے سینے سے لگالی اور اسے چوم کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا قابل احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۵۶۳)

شفقت کی ادائیں

۱۲ رمضان المبارک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے، بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام کا اور ایک حضرت مقداد کا تھا اور ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین آدمیوں میں مشترک تھا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر میں جاتے وقت ایک اونٹ تین

تین آدمیوں میں مشترک تھا نوبت بنوبت سوار ہوتے تھے۔

ابولبابہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیادے چلنے کی نوبت آتی تو ابولبابہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عرض کرتے یارسول اللہ! آپ سوار ہوجایئے ہم آپ کے بدلہ میں پیادہ چل لیں گے آپ یہ ارشاد فرماتے: تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں، اور میں تم سے زیادہ اللہ کے اجر سے بے نیاز نہیں۔ (سیرت مصطفیٰ جلد۲ صفحہ ۵۸)

رحمۃ للعالمین کی کمال رحمت

غزوہ حنین کے موقع پر ایک عجیب افراتفری کا عالم تھا.... لوگوں کا اژدھام اور بھیڑ بہت زیادہ تھی.... ایک صحابی پیر میں موٹا جوتا پہنے ہوئے تھے....

اتفاق ایسا ہوا کہ ان کا پیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک پر پڑا اور اس سے آپ کا پیر مبارک روندا گیا.... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک کوڑا تھا.... آپ نے اس کوڑے کے کنارے سے ان کو مارا اور فرمایا "اوجعتنی" تم نے مجھے تکلیف دی ہے....

وہ صحابی فرماتے ہیں میں نے رات کس طرح گزاری "فبت بليلة كما يعلم الله" صبح ہوئی دیکھا ایک شخص میرا نام لے کر آواز لگا رہا ہے کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ شخص میں ہی ہوں.... انہوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بلاتے ہیں.... میں چل دیا اور دل میں گھبراہٹ تھی کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے.... "فانطلقت وانا متخوف" چنانچہ میں پہنچا.... آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے سے میرے پیر کو روند دیا تھا اور میں نے تم کو کوڑا مارا تھا.... یہ اسی (۸۰) اونٹنیاں ہیں تم اس کے عوض ان کو لے لو اور جو تکلیف تم کو پہنچی ہے اس کو درگزر کر دو....

مذکورہ واقعہ پر غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے صحابہ پر کس

قدر شفقت تھی کہ محض اس معمولی کوڑے کے مار دینے سے اس قدر آپ کو احساس ہوا اور اس کے عوض اسی اونٹنیاں آپ نے ان کو دیں۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کس قدر دلجوئی فرمایا کرتے تھے اور ان کو خوش کرنے کی کس قدر کوشش کرتے تھے ہمیں بھی یہ معاملہ اپنے اہل تعلق کے ساتھ کرنا چاہئے کہ کسی کو اگر کوئی ناگواری اور تکلیف ہم سے پہنچ جائے تو پھر اس کا دل خوش کرنے کی کوشش کی جائے....(ماہنامہ المحمود)

محبت کے کرشمے

حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں، آپ مجھے میرے گھر والوں سے بھی زیادہ پیارے ہیں آپ مجھے میرے بیٹے سے بھی زیادہ پیارے ہیں میں جب گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کا ذکر کرلوں تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا جب تک آپ کا دیدار نہ کرلوں، جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہے کہ آپ تو جنت میں چلے جائیں گے اور انبیاء کرام کے ساتھ بلند مقام پر ہوں گے اور میں اگر جنت میں داخل ہو بھی گیا تو مجھے ڈر ہے کہ شاید آپ کو نہ دیکھ سکوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لیکر نازل ہوئے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۝

اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ اور ان کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔(النساء:۶۹،حلیۃ الاولیاء)

اَخلاقِ نبوی

یعنی

رویے ہمارے حضور کے

صلی اللہ علیہ وسلم

● ....حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل بیت

اُمہات المؤمنین، بناتِ طیبات رضی اللہ عنہن

سے حُسنِ اَخلاق کے واقعات

اَزواج مطہرات کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسنِ سلوک

حدیث میں ہے...

خیر کم خیر کم باھلہ وانا خیر کم باھلی

سب لوگوں میں اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی (کنبہ) کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں...

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک شوہر کے لئے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے... رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سوگئی ہو تو جاگ نہ پڑے...

کھانے' پہننے' مکان اور گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ برابر سلوک فرمایا کرتے... عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات کو معلوم فرماتے اور بعد نماز مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے... شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے...

بیویوں کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے اور ان کے عزیز واقارب کو حسن سلوک سے خوش رکھتے... سفر میں روانہ ہونے کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی... جس بیوی کا نام نکلتا اسی کو ساتھ لیتے... ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ

پاک نے حجرات اور بیوت النبی اور بیوتکن فرمایا ہے باہم پیوستہ تھے... مکان نہایت مختصر تھے... مثلاً عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی کے اس حصہ پر کھلتا ہے جسے روضة من رياض الجنة خیابانان جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے... اس قدر تھا کہ جب نماز جنازۂ مطہر کے لئے لوگ اندر داخل ہونے لگے تو دس آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی... حجرات کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا...

مثلاً حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام فرمانے کے لئے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا... جسے دوتہہ کر کے بچھا دیا گیا تھا...

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا... جس کے اندر کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے...

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو اُم المؤمنین ہونے کے بعد ام المساکین زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا... ان کو اس گھر میں جو اثاث البیت نظر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے... ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا ہے کہ ان کی خالہ اُم المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا... حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پیالہ چوبی کا ذکر کیا ہے... جسے مختلف اشربہ میں برتا جاتا تھا... فتح خیبر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک بیوی کے لئے ۸۰ وسق کھجور کے اور ۲۰ وسق جو کے سالانہ مقرر کر دیئے تھے... دودھ کے واسطے عموماً ہر ایک بیوی کو ایک ایک دودھ والی اونٹنی ملا کرتی تھی... ازواج مطہرات بھی ہر ایک شے میں ضرورت کی مقدار رکھ کر باقی سب چیزوں کو بیواؤں اور یتیموں پر خیرات کر دیا کرتی تھیں...

باوجود اس قدر دلداری اور اور مہربانی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سوکن کی نسبت کوئی ایسا لفظ بھی نکلے جو ان کی شان بلند سے گرا ہوا ہو... ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ایک بار ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودن کہہ دیا... کچھ شک نہیں کہ ان کا نسب یہود بن

یعقوب تک منتہی ہوتا تھا... مگر کہنے کا انداز اور لہجہ حقارت آمیز تھا... اتنی بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عرصہ تک ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے گھر نہ گئے... جب انہوں نے توبہ کی تو خطا بخشی ہوئی...

جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی بات یہودن کہنا بھی مرویات میں نقل کی گئی ہے تو ہم کو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا صحیح تصور بندھ جاتا ہے... کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بات تلخ بھی کہی گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور روایت میں آ جاتی... اللہ اکبر یہ نتیجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان عالیہ کا تھا کہ زوجات کو تاثرات طبعی و جنسی سے ارفع و اعلیٰ بنا کر محبت صادقہ ایمانیہ میں متفق و متحد بنا دیا تھا...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو معمولات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو وقت اپنے گھر میں گزارتے تھے اس کے آپ نے تین حصے کر لیے تھے... ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا' دوسرا اہل خانہ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اور تیسرا حصہ اپنے آرام و راحت کے لیے... پھر اس تیسرے حصہ میں بھی جو اپنے آرام و راحت کے لیے تھا آپ اپنے اُمتیوں کو بھی شریک فرما لیا کرتے تھے اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اس وقت خواص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حاضری کی اجازت ہوتی تھی اور ان کے ذریعے علوم و معارف عوام تک پہنچاتے تھے... اس طرح اگرچہ یہ وقت عمومی ملاقات کا تو نہ تھا لیکن اس کے فیض سے عامۃ الناس بھی محروم نہ رہتے تھے...

خواصِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس وقت میں اپنے اور دوسروں کے مسائل لے کر حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مسائل کو حل فرماتے تھے کہ جو شخص کسی بھی وجہ سے اپنی ضرورت مجھ سے نہ کہہ سکتا ہو آپ حضرات اس کی حاجت و ضرورت مجھ تک پہنچا دیا کریں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اس کارِ خیر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھے گا... (شمائل ترمذی)

نمازِ عصر کے بعد آپ اُمہات المؤمنین کے یہاں تشریف لے جاتے اور سب سے خیریت دریافت کرتے...(شرح المواہب للزرقانی' ذکرِ اُم سلمۃ)

رات کے معمولات حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے آئے ہیں...عشاء کے بعد ازواجِ مطہرات میں جس کی باری ہوتی ' ساری ازواجِ مطہرات وہاں جمع ہوتیں اور کچھ دیر مجلس رہتی...(ابوداؤد)

عشاء کے بعد دیر تک جاگنا آپ کو ناپسند تھا لیکن اگر کبھی معاملہ مشورہ طلب ہوتا تو آپ اکابر صحابہ سے اس وقت مشورہ کرتے...(ترمذی' کتاب الصلوٰۃ)

نصف شب عبادت فرماتے...حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اگر رات میں سوتے دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا اور اگر نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا...

حضرت اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ گھر والوں کے کام کاج میں لگ جاتے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو باہر تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے۔(اخرجہ احمد ورواہ البخاری وابن سعد ۱/۹۱ نحوہ)

اہل خانہ سے لطف و کرم

مسند حافظ ابویعلیٰ میں حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گزر گئے' بھوک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہونے لگی' آپ اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بچی! تمہارے پاس کچھ ہے کہ میں کھالوں؟ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے' وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! کچھ بھی نہیں' اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے ہی تھے کہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے دو روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے لے کر لگن میں رکھ لیا اور فرمانے لگیں: گو مجھے' میرے خاوند اور بچوں کو بھی بھوک ہے لیکن ہم سب فاقہ سے گزار دیں گے اور اللہ کی قسم! آج تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دوں گی۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راستے ہی میں تھے لوٹ آئے' کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' خدا تعالیٰ نے کچھ بھجوا دیا ہے جسے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھپا کر رکھ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیاری بچی! لے آؤ۔ اب جو کونڈا کھولا تو دیکھتی ہیں کہ برتن روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا ہے' دیکھ کر حیران ہو گئیں' لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہو گئی ہے۔ اللہ کا شکر ادا کیا' خدا تعالیٰ کے نبی پر درُود پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر پیش کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے دیکھ کر خدا کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی! یہ کہاں سے آیا ہے؟ جواب دیا کہ ابا جان! خدا تعالیٰ کے پاس سے وہ جسے چاہے بے حساب روزی دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اے پیاری بچی! تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار (یعنی حضرت مریم علیہا السلام) جیسا کر دیا۔ انہیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ خدا تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ازواج مطہرات اور اہل بیت نے خوب شکم سیر ہو کر

کھایا' پھر بھی اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا' جو آس پاس کے پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا۔ یہ تھی خیر کثیر اور برکت خدائے تعالیٰ کی طرف سے۔ (تفسیر ابن کثیر اُردو: جلد اصفحہ ۴۰۶)

فائدہ: اس واقعے سے ایک طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھوک کی شدت اور فاقہ برداشت کرنے کا سبق ملا۔ دوسری طرف نیک اور دین دار عورتوں کے لیے یہ سبق بھی ہے کہ جب کہیں سے اللہ کی نعمت ملے اور کوئی پوچھے کہ کس نے دیا؟

تو جواب میں کہیں:

"هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ" (آل عمران:۳۷)

ترجمہ:...... "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے' بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔"

سوکنوں میں محبت و تعلق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس سے اٹھ کر باہر چلے گئے میں نے اس سے بڑی غیرت محسوس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور پریشانی میں میں جو کچھ کر رہی تھی اسے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! تمہیں کیا ہوا؟

کیا تمہیں بھی غیرت آ گئی میں نے عرض کیا کہ مجھ جیسی (محبوب بیوی) کو آپ جیسے (عظیم خاوند) پر غیرت کیوں نہ آتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصل میں بات یہ ہے کہ تمہارا شیطان تمہارے پاس آیا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی جس کی وجہ سے وہ مسلمان ہو گیا یا میں اس کے مکر و فریب سے محفوظ رہتا ہوں۔ (اخرجہ مسلم کذا فی مشکوۃ ۲۸۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو مجھے بہت پریشانی ہوئی کیونکہ لوگوں نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ خوبصورت ہیں میں نے کسی بہانے سے چھپ کر انہیں دیکھا تو واقعی اللہ کی قسم! ان کا جتنا حسن و جمال مجھے بتایا گیا تھا اس سے کئی گنا مجھے ان میں نظر آیا پھر میں نے اس کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا آپس میں بہت جوڑ تھا انہوں نے کہا غیرت کی وجہ سے وہ تمہیں زیادہ خوبصورت نظر آئیں ورنہ وہ اتنی خوبصورت نہیں ہیں جتنا لوگ کہتے ہیں چنانچہ حضرت حفصہ نے کسی بہانے سے چھپ کر انہیں دیکھا اور مجھے آکر کہا میں انہیں دیکھ کر آئی ہوں اللہ کی قسم! تم انکو جتنا خوبصورت بتا رہی ہو وہ اتنی خوبصورت نہیں ہیں بلکہ اس کے قریب بھی نہیں ہیں ہاں خوبصورت ضرور ہیں چنانچہ میں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو پھر جا کر دیکھا تو اب وہ مجھے ویسی ہی نظر آئیں جیسا کہ حضرت حفصہ نے بتایا تھا میری زندگی کی قسم! میں چونکہ غیرت والی تھی اس لئے پہلے وہ مجھے زیادہ حسین نظر آئی تھیں۔ (اخرجہ ابن سعد ۸/۹۴)

ناز برداریاں

بعض لوگ اپنی بیویوں کو ستاتے ہیں۔ بیوی سے ذرا سی گستاخی ہو جائے تو بیوی کو ڈنڈا لے کر پٹائی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں تم کو ناز کرنے کا کیا حق ہے؟ لیکن سنئے! سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون غیرت مند ہو سکتا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے عائشہ! جب تو روٹھ جاتی ہے' ناز کرتی ہے تو مجھے پتا چل جاتا ہے۔ عرض کیا اے میرے پیارے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ میں آج کل روٹھی ہوئی ہوں؟ فرمایا کہ جب تو مجھ سے روٹھ جاتی ہے تو قسم اس طرح کھاتی ہے "وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ!" (ابراہیم علیہ

السلام کے رب کی قسم!) اور جب خوش رہتی ہے تو کہتی ہے "وَرَبِّ مُحَمَّدٍ!" (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم!) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے دنیا والو! سن لو جو لوگ اپنی بیویوں کو پیٹ پیٹ کر سیدھا کر رہے ہیں وہ کمینے لوگ ہیں۔

اہل خانہ کے متعلق کریمانہ اُصول

تفسیر روح المعانی (ج ۵ ص ۱۴) میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کریم و شریف اور لائق شوہروں پر یہ عورتیں غالب آ جاتی ہیں کیوں کہ جانتی ہیں کہ یہ ناز اُٹھالے گا اور کمینے شوہر ڈنڈے کے زور سے گالی گلوچ سے ان پر غالب آ جاتے ہیں۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کمینہ اور بداَخلاق بن کر ان پر غالب آ جاؤں۔

اہل خانہ سے لطف و کرم

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور لطف و کرم کے ایسے ایسے واقعات حدیث کی کتابوں میں ذکر کیے جاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ثابت نہ ہوتو لوگ شاید اپنی شانِ بزرگی کے خلاف سمجھیں۔

مثلاً حدیث کی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک عجیب وغریب واقعہ مذکور ہے۔ ایک سفر میں آپ کے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان پیدل دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیت گئیں، پھر کبھی سفر میں دوبارہ ایسا ہی مقابلہ ہوا اور اب کی بار اُم المؤمنین ہار گئیں۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! حساب کتاب برابر ہوگیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ کم عمری ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئی تھیں، اس لیے کم سنی کے شوق اور تقاضے ابھی باقی تھے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دلجوئی کے لیے ان کے شوق اور جائز خواہشات کی تکمیل کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔ ان کی سہیلیاں آپ کے یہاں آ کر ان کے ساتھ کھیلتی اور گاتی تھیں' اور آپ کی طرف سے اس کی اجازت ہوتی تھی بلکہ اگر سہیلیوں کو آپ کی وجہ سے کھیلنے میں تکلف ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود باہر تشریف لے جاتے اور ان لڑکیوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیج دیتے۔

بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کا دل خوش کرنے کی یہ اعلیٰ مثالیں ہیں۔ ان کا اتباع بھی اتباعِ سنت ہی ہے اور اس میں ان لوگوں کے لیے خاص سبق ہے جن کے نزدیک یہ طرزِ عمل بزرگی اور بلند مقامی کے منافی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں تمام ہر طرح کے تفکرات اور نبوت کی عظیم ذمہ داریوں کے باوجود وہ لطیف احساسات و جذبات جلوہ ریز تھے جو ایک معتدل انسانی فطرت کا تقاضا ہیں۔ آپ اپنے اعزہ واہل خانہ سے محبت و تعلق خاطر میں بھی ایک قابل تقلید نمونہ تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کو بے انتہا محبت تھی' گھر میں کوئی جانور ذبح کرتے تو اس کا کچھ حصہ حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انتقال کے بعد بکثرت ان کو یاد کرتے' یہاں تک کہ دوسری ازواجِ مطہرات کو ان پر رشک آتا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس طرح کا کچھ اظہار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔

(مسلم' کتاب فضائل الصحابہ' باب فضائل خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

حضرت خدیجہ کے رشتہ دار ملنے آتے تو آپ بڑی مسرت کا اظہار فرماتے۔ (ایضاً)

دیگر ازواج مطہرات سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت محبت فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غیر معمولی ذہانت و علمی مزاج اور دینی بصیرت کی وجہ سے خاص تعلق تھا۔

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ محبت بھری معاشرت

اَزواج میں عدل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو سے ٹیک بھی لگالیتے اور اسی حالت میں قرآن کی تلاوت بھی فرماتے... ایسا بھی ہوتا کہ روزہ کی حالت میں تقبیل (بوسہ) فرمالیتے... یہ سب اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک اور لطف وکرم کا نتیجہ تھا... جب آپ سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے... جس کے نام کا قرعہ نکل آتا وہی ساتھ جاتیں....

حُسنِ سلوک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے... جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو... اور میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں...

یہ بھی سنت نبوی ہے.... حق زوجیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری اور پہلے حصہ میں ازواج مطہرات کے پاس جایا کرتے تھے... آپ غسل فرما کر سوتے اور کبھی وضو کر کے سو جاتے...

اہل خانہ کی دلداری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی لڑکیوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھیلنے کو بلایا کرتے تھے ...اور جائز اُمور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ ہو جاتے...

کمال محبت کی ادائیں

جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پانی پیتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ سے پیالہ لے کر وہیں اپنے لب مبارک لگا لیتے....جہاں سے انہوں نے پیا تھا اور جب وہ ہڈی پر سے گوشت کھاتیں تو آپ وہ ہڈی جس پر گوشت ہوتا لے کر وہاں لب مبارک لگاتے جہاں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کھایا تھا

بے تکلفی و محبت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں اس طرح ہنستے بولتے بیٹھے رہتے تھے کہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ کوئی اولوالعزم نبی ہیں...لیکن جب کوئی دینی بات ہوتی یا نماز کا وقت آ جاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ وہ آدمی ہی نہیں ہیں...

مسکراتے چہرے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ مسکراتے ہوئے داخل ہوتے...

(اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

بیوی کا محبت والا نام رکھنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہت ہی محبت کیساتھ پیش آتے تھے... چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں تم میں سے اپنے اہل خانہ کیلئے سب سے بہتر ہوں''...ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیالے میں پانی پی رہی تھیں...آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور سے فرمایا' حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچادینا...ان کا نام تو عائشہ تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو محبت کی وجہ سے حمیرا فرماتے تھے...

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر خاوند کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کا محبت میں کوئی ایسا نام رکھے جو اسے بھی پسند ہو اور اسے بھی پسند ہو...

ایسا نام محبت کی علامت ہوتا ہے اور جب اس نام سے بندہ اپنی بیوی کو پکارتا ہے تو بیوی قرب محسوس کرتی ہے یہ سنت ہے...

اہلیہ کے ساتھ دوڑنا

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی اور ایک دوسرے کے ساتھ دوڑے...حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑ میں آگے ہوگئی...پھر کچھ زمانہ کے بعد دوسری مرتبہ دوڑ ہوئی...تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوگئے...

بیوی کا بچا ہوا پانی پینا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمایا کہ حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچا دینا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کچھ پانی پیا اور کچھ پانی بچادیا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے پیالہ حاضر خدمت کردیا...

کمال محبت ولطف کا برتاؤ کرنا

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی پینے لگے تو آپ رک گئے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ''حمیرا! تو نے کہاں سے لب لگا کر پانی پیا تھا؟

کس جگہ سے منہ لگا کر پانی پیا تھا؟'' انہوں نے نشاندہی کی کہ میں نے یہاں سے پانی پیا تھا... حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور اپنے مبارک لب اسی جگہ پر لگا کر پانی نوش فرمایا... خاوند اپنی بیوی کو ایسی محبت دے گا تو وہ کیوں کر گھر آباد نہیں کرے گی...

اب سوچئے کہ رحمۃ للعالمین تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے... آپ سید الاولین والآخرین ہیں... اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہلیہ کا بچا ہوا پانی پیا... ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچا ہوا پانی وہ پیتیں... مگر یہ سب کچھ محبت کی وجہ سے تھا...

بیوی سے محبت کی باتیں سننا

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف فرما تھے... آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''حمیرا! تم مجھے مکھن اور چھوہارے ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہو'' ...وہ مسکرا کر کہنے لگیں ''اے اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ مکھن اور شہد ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہیں'' ... نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا ''حمیرا! تیرا جواب میرے جواب سے زیادہ بہتر ہے'' ...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں جتنی خشیت الٰہی تھی اس کا تو ہم اندازہ ہی نہیں لگا سکتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اہل خانہ کی موانست' پیار اور محبت کا

تعلق تھا... یہ چیز عین مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس چیز کو پسند کرتے ہیں...

❶ ...سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی گھر تشریف لاتے تھے تو ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ تشریف لاتے تھے... ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روٹھ گئیں، کسی گھریلو اونچی بات پر شوہر سے اختلاف ہو گیا... جذبات ذرا تلخ ہو گئے... خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صبر و تحمل سے کام لیتے رہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آواز ذرا بلند ہو گئی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا مسکرا کر بات سمجھاتے رہے، لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسی طرح زور زور سے بولتی رہیں، اتفاق دیکھئے اسی وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے...

میاں بیوی میں اختلاف دیکھ کر قدرتی طور پر بہت غمزدہ ہوئے، ایک طرف خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے اور دوسری طرف اپنی جگر گوشہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، باپ کے سامنے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز اسی طرح اونچی رہی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکے، "ہائے! تم خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منہ زوری کر رہی ہو، تمہاری جرأت اب اتنی بڑھ گئی، غصے میں اُٹھے، اور ہاتھ اُٹھا کر مارنا ہی چاہتے تھے کہ درمیان میں فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سہم کر بیٹھ گئیں... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ میں باہر چلے گئے...

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کب برداشت کر سکتے تھے کہ ان کی حبیبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نازک دل کو ٹھیس لگے اور وہ ذرا دیر کے لیے بھی مضمحل ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قریب گئے اور پیار بھرے انداز میں کہا! کہو عائشہ کیسا بچایا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسکرا پڑیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئیں، یارسول اللہ! معاف کر دیجئے، مجھے نہ جانے کیا ہو گیا

تھا، خدا معاف کرے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی...

کچھ دنوں کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر بیٹی سے ملنے آئے تو دیکھا کہ مثالی شوہر اور معیاری بیوی کے گھریلو حالات میں مثالی خوشگواری ہے، کیوں نہ ہوتی، اُمت کے لیے یہی تو نمونے کا پیمانہ ہے... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیار و محبت کی یہ فضا دیکھ کر بہت ہی مسرور ہوئے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، یا رسول اللہ! ایک دن میں آپ دونوں کی لڑائی میں شریک ہوا تھا، اس صلح و پیار و محبت میں مجھے شریک فرمائیے... داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، ہاں ضرور...

❷ ... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صرف نو سال کی تھیں، سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ان کی ماں حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا نے ان کو بلا بھیجا... اب عائشہ رضی اللہ عنہا کی رُخصتی کا وقت تھا... دن چڑھے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ گئے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک نوعمر لڑکی رُخصت ہو کر کاشانۂ نبوت میں آ گئیں... ایک ذہین نوعمر لڑکی، لااُبالی کی نئی نئی عمر اور شریک حیات، وہ جن کے کندھوں پر پورے عالم کی قیادت کا بوجھ، انتہائی حلیم وثقہ، عمر بھی ڈھل گئی تھی، کس قدر فرق تھا دونوں کے مزاج، معیارِ فکر اور دلچسپیوں میں، مگر مثالی شوہر نے جس طرح ایک نوعمر لڑکی کے نازک جذبات واحساسات کا خیال رکھا جس طرح ناز و انداز برداشت کیے اور اپنی مثالی زندگی سے رہتی زندگی تک خوشگوار ازدواجی زندگی کیلئے نمونہ چھوڑا، وہ خدا کے رسول ہی کا حق تھا...

عید کا دن تھا، حرم نبوی کے قریب ہی کچھ حبشی اپنے سپاہیانہ کرتب دکھا رہے تھے... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا، ایک کمسن لڑکی کس طرح مطالبہ نہ کرتی کہ میں بھی دیکھوں گی، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آڑ میں اپنی حبیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لے کر دروازے میں کھڑے ہو گئے اور اُمت کی ماں دوشِ مبارک پر ٹھوڑی رکھ کر حبشیوں کا تماشا دیکھنے لگیں، دیر تک دیکھتی رہیں...

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، عائشہ! کیا ابھی جی نہیں بھرا... ابھی نہیں... عائشہ رضی اللہ عنہا نے بے تکلف عرض کیا اور خدا کے حبیب غیر معمولی ذمہ داریوں کے باوجود اپنی حبیبہ پاک کو اسی طرح کھڑے یہ تماشا دکھاتے رہے... یہاں تک کہ خود اُم المؤمنین ہی تھک کر ہٹ گئیں...

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ نئی دُلہن کے پاس کمسن بچیاں کھیلنے کے لیے جمع ہو جاتیں، گڑیوں کا کھیل ہوتا رہتا، ایک دن خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے، لڑکیاں گڑیوں سے کھیل رہی تھیں، گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پَر لگے ہوئے تھے...

''عائشہ! یہ کیا ہے؟'' خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا...

''یہ گھوڑا ہے...'' عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا...

''گھوڑے کے پَر کہاں ہوتے ہیں؟'' رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا

''حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے تو پَر تھے...''

عائشہ حمیراء رضی اللہ عنہا نے برجستہ جواب دیا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بے ساختہ جواب پر بے اختیار مسکرا دیئے...

❸ ...شادی کے کچھ ہی دنوں بعد مدینے سے باہر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا آ ؤ! دوڑ میں مقابلہ کر رہی ہو؟ ہاں کیوں نہیں... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فوراً تیار ہو گئیں اور دوڑ کا مقابلہ ہوا... صدیقہ حمیراء کم سن تھیں اور چھریرا بدن تھا... آگے نکل گئیں اور خدا کے رسول پیچھے رہ گئے...

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خوشی دیکھنے کے قابل ہو گئی... بہت دنوں کے بعد پھر ایک ایسا ہی موقع آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تحریک کی... عمر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بدن کچھ بھاری پڑ گیا تھا... دوڑ ہوئی تو اس بار پیچھے رہ گئیں اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے... آپ نے پہلا مقابلہ یاد دلا

کر کہا عائشہ! یہ اس کا بدلہ ہو گیا...

4 ...رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہیں، ازواجِ مطہرات بھی ہمراہ ہیں، خدا کا کرنا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں...خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاس پہنچے، دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہیں، وجہ معلوم کی اور تسلی دینے کی کوشش فرمانے لگے...مگر آپ جس قدر تسلی دیتے وہ اور زیادہ روتیں، دیر تک آپ چادر کے پلو سے ان کے آنسو پونچھتے رہے...

5 ...حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی محبت تھی، ہرگز گوارا نہیں تھا کہ ان کے دل پر میل آئے اور ان کے نازک دل کو کوئی دُکھ پہنچے... ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ رو رہی ہیں...حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ان کا دل اور بھر آیا اور زار و قطار رونے لگیں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار سے پوچھا، ''صفیہ، کیوں کیا بات ہے؟

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کچھ کہنے کے بجائے اور زیادہ رونے لگیں...

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آخر بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟''

''عائشہ اور زینب نے ستا رکھا ہے، کیا بتاؤں، کہتی ہیں ہم دونوں ساری بیویوں سے افضل ہیں...ہم رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہنیں بھی ہیں...'' یہ کہہ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک اونچی لی...

''ارے یہ کونسی اہم بات ہے، تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ، حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر ہیں...تم مجھ سے افضل کیسے ہو سکتی ہو؟'' یہ سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کھل اُٹھیں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل باغ باغ ہو گیا...

6 ...ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سفر پر جا رہے تھے، پاک بیویاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور اونٹوں پر سوار قافلہ چلا جا رہا تھا،

ساربانوں نے جوش میں اونٹ دوڑانا شروع کر دیئے...آپ کو فوراً عورتوں کا خیال آیا اور ساربانوں سے فرمایا...ذرا خیال رکھو، یہ آبگینے بھی ساتھ ہیں، عورتوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کیا جذبات تھے، ان کے نازک جذبات کا کس قدر لحاظ تھا...اس کیفیت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ادبی جملے میں ظاہر فرمایا، خدا گواہ ہے کہ آبگینوں کی نزاکت کا احساس ظاہر کرنے کے لیے اس سے بہتر انداز ممکن نہیں...

7 ...اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دُنیا سے رُخصت ہو چکی تھیں... ان کی بہن ہالہ ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے گھر تشریف لائیں...سلام کہہ کر اندر آنے کی اجازت چاہی، ہالہ رضی اللہ عنہا کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت ملتی جلتی تھی، آپ کے کانوں میں یہ مانوس آواز آئی تو بے اختیار خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبی سانس لی اور مسکرا کر فرمایا ہالہ ہوں گی...

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ کیفیت بھانپ گئیں، انہیں انتہائی رشک ہوا اور بولیں، یا رسول اللہ! آپ ایک ایسی بوڑھی عورت کو یاد کر رہے ہیں جو مر چکی ہیں اور خدا نے آپ کو ان سے کہیں زیادہ اچھی اور جوان بیویاں عطا فرمادی ہیں...خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، اس وقت آپ پر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں کچھ اور ہی کیفیت طاری تھی...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی بیوی پر بھی مجھے اتنا رشک نہیں جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا...حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا۔

اس رشک کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اکثر یاد فرمایا کرتے تھے اور اکثر یہ بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح فرماتے تو اس میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو تلاش کر کے گوشت بھجواتے تھے...

ایسے موقع پر بعض مرتبہ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ ایسا خیال ہے جیسے دنیا و آخرت میں ان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کوئی بیوی ہی نہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ایسی ہی اچھی تھیں اور ان سے میری اولاد ہوئی...(بخاری و مسلم)

سبحان اللہ وفاداری اور یادگاری کی یہ مثال کہاں ملے گی کہ صاحب محبت کے وفات پا جانے پر اس کے دوستوں سے برتاؤ رکھا جائے جسے وہ خود زندگی میں اپنے دوستوں سے رکھتا اس پر خوش ہوتا...

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لا کر گھر سے باہر نہیں جایا کرتے تھے...جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہ فرما لیتے تھے ایک مرتبہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر فرمایا تو مجھے عورتوں والی غیرت سوار ہوئی میں نے عرض کیا کہ ایک بڑھیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے اس کے بعد میں نے عہد کر لیا کہ کبھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو برائی سے یاد نہ کروں گی...(الاصابہ)

جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا ان کی وفات کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا...

بخاری شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم مجھ کو خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئی تھی...میں نے دیکھا کہ ایک شخص تم کو ریشم کے بہترین کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے...میں نے کھول کر دیکھا تو تم نکلیں میں نے (دل میں) کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے دکھایا گیا ہے تو اللہ ضرور اس کی تعبیر پوری فرما دیں گے...دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ بصورت انسان ریشم میں لے کر آیا تھا...(بخاری شریف ص ۷۶۸ ج ۲)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بڑے کریم اور شفیق تھے... اپنی بیویوں کو بڑی اچھی طرح رکھتے تھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر سے مدینہ کو روانہ ہوئیں اور راستہ میں کئی دن لگے... جب اونٹ پر سوار ہونے کا موقع آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کو بٹھا کر خود اونٹ کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے مبارک گھٹنے پر قدم رکھ کر خود اونٹ پر سوار ہو جاتی تھیں...

(بخاری شریف)

خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اچھے اخلاق والا کوئی نہیں دیکھا... جب خیبر سے مجھے لے کر روانہ ہوئے تو اونٹنی پر مجھے نیند آجاتی تھی اور میرا سر کجاوہ میں لگنے لگتا تھا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے میرا سر تھامتے اور فرماتے کہ اے حی کی بیٹی دھیان سے سوار رہ... مدینہ منورہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام کرا دیا... مدینہ کی عورتوں میں ان کے حسن کی شہرت ہوگئی تو دیکھنے آئیں... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی دیکھنے کو پہنچیں ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کہو صفیہ رضی اللہ عنہا کیسی ہے؟ بولیں ہاں میں یہودیہ کو دیکھ آئی... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو وہ یہودیہ نہیں ہے... اسلام لا چکی ہے وہ بہترین مسلمان ہے...

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی... جس بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس بیماری میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا نبی اللہ! خدا کی قسم میرا دل چاہتا ہے کہ جو تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے مجھے ہو جاتی... اس وقت وہاں دیگر

امہات المومنین بیٹھی تھیں... انہوں نے اس بات کو مصنوعی بتانے کیلئے کنکھیوں سے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا (اور بعض نے زبان سے بھی ایسی بات کہہ دی جس سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بات کو بناوٹی ظاہر کیا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ محسوس ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمہات المومنین سے فرمایا کہ تم کلی کرو... دریافت کیا کیوں فرمایا اس لئے کہ تم نے (اس کی غیبت کی) کنکھیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا... اللہ کی قسم یہ اپنی بات میں سچی ہے... (الاصابہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی کا خیال فرماتے تھے دیگر امہات المومنین جب ان کو کچھ سن کر ستاتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی دلداری فرماتے تھے... ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ رو رہی تھیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو بولیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا مجھے برا کہتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ ہم صفیہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہیں کیونکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ دار بھی ہیں... اس وجہ سے کہ ہم قریش سے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریشی ہیں اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی ہیں...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ان کو یہ جواب کیوں نہ دیا کہ میرے مورث اعلیٰ ہارون علیہ السلام اور چچا موسیٰ علیہ السلام اور شوہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں... پھر تم مجھ سے (نسب میں) کیونکر بہتر ہو سکتی ہو...

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش دونوں تھیں... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو تکلیف ہو گئی... چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس سواری ان کی ضرورت سے زیادہ تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو تکلیف ہو گئی ہے... اس لئے تم ان کو ایک سواری دے دو...

انہوں نے جواب دیا کہ کیا میں اس یہودیہ کو سواری دوں گی؟ یہ جواب سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوگئے اور 2 سے 3 ماہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف نہ لے گئے حتیٰ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس سے ناامید ہوگئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائیں گے...(الاصابہ بعضہ فی المشکوٰۃ)

لیکن جب جدائی کی سزا دی تو بعد میں تشریف لے گئے...حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد پست تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا بیان کرتے ہوئے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا اتنی سی ہے... یہ سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی خراب کر ڈالے...

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہار کا واقعہ

آپ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص جو کفر کی حالت میں جنگ بدر میں کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑے تھے...

عبداللہ بن جبیر انصاری کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور جب مدینہ شریف میں اسیروں کی رہائی کیلئے فدیہ کا اعلان ہوا تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو اس وقت مکہ میں تھیں...اپنے شوہر کے بھائی عمرو کے ہاتھ مکہ سے ان کا فدیہ بھیجا تا کہ ان کی رہائی کی کوئی سبیل نکل سکے...اس فدیہ میں وہ ہار بھی شامل تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں شادی کے موقع دیا تھا...فدیہ کا یہ مال جب مدینہ شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی اور جان نثار رفیقہ حیات کی یاد نے بے چین کر دیا...جب طبیعت سنبھلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرمایا...

یہ ہار خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یادگار ہے اگر تمہاری مرضی ہو تو یہ ہار زینب رضی اللہ

عنہا کو واپس بھیج دو اور ابوالعاص کو رہا کر دو...

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بسر و چشم خوشی سے منظور کیا...اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو واپس بھجوا دیا اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دیا لیکن ان سے وعدہ لے لیا کہ مکہ جا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں گے...

چنانچہ ان کے ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک انصاری کو مکہ شریف بھیجا تا کہ وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے آئیں...پھر یہ ابوالعاص بن الربیع آخر کون تھے...

کیا یہ خدیجہ بنت خویلد کے بھانجے اور حضرت ہالہ بنت خویلد کے فرزند نہیں تھے...کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا انہیں اپنے بیٹے کی طرح نہیں چاہتی تھیں اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بعثت سے پہلے اشارتاً یہ عرض نہیں کیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح کر دیا جائے...

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کسی قدر جلال تھا...غالباً یہ پدری اثر تھا...اس لئے آپ رضی اللہ عنہا کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی اسی فطرت سے مجبور ہو کر گفتگو کرتی تھیں...جب آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کو سخت رنج ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ ان کے گھر تشریف لائے...بیٹی نے باپ کی عزت و تکریم کی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہو؟

بیٹی نے کہا ہاں میں کبھی کبھی ایسا کرتی ہوں...آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا...

بیٹی خبردار! میں تمہیں خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں...تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حرص نہ کرو اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ

سے اپنے حسن پر ناز ہے... صحیح بخاری کی روایت میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے کہ ہم لوگ جاہلیت میں عورتوں کو ذرہ برابر وقعت نہ دیتے تھے...

اسلام نے ان کو درجہ دیا اور قرآن میں ان کے متعلق آیتیں اتریں تو ان کی قدر و منزلت معلوم ہوئی... ایک دن میری بیوی نے کسی معاملہ میں مجھ کو رائے دی... میں نے کہا تم کو رائے اور مشورہ سے کیا واسطہ... بولیں ابن خطاب تم کو ذرا سی بات کی بھی برداشت نہیں... حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہے... یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن بھر رنجیدہ رہتے ہیں... (سیر الصحابیات ص ۵۳)

ازواج مطہرات سے حُسنِ مزاح کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آٹا دودھ یا گھی ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حریرہ پکایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ بھی کھالیں انہوں نے انکار کیا میں نے کہا یا تو آپ کھائیں ورنہ میں آپ کے منہ پر مل دوں گی انہوں نے پھر بھی انکار کیا تو میں نے حریرہ میں ہاتھ ڈال کر ان کے چہرے پر لیپ دیا...

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ حریرہ میں ڈال کر کہا تم عائشہ کے چہرے پر مل دو چنانچہ انہوں نے میرے چہرے پر مل دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی ہنسے اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے وہ کسی کو پکارتے ہوئے اے عبداللہ! اے عبداللہ کہہ رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر آئیں گے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عمر اندر آرہے ہیں) تم دونوں اٹھو اور اپنے منہ دھولو... چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتنا خیال فرمایا اس وجہ سے میں ہمیشہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتی تھی... (اخرجہ ابویعلی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمہات کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنایا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قصہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے شوہر کا پورا پورا حال سچ سچ بیان کردیں... کچھ چھپائیں گی نہیں...

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اپنی کتاب شمائل ترمذی میں لکھتے ہیں ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں...

اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آتا ہے... یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں ان کے ناموں میں بہت اختلاف ہے اس لئے نام حذف کردیئے گئے... ان گیارہ عورتوں سے اپنے اپنے شوہروں کا جو حال بیان کیا پڑھیئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ مثالی زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنایئے...

① ...ایک عورت ان میں بولی کہ میرا شوہر ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے... (گویا بالکل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی باقی ہی نہیں رہی اور گوشت بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب بھی نہیں ہوتا) اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے سو وقت اٹھا کر اس کے اتارنے کی کوشش کی ہی جائے اور اس کو اختیار کیا ہی جائے...

فائدہ: مطلب یہ کہ وہ ایک بے کار ہستی ہے جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے اور پھر اس کے باوجود متکبر اور بد خلق بھی اس درجہ کا ہے اس تک رسائی بھی مشکل ہے... نہ ملتے بن پڑے نہ چھوڑے بن پڑے کسی مصرف کی دوا نہیں ہے محض بے کار اور بد خلقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اس تک رسائی بھی مشکل ہے...

❷ ...دوسری بولی (کہ میں اپنے شوہر کی بات کہوں تو کیا کہوں؟ اس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی) مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے عیوب شروع کروں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں)

فائدہ... مقصود یہ ہے کہ میں اس کے عیوب کو گنواؤں تو کہاں تک گنواؤں؟ سراپا عیب ہے... کسی میں دو چار عیب ہوں تو ان کو گنوا بھی دے اور جس میں عیوب ہی عیوب ہوں کہاں تک گنوائے... کس کس کو جتائے اتنی لمبی داستان ہے کہ سننے والے اکتا جائیں... بعض شراح نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس نے معاہدہ کے خلاف اپنے شوہر کی بات کہنے سے انکار کر دیا مگر صحیح یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب ہی کچھ کہہ دیا کہ مجسمہ عیوب ہے اس کے عیوب شمار سے باہر ہیں)

❸ ...تیسری بولی کہ میرا شوہر لم ڈھینگ ہے یعنی بہت زیادہ لمبے قد کا آدمی ہے اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں تو فوراً طلاق اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں...

فائدہ...اس کے زیادہ لمبے ہونے کو یا تو اس لئے ذکر کیا کہ مشہور قول کے موافق یہ بیوقوفی کی علامت ہوتی ہے اور اگر اگلا کلام اس کی بیوقوفی کا بیان ہے اس لئے ذکر کیا کہ بدصورت بھی ہے منارہ کی طرح لمبا جو بلا مناسب مٹاپے کے بدنما ہوتا ہے اور بد خلق بھی ہے کہ اگر کوئی بات بھی زبان سے نکالوں کوئی اپنی ضرورت ظاہر کروں فوراً طلاق دے دے اور چپ رہوں کوئی ضرورت اپنی اس پر ظاہر نہ کروں تو خود اسے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے بس یوں ہی ادھر میں لٹکی رہتی ہوں نہ شوہر والیوں میں شمار کہ شوہروں والی کوئی بات ہی نہیں اور نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش

کروں... بعض روایات میں اس عورت کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں ہر وقت ایسی رہتی ہوں جیسے کوئی تیز تلوار کی دھار کے نیچے ہو کہ ہر وقت فکر سوار نہ معلوم کب کام تمام ہو جائے...

❹ ... چوتھی نے کہا کہ میرا شوہر تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا اس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال...

فائدہ... یعنی معتدل مزاج ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ بیزار رہتا ہے... نہ اسکے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے نہ طبیعت اکتاتی ہے... اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہر دمہ بتلایا جاتا ہے... تہامہ مکہ مکرمہ اور اسکے گرد و نواح کو کہتے ہیں وہاں کی رات ہمیشہ معتدل رہتی ہے خواہ دن میں کتنی ہی گرمی ہو...

❺ ... پانچویں نے کہا کہ میرا شوہر جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا...

فائدہ... اس عورت کا نام کبشہ بتلایا جاتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس نے اپنے شوہر کی مذمت کی یا تعریف کی... اس کے کلام سے دونوں نکل سکتی ہیں لیکن ظاہر تعریف ہی معلوم ہوتی ہے بالجملہ اگر اس کو مذمت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آ کر چیتے کی طرح بن جاتا ہے نہ بات کا کہنا نہ کام سے غرض، باہر جاتا ہے تو اچھا خاصہ شریفانہ برتاؤ کرتا ہے گھر میں کچھ مصیبت آجائے اس سے کچھ مطلب نہیں... نہ پوچھنا نہ خبر لینا اور اگر تعریف ہے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آ کر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے کسی بات میں کرچیں نہیں نکالتا... خفا نہیں ہوتا... ایسا بے خبر رہتا ہے جیسے سونے والا ہوتا ہے، ہم جو چاہیں کھائیں پکائیں وہ کسی چیز میں دخل نہیں دیتا نہ ہم سے ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا؟ فلاں بات کیوں ہوئی؟ باہر جاتا ہے تو شیروں کی طرح سے ڈانٹ ڈپٹ خوب کرتا ہے گھر میں جو کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء ہوں ان کا مطالبہ اور تحقیقات نہیں کرتا کہ کہاں خرچ کی اور کیوں خرچ کی...

جو چیز گھر میں آ گئی گھر والے جس طرح چاہیں اس کو خرچ کریں...

6 ...چھٹی بولی کہ میرا شوہر اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے... میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے...

فائدہ...اس کے کلام میں بھی تعریف اور مذمت دونوں کہی جاتی ہیں لیکن جیسا کہ پانچویں کے کلام میں تعریف زیادہ ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا... اگر مدح ہے جیسا کہ بعض شراح نے کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے کہیں میوہ جات ہیں کہیں پھل ہیں مختلف انواع کے کھانے ہیں اور جب پینے کا نمبر آتا ہے تو کبھی دودھ ہے کبھی شراب ہے...

کبھی شربت ہے' غرض سب کچھ پیتا ہے ہر قسم کی چیزیں اس کے دستر خوان پر ہوتی ہیں خرچ کرنے والا ہے... کنجوس بخیل نہیں ہے کہ دال ہے تو گوشت نہیں ہے پانی ہے تو دودھ نہیں' جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے دوسروں کی پھٹن میں ہاتھ نہیں ڈالتا یعنی تفتیش نہیں کرتا' کوتاہیوں کو تلاش کرتا نہیں پھرتا اور اگر مذمت ہے جیسا کہ اکثر کی رائے ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھانے کا نمبر آئے تو جو کچھ سامنے ہے سب نمٹا دے گھر والوں کو بچے نہ بچے بھینس کی طرح ساری کو نڈ ختم کر دے... پینے کا نمبر آئے تو سارا کنواں چڑھا جائے... غیروں اور اجنبیوں کی طرح الگ اپنی چادر میں لپٹ کر سو جائے مجھ سے لپٹنا تو درکنار کبھی بدن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا کہ میرے دکھ درد کی کوئی خبر لے یا میرے بدن کی گرمی سردی کا کچھ پتہ لے...

7 ..ساتویں کہنے لگی کہ میرا شوہر محبت سے عاجز نامرد اور اتنا بے وقوف کہ بات بھی نہیں کر سکتا... دنیا میں جو کوئی بیماری کسی میں ہو گی وہ اس میں موجود ہے... اَخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے...

8 ...آٹھویں نے کہا کہ میرا شوہر چھونے میں خرگوش کی طرح نرم اور خوشبو میں

زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے...

فائدہ... اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتلایا جاتا ہے اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے... سخت اور بدخو نہیں اس میں لذت جسمانی اور روحانی دونوں موجود ہیں کہ نازک بدن ہے لپٹنے کو دل چاہے یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام نہیں اس کے ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے...

بعض روایات میں اس کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ میں اس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے یعنی میرا غالب رہنا اس کے عاجز ناکارہ ہونے کیوجہ سے نہیں ہے اس لئے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے بلکہ میری محبت یا اس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں...

❾... نویں نے کہا کہ میرا شوہر رفیع الشان بڑا مہمان نواز اور اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے... دراز قد روالا ہے اس کا مکان مجلس اور دارالمشورہ کے قریب ہے...

فائدہ... اس عورت نے اپنے اس کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں... اول یہ کہ اس کا گھر اونچا ہے اس سے اگر حقیقت میں بڑی عمارت مراد ہے تب تو اس کی ریاست اور مالدار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے... اس لئے کہ اونچا محل مالدار ہی تیار کرائے گا اور اگر اونچے محل سے مکان کا اونچائی پر ہونا مراد ہے جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے تا کہ پردیسی مسافر دور سے دیکھ کر چلا آئے تو اس صورت میں اس کے شریف کریم سخی ہونے کی تعریف ہے اور بعض حکماء نے لکھا ہے کہ اونچے مکان سے مراد شرافت اور حسب نسب کے اعتبار سے اونچائی مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے...

دوسری تعریف اس کی مہمان نوازی کی ہے... گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے کثرت سے کھانا پکنے کو جو مہمان نوازی کیلئے لازم ہے...

تیسری تعریف اس کے دراز قد کی ہے دراز قد ہونا بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ

ہو مردوں میں ممدوح شمار ہوتا ہے... مجلس کے گھر کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجھدار ہے ہر شخص اس سے مشورہ لینے آتا ہے اس لئے گویا اس کا گھر ہر وقت دارالمشورہ رہتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ لینے آتا ہی رہتا ہے...

بندہ کے نزدیک اسکا مطلب یہ بھی محتمل ہے کہ دارالمشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے تا کہ مجتمع ہونے والوں کیلئے تواضع وغیرہ میں یہ کہنا نہ پڑے اگر میرا گھر تو دور ہے اس لئے گھر قریب رکھتا ہے تا کہ تواضعی سامان میں دیر نہ لگے اور اس کی وجہ سے عذر کرنے کی نوبت نہ آئے...

⑩...دسویں نے کہا کہ میرا شوہر مالک ہے مالک کا کیا حال بیان کروں؟ وہ ان سب سے جواب تک کسی نے تعریف کی ہے یا ان سب تعریفوں سے جو میں بیان کروں گا بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں... چراگاہ میں چرنے کیلئے کم جاتے ہیں... وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آ گیا...

فائدہ...اس عورت کا نام کبشہ بنت مالک بتلایا جاتا ہے...اس نے اپنے شوہر کی سخاوت کی تعریف کی ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ اونٹ اگر چراگاہ میں چرنے جائیں تو ضیافت اور مہمانی کے وقت ان کے واپس آنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس کے یہاں ہر وقت مہمانداری رہتی ہے اس لئے اس کے اونٹ چرنے نہیں جاتے گھر ہی کھڑے کر کے کھلائے جاتے ہیں تا کہ مہمانوں کے آنے پر فوراً ذبح کر دیئے جائیں... باجے کی آواز کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس کی بات ہے کہ جب کوئی مہمان وغیرہ آتا ہے تو اس کی مسرت میں باجے سے اس کا استقبال کرتا ہے تو اس باجہ کی آواز سنتے ہی اونٹ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ذبح کا وقت آ گیا کوئی مہمان آیا ہے لیکن عرب کے دستور کے موافق یہ مطلب زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مہمان آتا ہے تو وہ شراب کباب' گانے بجانے سے اس کی فوری تواضع کرتا ہے...

اس آواز سے اونٹ سمجھتے ہیں کہ اب عنقریب کھانے کا وقت آیا چاہتا ہے اس کی تیاری کیلئے ہمارے ذبح کا وقت آ گیا ہے...

⑪ ...گیارہویں عورت ام زرعہ نے کہا میرا شوہر ابوزرع تھا...ابوزرع کی کیا تعریف کروں؟ زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے...(اور کھلا کھلا) کر چربی سے میرے بازو پر کر دیئے مجھے ایسا خوش وخرم رکھتا تھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپ کو بھلی لگنے لگی مجھے اس نے ایک ایسے غریب گھرانہ میں پایا تھا جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گزر کرتے تھے اور وہاں سے ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا تھا جن کے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان تھے (یعنی ہر قسم کی ثروت موجود تھی اس سب کے علاوہ اس کی خوش خلقی کہ) میری کسی بات پر بھی مجھے برا نہیں کہتا تھا...میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی (اور ختم نہ ہوتا تھا) ابوزرع کی ماں (میری خوش دامن) بھلا اس کی کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے...اس کا مکان نہایت وسیع تھا...(یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے موافق بخیل بھی نہیں اس لئے مکان کی وسعت کی کثرت مراد لی جاتی ہے) ابوزرع کا بیٹا بھلا اس کا کیا کہنا وہ بھی نور علی نور ایسا پتلا دبلا چھریرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) ستی ہوئی ٹہنی یا ستی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک' بکری کے بچہ کا ایک دست اس کے پیٹ بھرنے کیلئے کافی (یعنی بہادر کہ سونے کے لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی...سپاہیانہ زندگی ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ لیا اسی طرح کھانے میں بھی مختصر مگر بہادری کے مناسب گوشت کے دوچار ٹکڑے اس کی غذا تھی...ابوزرع کی بیٹی بھلا اس کی کیا بات ماں کی تابعدار باپ کی فرمانبردار موٹی تازی سوکن کی جلن تھی (یعنی سوکن کو اس کے کمالات سے جلن پیدا ہو عرب میں مرد کیلئے چھریرا ہونا اور عورت کیلئے موٹی تازی ہونا ممدوح شمار کیا جاتا ہے) ابوزرع کی باندی

کا بھی کیا کمال بتاؤں ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہ کہتی تھی... کھانے تک کی چیز بھی بے اجازت خرچ نہیں کرتی تھی... گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی...

مکان کو صاف شفاف رکھتی تھی ہماری یہ حالت تھی لطف سے دن گزر رہے تھے کہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے ابوزرع گھر سے نکلا... راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی جس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے... (چیتے کے ساتھ تشبیہ کھیل کود میں ہے اور اناروں سے یا تو حقیقۃً انار مراد ہیں کہ ان کو لڑھکا کر کھیل رہے تھے یا دو اناروں سے اس عورت کے دونوں پستان مراد ہیں) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کر لیا (طلاق اس لئے دی کہ سوکن ہونے کی وجہ سے اس کو رنج نہ ہو اور اس کی وجہ سے مجھے طلاق دے دینے پر اس کے دل میں ابوزرع کی وقعت اور زیادہ ہو جائے) ایک روایت میں ہے کہ اس سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد وہ مجھے طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی... آخر مجھے طلاق دے دی...

اس کے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کر لیا... جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے... اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ گائے بکری وغیرہ وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیج دے لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں تو تب بھی ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہو سکتی...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قصہ سنا کر مجھے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے واسطے...

فائدہ... طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابوزرع کی کیا حقیقت... میرے ماں باپ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں... حق تعالیٰ جل شانہ ہر مسلم زوجین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع اس مضمون میں بھی نصیب فرمائے کہ یہ عفت کا باعث ہوتا ہے... آمین... بعض علماء نے اس قصہ میں یہ اشکال کیا ہے کہ جن عورتوں نے اپنے شوہروں کی برائیاں بیان کی ہیں وہ غیبت ہے... جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہوئی اور اگر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قصہ کو ارشاد فرمایا تو اشکال اور بھی قوی ہو جاتا ہے... مگر صحیح یہ ہے کہ غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے... کسی غیر معروف شخص کا حال بیان کرنا جس کو لوگ نہ جانتے ہوں غیبت نہیں ہے... (از شمائل ترمذی)

صنفِ نازک کے حقوق کا اہتمام

حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو اپنی بیویوں کے حقوق ادا کرنے پر جس طرح بار بار اور بہ تکرار متوجہ فرمایا ہے... اس کے نتیجے میں چند سال کے اندر صنف ضعیف کو جو آزادی حاصل ہو گئی تھی اس کا اندازہ بھی آستانہ نبوی کے ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بر بنائے بشریت کبھی کبھی کچھ عارضی شکوہ بھی ہو جاتا تھا... ممکن ہے اس رنج اور شکوے کی کوئی حقیقت اور اساس ہوتی ہی نہ ہو اور یہ ناز کا ایک انداز ہی ہوتا ہو...

دیکھئے سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سن میں بہت فرق تھا ایک ذہین اور طباع اور پھر کمسن لڑکی کا مزاج' مذاق رنگ طبیعت' انداز فکر' دلچسپیاں' غرض ہر چیز ایک پختہ عمر' سنجیدہ' متین' ثقہ اور ذمہ دار شوہر سے مختلف ہونی چاہئے اور پھر شوہر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا سا' جن کے دوش پر ساری دنیا کی قیادت کا بار تھا جن کے دل میں ساری انسانیت کی اصلاح کا جذبہ تھا... جن کے ذہن میں سارے عالم کیلئے ایک نئے اور عظیم تر انقلاب کے منصوبے پرورش پا رہے تھے جن کو شوق تھا آدمی کو انسان بنانے کا'

جن کو فکر تھی نئے خطوط پر تشکیل جذبہ کی...

مختصر یہ کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دلچسپیاں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دلچسپیوں سے جدا نوعیت کی تھیں یا یوں کہئے کہ ان کے مزاجوں میں اتنا ہی بعد تھا... جتنا کہ بڑھاپے اور جوانی میں ہوتا ہے لیکن دوسروں کے جذبات کا پاس کرنا بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکھانا چاہتے تھے... دوسرے کی جائز خواہشوں کو حتی الامکان پورا کرنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضروری سمجھتے تھے...

ازواج کے ابتدائی زمانے میں تو آستانہ نبوی میں جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہت ہی کمسن سہیلیاں جمع ہو جایا کرتی تھیں... سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لاتے تو وہ بھاگ جاتیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بلا لیا کرتے تھے...

ایک دفعہ عید کا دن تھا حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ بچیاں جمع ہو کر گانے لگیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے تھے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ ڈھانپ لیا' لڑکیاں گاتی رہیں... اتفاقاً ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے اور بچیوں کو ڈانٹنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا... ان بچیوں کو گانے دو' یہ ان کی عید کا دن ہے...

مثالی ازدواجی زندگی کا واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ حضور کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اندر جانے کی اجازت مانگی لیکن انہیں اجازت نہ ملی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر اجازت مانگی تو انہیں بھی نہ ملی لیکن تھوڑی دیر کے بعد دونوں حضرات کو اجازت مل گئی دونوں حضرات اندر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے اردگرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خاموش تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل

میں کہا کہ میں ضرور ایسی بات کروں گا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آ جائے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ دیکھتے کہ میری بیوی بنت زید نے ابھی مجھ سے خرچہ مانگا تھا تو میں نے اس کی گردن پر مارا تھا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے...

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بھی میرے چاروں طرف بیٹھی ہوئی مجھ سے خرچہ مانگ رہی ہیں یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مارنے کے لئے ان کی طرف اٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف اٹھے دونوں کہہ رہے تھے تم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کچھ مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو مارنے سے روک دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کہنے لگیں اللہ کی قسم اس مجلس کے بعد ہم کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ ہو پھر اللہ نے اختیار دینے والی آیت نازل فرمائی جس میں ازواج مطہرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے، نہ رہنے میں اللہ نے اختیار دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے فرمایا میں تمہارے سامنے ایک بات رکھوں گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس میں جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ بات کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ. (سورۃ احزاب: آیت ۲۹،۲۸)

ترجمہ:... ''اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال ومتاع (دنیوی) دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور عالم

آخرت کو تو تم میں نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجرعظیم مہیا کر رکھا ہے..."

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا میں آپ کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں؟ ہرگز نہیں بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول کو ہی اختیار کروں گی اور میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ اپنی بیویوں میں سے کسی کو نہ بتائیں کہ میں نے کیا اختیار کیا ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سکھانے والا اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے تمہارے اختیار کے بارے میں جو عورت بھی پوچھے گی میں اسے بتا دوں گا... (عند ابی حاتم واخرجہ البخاری و مسلم عن عائشہ مثلہ)

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہوگئیں۔ اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے کچھ کھجوریں بھیجیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں اٹھا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آگے رکھ دیں اور ارشاد فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فوراً جلدی سے بولیں تو کیا میں اپنے والد کا نام لیکر کھاتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سن کر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک ہنستے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع سے لوٹے تو میرے سر میں درد تھا، میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر، ہائے میرا سر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! میرا سر (یعنی بطور مزاح فرمایا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کوئی بات نہیں اگر تو اس سر درد میں مرگئی تو میں

تجھ کو کفن دوں گا اور تیری نماز جنازہ پڑھا کر تجھے دفن کر دوں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ آپ میرے بعد میرے گھر میں اور بیوی لائیں گے؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

ایک بوڑھی عورت سے خوش طبعی

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت جس کا نام حضرت صفیہ بن عبدالمطلب تھا تشریف لائیں (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور میرے والد کی پھوپھی تھیں) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمادے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں کی ماں جنت میں بوڑھیاں داخل نہیں ہوں گی وہ سن کر روتی ہوئی واپس چلی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کہا جاؤ اس کو خبر دو کہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوں گی (بلکہ جوان ہو کر داخل ہوں گی) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو جوان باکرہ (کنواری) بنایا ہے۔

اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اظہار محبت

ایک مرتبہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملنے کیلئے آئے دونوں بہن بھائیوں میں بہت زیادہ محبت تھی اور آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ (ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) سے مخاطب ہو کر فرمایا "ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا)! کیا معاویہ (رضی اللہ عنہ) تمہیں بہت پیارا ہے؟" ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "

ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے بھائی سے بہت پیار ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر یہ تمہیں بہت پیارا ہے تو مجھے بھی بہت پیارا ہے"۔ (رہبر کامل)

عورتوں کے حقوق کا تحفظ

حضرت عمرو بن احوص جیشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا.... پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمائی پھر کچھ باتوں کی نصیحت کی.... پھر فرمایا: لوگو سنو! عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔

تمہیں ان کے ساتھ سختی کرنے کا کوئی حق نہیں.... سوائے اس صورت کے کہ جب ان کی طرف کھلی ہوئی نافرمانی سامنے آئے اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو خوابگاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور انہیں مارو بھی لیکن ایسی مار ہو کہ کوئی شدید چوٹ نہ آئے. پھر اگر وہ تمہارا کہنا ماننے لگیں تو انکو خواہ مخواہ ستانے کی راہیں مت ڈھونڈو....

دیکھو سنو! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تم پر ہیں....

ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ان لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہ گھسنے دیں جن کا آنا تم ناپسند کرتے ہو اور سنو! تم پر ان کا یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ....(ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں سے محبت و حُسنِ سلوک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایک بڑا حصہ ملا... چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیتے اور اپنی خاص مجلس میں بٹھاتے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ کو پکڑ کر چومتیں اور اپنی خاص مجلس میں بٹھاتیں... (سنن ابوداؤد، ترمذی اور نسائی)

بیٹیوں کی اس قدر محبت اور عزت کے باوجود بھی جب یہ آیت "تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ" نازل ہوئی تو ابولہب کے دونوں بیٹے عتبہ اور عتیبہ سے صبر اور احتساب کرتے ہوئے اپنی دونوں بیٹیوں رُقیہ اور اُم کلثوم کی طلاق پر راضی ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بالکل ہی ناپسند کیا کہ دین کی مہم کو چھوڑ دیں یا اس سے پھر جائیں... قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکیاں دیں اور ڈرایا... یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو طلاق بھی دے دی گئی... پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت قدم رہ کر صبر سے کام لیا اور دعوتِ دین کے مشن کو جاری رکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹی کیلئے بہترین استقبال اور خوش دلی کی صورتوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمائی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیویاں جمع ہوئیں اور کوئی بھی باقی نہ رہی...

پھر حضرت فاطمہ آئیں... بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان کی چال تھی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:....

''مرحبا میری بیٹی! اوران کو اپنے دائیں یا بائیں طرف بٹھا لیا۔'' (صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹیوں پر شفقت اور محبت میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت، خبر گیری اور ان کو درپیش مشکلات کو حل فرماتے...ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چکی پیستے پیستے جو ہاتھوں کا حال ہو گیا تھا تو اس کی شکایت کرنے اور خادم مانگنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں...اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ملے تو یہ سب حال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہہ دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کر دیا...

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمارے پاس تشریف لائے کہ ہم سونے کے لیے اپنے بستر پر جا چکے تھے...ہم نے اُٹھ کھڑا ہونا چاہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! اپنی جگہ پر رہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھ گئے... یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں محسوس کیا...پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں لونڈی اور غلام سے بہتر بات نہ بتاؤں؟ جب تم اپنے بستر پر سونے کیلئے جاؤ تو ۳۴ بار اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ کہو... یہ تم دونوں کیلئے لونڈی اور غلام سے بہتر ہے۔'' (صحیح بخاری)

شرم وحیا کا تقاضہ

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ زوجین بھی آپس میں بالکل بے شرم نہ ہو جایا کریں بلکہ حتی الامکان ستر کا خیال رکھیں... چنانچہ ایک مرسل روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں:

''اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ اَھْلَہٗ فَلْیَسْتَتِرْ وَلَا یَتَجَرَّدَانِ تَجَرُّدَ الْعِیْرَیْنِ...''

ترجمہ:......''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو حتی

الامکان ستر پوشی کرے اور جانوروں کی طرح بالکل ننگے نہ ہو جایا کریں..."

معلوم ہوا کہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے ستر کو نہ دیکھیں... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پوری زندگی نہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر دیکھا... نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا دیکھا... اس بات کا خاص لحاظ رکھ کر شرم وحیا کا ثبوت دینا چاہیے...

داماد سے لُطف وکرم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں پہنچے' گھر میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنہا تھیں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں تھے... بیٹی سے پوچھا: "کہاں ہیں تمہارے چچا کے بیٹے؟" بیٹی نے کہا: "میرے اور ان کے درمیان کچھ ناگواری ہوگئی' وہ مجھ پر بگڑ گئے اور خفا ہو کر کہیں چلے گئے... یہاں انہوں نے قیلولہ بھی نہیں کیا..."

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا: "ذرا دیکھ کے تو آؤ علی کہاں ہیں؟" اس آدمی نے بتایا: "وہ مسجد کی دیوار سے لگے سو رہے ہیں..." نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے نکلے' دیکھا کہ وہ چت لیٹے ہوئے ہیں' چادر بھی کچھ سرک کر گر گئی ہے اور جسم پر مٹی لگ رہی ہے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے "اُٹھ ابوتراب! اُٹھ ابوتراب!"

ازدواجی زندگی میں فرحان وشادمان

حضرت عمرہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بیویوں کے پاس تنہائی میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول کیا ہوتا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تمہارے مردوں کی طرح ان کا معمول ہوتا تھا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ شریف' سب سے زیادہ نرم' بہت ہنسنے اور مسکرانے والے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کے بغیر دعوت قبول نہیں

صحیح مسلم، کتاب الاشربہ میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہمسایہ تھا جو فارسی (ایرانی) تھا۔ وہ شوربا بڑا مزیدار بناتا تھا۔ اس نے ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کرنے کے لئے بڑا شاندار شوربا تیار کیا۔ اب وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ دعوت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بھی ہے؟ فارسی نے کہا! جی نہیں...... اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب دیا۔ تب تو میں بھی نہیں جاؤں گا۔ تھوڑی دیر گزری وہ دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عائشہ رضی اللہ عنہا بھی چلے؟ ایرانی پھر بولا...... جی نہیں!

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ پھر میں بھی نہیں جاؤں گا۔

وہ چلا گیا اور تیسری بار پھر حاضر خدمت ہو کر بلانے آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی بات دہرائی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی شوربے کی دعوت ہے کہ نہیں؟ اب کے ایرانی بولا: جی دعوت ہے۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے چل رہے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیچھے پیچھے چل رہی تھیں حتیٰ کہ وہ ایرانی کے گھر میں جا داخل ہوئے۔

اللہ اللہ! قربان جاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز پر...... فارسی بار بار آتا رہا مگر میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برا نہیں منایا کہ یوں کہہ دیتے۔ جا بابا ہم نہیں آتے۔ رہے ہم تیری دعوت سے۔ ایک بار جو کہہ دیا۔ جی ہاں! ہم ہوتے تو ایسا ہی کرتے مگر یہ تو میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کہتے؟

اور قربان جاؤں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کریمانہ اَخلاق پر بھی کہ انہوں نے یہ نہیں کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ جایئے مجھے رہنے دیجئے۔

یا یہ کہ! فارسی نے میرا جانا مناسب نہیں سمجھا تو اب میں تو نہیں جاؤں گی......اور پھر میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی کا بار بار آنا اور ایک ہی بات کہنے کا بالکل برا نہیں منایا......اگر شوربہ کم بھی تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو کفایت کر جاتا ہے۔ دو آدمیوں کا کھانا چار کے لئے کافی ہو جاتا ہے......

بہر حال! میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ کے بغیر نہیں گئے، کہ میں تو وہاں بیٹھا شوربہ پیتا رہوں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا گھر میں بیٹھی رہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وارے میں نہیں ہے۔ لہٰذا آخر کار فارسی کو ہی ہار ماننا پڑی......میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کو بھی دعوت دینا ہی پڑی......جی ہاں! یوں خیال کیا کرتے تھے، میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گھر والیوں کا

اللہ کی خاطر جسم کو مشقت میں ڈالنا

ابوداؤد، کتاب التطوع میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں عورتوں کے حصے میں گئے تو وہاں کیا دیکھا رسی بندھی ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ صحابہ نے بتایا، یہ رسی زینب رضی اللہ عنہا کی ہے۔ نوافل ادا کرتی ہیں جب سُست پڑ جاتی ہیں یا تھک جاتی ہیں تو اس رسی کو تھام لیتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اس رسی کو کھول دو۔ اور فرمایا: تمہیں چاہئے جب تک چُستی میں نماز پڑھی جائے پڑھو، جب سُستی محسوس کرو یا تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔

جی ہاں! مسلمان اپنے ساتھ اتنا مہربان نہیں جس قدر میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے مہربان ہیں اور میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مہربانیاں قرآن احادیث کی صورت میں قیامت تک قائم رہیں گی اور انہی مہربانیوں کے شکریہ کے لئے محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود و سلام پڑھتے رہیں گے اور اجر پاتے رہیں گے۔

نواسوں پر شفقت ومحبت

❶ ...خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں خطبہ دے رہے تھے، دیکھا کہ مسجد میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بھی آ رہے ہیں، مسجد کے صحن میں تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے نانا جان کے پاس جلد پہنچنا چاہتے ہیں لیکن قدم لڑکھڑا رہے ہیں اور ہر قدم پر خطرہ ہے کہ کہیں گر نہ جائیں... چھوٹے چھوٹے معصوم بچے سرخ جوڑا پہنے بڑے پیارے لگ رہے ہیں، ننھی ننھی ٹانگیں لرز رہی ہیں، اور وہ نانا جان کی طرف بڑھ رہے ہیں، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر تک تو دیکھتے رہے مگر ضبط نہ کر سکے، منبر سے اُترے، نواسوں کو آغوش میں لیا اور لے جا کر اپنے سامنے بٹھالیا، اب سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، خدا نے کتنی سچی بات فرمائی ہے...

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ

فی الواقع تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے ذریعہ آزمائش ہیں...
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے، ''حسین میرا ہے اور میں حسین کا... خدا اس سے محبت رکھے جو میرے حسین سے محبت رکھتا ہے...''

❷ ...حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبت کرنے والے نانا کے پیروں پر پیر رکھے کھڑے تھے... آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا بیٹے! اور اوپر چڑھ آؤ، اور وہ اوپر چڑھتے چڑھتے اس سینے پر چڑھ آئے جس میں پوری انسانیت کا درد تھا، نانا جان نے پیار سے نواسے کا منہ چوما اور خدا سے التجا کی ''پروردگار! میں اس سے پیار کرتا ہوں تو بھی اس سے پیار کر...''

❸...خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے یہاں مدعو تھے، تیز تیز قدموں سے جا رہے تھے، چلتے چلتے رُک گئے... پیارے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ راستے میں کھیل رہے تھے... آپ نے آگے بڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور نواسے کو سینے سے لگانے کے لیے بلایا... حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہنسے اور دوڑتے ہوئے آئے مگر پاس آ کر ہر بار کترا جاتے اور بچ کر نکل جاتے...

آخر ایک بار پکڑ میں آ گئے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر رکھا اور ایک ہاتھ ان کے سینے پر اور مبارک سینے سے جوشِ محبت میں چمٹا لیا... پھر بڑے پیار سے فرمایا ''حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں...''

❹...آپ ایک شاہراہ سے گزر رہے ہیں، پیارا نواسہ اس کندھے پر سوار ہے جس پر پورے عالم کی قیادت کا بوجھ تھا... راہ میں کسی نے کہا، کیا اچھی سواری ہاتھ آئی ہے تمہیں صاحبزادے! پیار کرنے والے نانا نے کہا، ''سوار بھی کیسا اچھا ہے...''

❺...خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں وہ نماز جس کے خلوص اور خشوع وخضوع کی کوئی رمق بھی مل جائے تو پوری اُمت کی نماز نماز ہو جائے... اسی دوران ایک پیاری معصوم بچی آتی ہے اور کندھے پر سوار ہو جاتی ہے، آپ رکوع میں جانا چاہتے ہیں اور بچی کندھے پر سوار ہے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت نرمی سے پیاری بچی کو کندھے سے اُتار دیتے ہیں اور خدا کے حضور رکوع وسجود کرتے ہیں، پھر کھڑے ہوتے ہیں تو بچی پھر سوار ہو جاتی ہے، نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو پیاری نواسی کو نہ ڈانٹتے ہیں نہ جھڑکتے ہیں بلکہ جوشِ محبت میں سینے سے لپٹا لیتے ہیں...

ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ تحفے آئے، اچھے تحفے، ان تحفوں میں ایک سنہرا خوبصورت ہار بھی تھا، یہی بچی ایک کونے میں کھیل رہی تھی، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ ہار تو میں اپنے گھر والوں میں سے اسے دوں گا

جو مجھے بہت زیادہ پیاری ہے، لوگوں نے سمجھا ضرور آپ یہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے کی زینت بنائیں گے...

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیلنے والی پیاری بچی کو اپنے پاس بلایا، پیار کیا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ ہار پیاری نواسی امامہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ڈال دیا...

❻... پیاری بیٹی زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شفیق باپ کے پاس قاصد بھیجا اور کہلوایا میرے بچے کی جاں کنی کا نازک وقت ہے، ذرا دیر کے لیے تشریف لے آیئے... خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام پہنچا تو قدرتی طور پر غمزدہ ہوئے، ضبط سے کام لیا اور قاصد سے کہلا بھیجا۔

بیٹی! تم پر سلامتی ہو، جو کچھ خدا نے لے لیا وہ خدا ہی کا ہے اور جو کچھ اس نے عطا فرمایا وہ بھی خدا ہی کا ہے، ہر چیز کا اس کے یہاں وقت مقرر ہے... بیٹی! صبر سے کام لو خدا تمہیں ضرور اس کا بہترین صلہ دے گا...

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جاں کنی کا منظر دیکھ کر بے حال تھیں، جگر گوشہ گود میں پڑا اور اپنی آخری گھڑیاں پوری کر رہا تھا، آپ نے پھر قاصد بھیجا اور کہلوایا، حضور ضرور تشریف لائیں بڑا سخت وقت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے... آپ کے ہمراہ حضرت سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، اُبی ابن کعب، زید بن ثابت اور کچھ دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی تھے، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے یہاں پہنچے تو بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا گیا... بچے کی جاں کنی ہو رہی تھی، معصوم بچہ آخری ہچکیاں لے رہا تھا، نواسے کی یہ کیفیت دیکھ کر بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو ٹپاٹپ گرنے لگے...

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ! یہ کیا آپ رو رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا یہ رحم ہے رحم، جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جو آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں...

میرے بیٹوں کو بلاؤ

خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ
ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا
میرے بچے (حسن وحُسین رضی اللہ عنہما) کہاں ہیں؟

میں نے عرض کیا آج ہم صبح اُٹھے تو گھر میں چکھنے کو بھی کوئی چیز نہ تھی، ان کے والد نے کہا میں ان دونوں کو لے کر باہر جاتا ہوں اگر گھر پر رہیں گے تو تمہارے سامنے روئیں گے اور کھلانے کو تمہارے پاس کچھ ہے ہی نہیں چنانچہ وہ انہیں لے کر فلاں یہودی کی طرف گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ادھر ہی تشریف لے گئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں بچے ایک صراحی سے کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے بچا کھچا ادھ کٹا قسم کا کچھ کھجور ہے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اب بچوں کو گھر لے چلو دھوپ بڑھ رہی ہے، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آج صبح سے ہمارے گھر میں ایک دانہ نہیں ہے اگر آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کیلئے کچھ بچے کھچے کھجور جمع کرلوں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے یہاں تک کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کچھ بچے ہوئے کھجور جمع ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھجور ایک کپڑے میں باندھ لئے اور بڑھ کر دونوں کو گود لیا اور اٹھا کر لے آئے...

حضرت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں...

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کی کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے میرے بیٹوں کو بلاؤ! پھر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم انہیں سینے سے لگاتے...

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ...ایک دفعہ میں کسی ضرورت کیلئے رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کپڑے کے اندر کوئی چیز آپ نے اٹھائی ہوئی تھی مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھا جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کپڑے میں کیا چیز ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اٹھایا تو وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا...

یہ میرے بیٹے ہیں، میرے نواسے ہیں، اے اللہ!

میں ان سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت کریں اور جو ان سے محبت رکھے ان سے بھی آپ محبت کریں...

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز دوڑتے ہوئے آئے اور آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی داڑھی پکڑ کر دکھایا کہ یہ)

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک ہاتھ سے پکڑنے لگے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دہن مبارک کھول کر ان کے منہ میں ڈالنے لگے اور فرماتے جارہے تھے...

"اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما" یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمائی...

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ نے خود آپ کو شہد چٹایا اور ان کے دہن پاک کو اپنی زبان بابرکت سے تر کیا، دعائیں دیں اور حسین نام رکھا...

بچوں کیساتھ شفقت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بیان فرمار ہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ (گھر سے) نکلے ان کے گلے میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو لٹک رہا تھا اور زمین پر گھسٹ رہا تھا کہ اس میں ان کا پاؤں الجھ گیا اور وہ زمین پر چہرے کے بل گر گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اٹھانے کے ارادے سے منبر سے نیچے اترنے لگے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لے کر اٹھالیا اور فرمایا شیطان کو اللہ مارے اولاد تو بس فتنہ اور آزمائش ہی ہے اللہ کی قسم! مجھے تو پتہ ہی نہ چلا کہ میں منبر سے کب نیچے اتر آیا۔ مجھے تو بس اس وقت پتہ چلا جب لوگ اس بچے کو میرے پاس لے آئے۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آکر آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں گئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر کھڑے ہو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر انہیں چھوڑ دیا تو وہ چلے گئے۔ (اخرجہ البزار)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہیں کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ آپ نے انہیں نیچے نہ اتارا (بلکہ یوں ہی آپ سجدے میں رہے) یہاں تک کہ وہی خود نیچے اترے اور کبھی آپ ان کے لئے دونوں ٹانگیں کھول لیا کرتے اور وہ ایک طرف سے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

نیچے سے گزر کر دوسری طرف سے نکل جاتے۔ (عند الطبرانی)

ایک صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھے بتائیں کہ لوگوں میں سے کس کی شکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ ملتی تھی انہوں نے کہا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی شکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ ملتی تھی۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے سب سے زیادہ محبت تھی بعض دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے یہ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے اور جب تک یہ الگ نہ ہو جاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے نہ اٹھتے بعض دفعہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ کے نیچے داخل ہو جاتے تو آپ ان کیلئے اپنے پاؤں کھول دیتے تو وہ ان کے درمیان سے نکل جاتے۔ (عند البزار)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زبان اور ہونٹ کو چوس رہے تھے اور جس زبان اور ہونٹ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چوسا ہو اسے کبھی عذاب نہیں ہو سکتا۔ (اخرجہ احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ شفقت کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صاحبزادہ تھا جو مدینہ کے کنارے کے محلّہ میں کسی عورت کا دودھ پیا کرتا تھا اس عورت کا خاوند لوہار تھا ہم اسے ملنے جایا کرتے تو اس لوہار کا سارا گھر بھٹی میں اذخر گھاس جلانے کی وجہ سے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس بیٹے کو چوما کرتے تھے اور ناک لگا کر اسے سونگھا کرتے۔ (اخرجہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بیٹیاں لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے تین کھجوریں دیں اس نے ہر بیٹی کو ایک کھجور دی اور ایک کھجور اپنے منہ میں رکھنے لگی وہ

دونوں بچیاں اسے دیکھنے لگیں اس پر اس نے (اس کھجور کو نہ کھایا بلکہ) اس کھجور کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور چلی گئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس عورت کا یہ قصہ انہوں نے حضور کو بتایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے اس (مشفقانہ رویہ کی) وجہ سے جنت میں داخل ہو گئی ہے۔ (اخرجہ البزار)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جسے وہ (از راہ شفقت) اپنے ساتھ چمٹانے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم اس بچے پر رحم کر رہے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔

حضور نے فرمایا تم اس پر جتنا رحم کھا رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ تم پر رحم فرما رہے ہیں وہ تو ارحم الراحمین ہیں تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔ (اخرجہ البخاری فی الادب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں اس کا ایک بیٹا آیا اس نے اسے چوم کر اپنی ران پر بٹھا لیا۔ پھر اس کی ایک بیٹی آ گئی اس نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے دونوں سے ایک جیسا سلوک کیوں نہیں کیا؟ (بیٹی کو نہ چوما اور نہ اسے ران پر بٹھایا)۔ (اخرجہ البزار)

اَخلاقِ نبوی

یعنے

رَوِیّے ہمارے حضور کے

صلّی اللہ علیہ وسلّم

● .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی
پڑوسیوں اور قریبی عزیزوں کے
حق میں سراپا رحمت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا اکرام

جب حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم جو حضرت علی بن ابی طالب کی والدہ تھیں کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: آپ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل کریں۔ میری ماں کے بعد آپ میری ماں تھیں، خود بھوکی رہتیں اور مجھے کھلاتیں، خود گزارہ کر لیتیں مجھے کپڑے دلواتیں، اپنے آپ پر اچھے کھانے ممنوع کر رکھے تھے اور مجھے کھلا دیتی اور مقصود صرف آخرت اور اللہ کی رضا تھی۔

پھر آپ نے نہلانے کا حکم دیا جب کافور ملا پانی لایا گیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے پانی ان پر بہایا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض اتاری اور ان کو پہنا دی اور اس کے اوپر کفن پہنایا۔

پھر آپ نے اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور ایک حبشی لڑکے کو بلایا اور قبر کھودنے کا حکم فرمایا، جب لحد بنائی گئی تو آپ نے خود بھی تھوڑا سا کھودا اور پھر اس میں لیٹ گئے اور فرمانے لگے:

پاک ہے وہ ذات اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں جو زندہ بھی کرتا ہے اور موت بھی دیتا ہے۔ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا، اے پاک ذات! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور ان کی رہنمائی فرما اور اپنے آخری نبی کے صدقے اور ان انبیاء کے صدقے جو اس سے پہلے تھے ان کے صدقے ان کی قبر کو وسیع فرما اس لئے کہ تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

پھر آپ نے ان کی نماز پڑھی اور حضرت عباس اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کو قبر میں اتارا۔ (حلیۃ الاولیاء)

برادری اور بہن بھائیوں سے حُسنِ سلوک

مجاہدین اسلام نے قبیلہ بنی ہوازن پر حملہ کیا اور بہت کچھ سامان، لونڈی غلام قبضے میں آئے، ان عورتوں میں حارث کی بیٹی شیما بھی تھیں، یہ باندیاں بھی خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئیں تو شیما دیر تک ٹکٹکی باندھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتی رہیں، پھر بولیں جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں تمہاری رضاعی بہن شیما ہوں، دیکھو یہ میری نشانی ہے جس سے تم واقف ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نشانی دیکھی تو کچھ یادیں تازہ ہوگئیں، آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ منظر یاد آ گیا جب شیما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ سعدیہ کی گود میں کھلایا کرتی تھیں... شیما بولیں، محمد! تمہیں یاد ہے جب میں تمہیں گود میں لیے کھلاتی تھی اور یہ گیت گایا کرتی تھی:

يَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا حَتّٰى اَرَاهُ يَافِعًا وَاَمْرَدًا

ثُمَّ اَرَاهُ سَيِّدا مَسْعُوْدًا وَاكَبْتُ اَعَادِيَه الْحُسَّدًا

ترجمہ: اے ہمارے رب! محمد کو جیتا رکھ کہ ہم اپنی آنکھوں سے ان کو جوان دیکھیں، پھر ہم اس کو ایک معزز سردار دیکھیں اور اس سے حسد رکھنے والے دشمن، ذلیل اور سرنگوں ہوں، خدایا! تو اس کو ایسی عزت عطا کر جو ہمیشہ ہمیشہ رہے...

خدا کا شکر ہے یہ سب کچھ آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور شیما کی آنکھوں سے خوشی کے دو موٹے موٹے آنسو ٹپک پڑے، انہیں اسیرانِ جنگ میں آپ کی رضاعی بہن حضرت شیما بھی تھیں، لوگوں نے جب اُن کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں، لوگ تصدیق کے لیے آپ کی خدمت میں لے کر آئے، شیما نے کہا اے محمد! میں تمہاری بہن ہوں اور علامت بتلائی کہ لڑکپن میں ایک مرتبہ تم نے دانت سے کاٹا تھا جس کا یہ نشان موجود ہے..

.آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا اور مرحبا کہا اور بیٹھنے کے لیے چادر بچھا دی اور فرطِ مسرت سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت عزت و احترام کے ساتھ تم کو رکھوں گا اور اگر اپنے قبیلہ میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے... شیما نے کہا میں اپنی قوم میں جانا چاہتی ہوں اور مسلمان ہو گئیں...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے ہوئے ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطا فرمائی... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں بچپن کا پورا منظر گھوم گیا، پرانی یادیں تازہ ہو گئیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، اپنی پاک چادر اپنے ہاتھ سے بچھائی، بڑی بہن کو عزت کے ساتھ اس پر بٹھایا، کچھ دیر باتیں کرتے رہے، خوشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دمک رہا تھا، پھر بہن سے کہا، اگر تم میرے پاس رہنا پسند کرو تو یہاں تمہیں ہر طرح کا آرام ملے گا، عزت و آسائش سے یہاں رہو گی اور اگر اپنے قبیلے ہی میں واپس جانا چاہتی ہو تو تمہیں وہیں آرام و عزت کے ساتھ روانہ کرا دیا جائے...

شیما نے کہا، پیارے بھائی! سب سے پہلے تو مجھے کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل کرو، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کلمہ پڑھ کر شیما اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئیں... پھر درخواست کی یا رسول اللہ! اب مجھے میرے قبیلے ہی میں واپس بھیجنے کا انتظام فرما دیجئے... آپ نے شیما کو تین غلام، ایک باندی، ایک بکری اور کچھ نقد رقم دے کر عزت و اکرام کے ساتھ رُخصت کر دیا...

پڑوسیوں کے حق میں سراپا رحمت

انسان کا اپنے ماں، باپ، اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے اور اس کی خوشگواری اور ناخوشگواری کا زندگی کے چین و سکون پر اور اَخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم و ہدایت میں ہمسائیگی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اس کے احترام و رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ اس کو جزو ایمان اور جنت میں داخلہ کی شرط اور اللہ و رسول کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشادات پڑھیے:

❶ ...ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے چلا' وہاں پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب کھڑے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہیں' میں نے خیال کیا کہ شاید انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کام ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور ان سے باتیں ہو رہی ہیں' بڑی دیر ہوگئی' یہاں تک کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھک جانے کے خیال نے بے چین کر دیا' بہت دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے اور میرے پاس آئے' میں نے کہا حضور! اس شخص نے تو آپ کو بہت دیر تک کھڑا رکھا' میں تو پریشان ہوگیا' آپ کے پاؤں تھک گئے ہوں گے' آپ نے فرمایا: اچھا تم نے ان کو دیکھا؟ میں نے کہا ہاں! خوب اچھی طرح دیکھا' فرمایا جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے' مجھے پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے حقوق بیان کیے کہ مجھے کھٹکا ہوا کہ غالباً آج تو پڑوسی کو وارث ٹھہرا دیں گے۔ (مسند امام احمد)

❷ ...بزار میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی تین قسم کے ہیں:

❶ ...ایک وہ پڑوسی جس کا صرف ایک ہی حق ہے اور وہ (حق کے لحاظ سے) سب سے کم درجہ کا پڑوسی ہے۔

❷ ...دوسرا وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں۔

❸ ...اور تیسرا وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں۔

ایک حق والا وہ مشرک (غیر مسلم) پڑوسی ہے جس سے کوئی رشتہ داری نہ ہو' اس کا

صرف پڑوسی ہونے کا حق ہے اور دو حق والا وہ پڑوسی ہے جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہو‘ اس کا ایک حق مسلمان ہونے کی وجہ سے ہے اور دوسرا پڑوسی ہونے کی وجہ سے۔

اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہو‘ مسلمان بھی ہو اور رشتہ دار بھی ہو تو اس کا ایک حق مسلمان ہونے کا ہوگا‘ دوسرا پڑوسی ہونے کا اور تیسرا حق رشتہ داری کا ہوگا۔

تشریح: اس حدیث میں صراحت اور وضاحت فرمادی گئی ہے کہ پڑوسیوں کے جو حقوق قرآن وحدیث میں بیان کیے گئے ہیں اور ان کے اکرام اور رعایت وحسن سلوک کی جو تاکیدیں فرمائی گئی ہیں اُن میں غیر مسلم پڑوسی بھی شامل ہیں اور ان کے بھی وہ سب حقوق ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے یہی سیکھا۔ جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن اُن کے گھر بکری ذبح ہوئی‘ وہ تشریف لائے تو انہوں نے گھر والوں سے کہا:

”تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لیے بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لیے بھی بھیجا؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرائیل علیہ السلام (اللہ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث بھی قرار دے دیں گے۔“

افسوس ہے کہ عہد نبوی سے جتنا بعد ہوتا گیا‘ اُمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ہدایات سے اُسی قدر دور ہوتی چلی گئی...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے بارے میں جو وصیت اور تاکید اُمت کو فرمائی تھی‘ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد بھی اس پر اُمت کا عمل رہا ہوتا تو یقیناً آج دُنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت کی قدر وقیمت سمجھیں اور اس کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ (معارف الحدیث:۶/۱۰۰)

❸ ...مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے دو پڑوسی ہیں' میں ایک کو ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں تو کسے بھجواؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا دروازہ قریب ہو۔ (ابن کثیر)

❹ ...طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا' لوگوں نے آپ کے وضو کے پانی کو لینا اور ملنا شروع کیا۔ آپ نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں۔ آپ نے فرمایا:

جسے یہ خوش لگے کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب بات کرے تو سچ بولے' جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو امانت داری کے ساتھ اس کو ادا کرے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

❺ ...مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جو جھگڑا خدا کے سامنے پیش ہوگا وہ دو پڑوسیوں کا ہوگا۔

❻ ...مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے جبرئیل علیہ السلام پڑوسیوں کے بارے میں یہاں تک وصیت و نصیحت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ پڑوسیوں کو وارث بنادیں گے۔

❼ ...آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بہتر ساتھی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خوش سلوک زیادہ ہو اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو ہمسایوں سے نیک سلوک زیادہ ہو۔

❽ ...ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا کہ زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا وہ حرام ہے' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام کیا ہے اور قیامت تک وہ حرام ہی رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! دس عورتوں سے زنا کرنے والا اس شخص کے گناہ سے کم گنہگار ہے جو اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔ پھر دریافت فرمایا:

تم چوری کی نسبت کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے اور وہ بھی قیامت تک حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! دس گھروں سے چوری کرنے والے کا گناہ اس شخص کے گناہ سے ہلکا ہے جو اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرائے۔

9 ... صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی ایک نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا پھر کون سا؟ فرمایا تو اپنی پڑوسن سے زنا کرے۔

10 ... مسند بن حمید میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص عوالی مدینہ سے آیا' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اس جگہ نماز پڑھ رہے تھے جہاں جنازوں کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ دوسرا کون سا شخص نماز پڑھ رہا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ سولم نے فرمایا: تم نے انہیں دیکھا؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا: تم نے بہت بڑی بھلائی دیکھی' یہ جبرائیل علیہ السلام تھے' مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ عنقریب اسے وارث بنا دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۶۱)

بداَخلاق پڑوسی کی اِصلاح

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص حاضر ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا پڑوسی مجھے اتنا ستاتا ہے کہ اس نے میری زندگی تلخ کردی میں نے خوشامدیں کرلیں سب کچھ کرلیا مگر ایسا موذی ہے کہ رات دن مجھے ایذا پہنچاتا ہے یا رسول اللہ! میں کیا کروں میں تو عاجز آ گیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں تدبیر بتلاتا ہوں، وہ یہ کہ سارا سامان گھر سے نکال کر سڑک پر رکھ دے اور سامان کے اوپر بیٹھ جا اور جو آ کے پوچھے کہ بھائی گھر کے ہوتے ہوئے سڑک پر کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ کہنا کہ پڑوسی ستاتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بھائی گھر چھوڑ دو، اس واسطے میں نے چھوڑ دیا۔

چنانچہ لوگ آئے پوچھا کہ بھئی! گھر کیوں چھوڑ دیا گھر موجود ہے سامان یہاں کیوں ہے؟ اس نے کہا جی کیا کروں، پڑوسی نے ستانے میں انتہا کر دی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بھئی گھر چھوڑ دے تو جو سنے وہ کہے لعنت اس پڑوسی کے اوپر جو آ رہا ہے، واقعہ سن رہا ہے لعنت لعنت کرتا ہے مدینہ میں صبح سے شام تک ہزاروں لعنتیں اس پر ہوئیں۔ لعنتوں کی تسبیح پڑھی جانے لگی۔

وہ پڑوسی موذی عاجز آیا اس نے آگے ہاتھ جوڑے اور کہا خدا کے واسطے گھر چل میری زندگی تو تباہ و برباد ہوگئی اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ عمر بھر اب کبھی نہیں ستاؤں گا بلکہ تیری خدمت کروں گا اب انہوں نے نخرے کرنے شروع کر دیئے کہ بتا پھر تو نہیں ستائے گا؟ اس نے کہا حلف اٹھاتا ہوں کبھی نہیں ستاؤں گا الغرض اسے گھر میں لایا سارا سامان خود رکھا اور روزانہ ایذاء پہنچانے کے بجائے خدمت شروع کر دی۔

تو تدبیر کارگر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تدبیر عقل سے بتلائی تھی وحی کے ذریعہ سے نہیں تو پیغمبر عقلمند بھی اتنے ہوتے ہیں کہ انکی عقل کے سامنے دنیا کی عقل گرد ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل اللہ سے تعلق قوی ہونے کا نام ہے اللہ سے تعلق ہوگا تو دل کا راستہ سیدھا ہوگا۔

عقلمندی یہی ہے کہ اخیر تک کی بات آدمی کو سیدھی نظر آ جائے وہ بغیر تعلق مع اللہ کے نہیں ہوتی تعلق اللہ سے نہ رہے پھر آدمی عقلمند بنے وہ عقل نہیں چالاکی وعیاری ہوتی ہے عیاری اور چیز ہے عقلمندی اور چیز ہے چالاکی میں دھوکہ دہی ہوتی ہے دھوکہ دہی سے اپنی غرض پوری کی جاتی ہے عقل میں کسی کو دھوکہ نہیں دیا جاتا سیدھی بات تدبیر

سے انجام دی جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی نسبت اللہ سے کس کا تعلق زیادہ مضبوط ہوسکتا ہے؟ تو ان سے زیادہ عقل بھی کس کی کامل ہوسکتی ہے؟ (تفسیر ابن کثیر)

پڑوسی کا اکرام

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے پڑوسی کا کیا حق ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ بیمار ہوجائے تو تم اس کی عیادت کرو اور اس کا انتقال وہ جائے تو تم اس کے جنازے میں جاؤ اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو تم اسے قرضہ دے دو۔ اور اگر وہ فقیر اور بدحال ہوجائے تو تم اس کی پردہ پوشی کرو (کہ ایسے چپکے سے اس کی مدد کرو کہ کسی کو اسکا پتہ نہ چلے) اور اگر اسے کوئی اچھی چیز حاصل ہوجائے تو تم اسے مبارک باد دو اور اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو تم اس کو تسلی دو اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اونچی نہ بناؤ اس سے اس کی ہوا بند ہوجائے گی اور جب بھی تم ہنڈیا میں کوئی سالن پکاؤ تو چمچہ بھر کر اس میں سے اسے بھی دے دو ورنہ تمہارے سالن کی خوشبو سے اسے بے چینی اور تکلیف ہوگی (کیونکہ اس کے گھر میں کچھ نہیں ہے اور تمہارے ہاں ہے)۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوے میں تشریف لے جانے لگے تو فرمایا: آج ہمارے ساتھ وہ نہ جائے جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچائی ہو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا میں نے اپنے پڑوسی کی دیوار کی جڑ میں پیشاب کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آج ہمارے ساتھ مت جاؤ۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضرت قاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے پڑوسی سے جھگڑ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے پڑوسی سے جھگڑا نہ کرو کیونکہ پڑوسی تو یہاں ہی رہے گا اور (لڑانے والے) باقی لوگ چلے جائیں گے۔ (اخرجہ ابن المبارک)

اَخلاقِ نبوی

یعنے

رویّے ہمارے حضور کے

صلی اللہ علیہ وسلم

● ....حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے لطیف ذوقِ مزاح

اور تبسم آمیز واقعات

سرتاجِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح مبارک

لطافت اور حُسنِ مزاح انسانی فطرت ہے... لطیف و پاکیزہ مزاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے مگر آپ کے مزاح میں کوئی بات خلاف واقعہ یا مخاطب کی دل آزاری کا باعث نہ ہوتی تھی... مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ مانگنے والے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا میں تمہیں سواری کیلئے اونٹنی کا بچہ دے سکتا ہوں...

وہ صاحب حیران ہوئے تو یہ فرما کر ان کی حیرانی دور کردی کہ ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے... پس معلوم ہوا کہ ظرافت علم و فضل کے منافی نہیں بلکہ متین ولطیف ظرفات خوش مزاج یا اور شگفتہ دلی کی علامت ہے... لطیف و پاکیزہ مزاح سے آپس میں محبت بڑھتی ہے اور چھوٹوں کو اپنے بڑوں سے بات کرنے کا حوصلہ بلکہ سلیقہ حاصل ہوتا ہے...

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس سے لوگوں کو مانوس بنانا مقصود تھا... ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب سے لوگ کھل کر دل کی بات نہ کہہ سکتے...

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل خوش کرنے کیلئے کبھی کبھی مذاق فرما لیتے تھے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مذاق فرماتے ہیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں (مذاق میں بھی) حق ہی کہتا ہوں... (ترمذی)

معلوم ہوا کہ دل خوش کرنے کے لئے مذاق کیا جائے وہ بھی سچ اور صحیح ہونا چاہئے مذاق میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے...

ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے سواری عنایت فرمادیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کرادوں گا، اس شخص نے عرض کیا، میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹوں کو اونٹنیاں ہی جنتی ہیں، (یعنی اونٹ جتنا بڑا ہوجائے اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا)...(ترمذی)

دیکھو! اس مذاق میں ذرا سا بھی جھوٹ نہیں ہے، بات بالکل سچی ہے...

اسی طرح ایک بوڑھی عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! دعا فرمادیجئے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی، یہ سن کر وہ روتی ہوئی واپس چلی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ اس کو جا کر بتادو کہ (مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا میں جو بوڑھی عورتیں ہیں وہ جنت میں نہ جائیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ) جنت میں داخل ہوتے وقت کوئی عورت بھی بوڑھی نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ شانہٗ سب کو جوان بنادیں گے، لہٰذا یہ بڑی بی (بھی) جب جنت میں داخل ہوں گی بڑھیا نہ ہوں گی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ ایک آیت تلاوت فرمائی...

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا... (شمائل ترمذی)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاذاالاذنین (دو کان والے) کہہ کر پکارا...(جمع الفوائد)

ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے شوہر نے آپ کو مدعو کیا ہے، (بطور دعوت گھر پر تشریف لانے کی درخواست کی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟

وہ کہنے لگی اللہ کی قسم اس کی آنکھ سفید نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو...

(قال العراقی فی تخریج الاحیاء اخرجہ الزبیر بن بکار فی کتاب الفکاھۃ والمزاح الخ ۱۲)

(یعنی وہ سفیدی جو سیاہ ڈیلے کے چاروں طرف ہے)...

دیکھو! کیسا صحیح مذاق ہے، ایسا سچا مذاق درست ہے... بشرطیکہ اسے ناگوار نہ ہو جس سے مذاق کیا ہے... جب کسی کا دل خوش کرنے کے لئے مذاق کرنے میں بھی یہ شرط ہے کہ بات سچی ہو اور جس سے مذاق کیا جائے اس کو ناگوار نہ ہو تو کسی کا مذاق اڑانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ بہت سے مرد اور عورت اس کا بالکل خیال نہیں کرتے، اور جس کو کسی بھی اعتبار سے کمزور پاتے ہیں سامنے یا پیچھے اس کا مذاق اڑا دیتے ہیں، یہ سب گناہ ہیں، اس کو مسخرہ پن اور مخول اور ٹھٹھا بھی کہا جاتا ہے...

فائدہ...... یعنی اللہ تمام بوڑھی عورتوں کو قیامت کے دن جوان بنا کر اٹھالے گا اور جنت میں داخل کردے گا اس لئے جنت میں کوئی عورت بڑھیا نہیں جائے گی بلکہ جوان ہو کر جائے گی... بوڑھی عورتیں عام طور پر بات کو سوچے سمجھے بغیر آپے سے باہر ہوجاتی ہیں...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معلوم فرما کر کہ یہ بوڑھی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ننھیال سے تعلق رکھتی ہے ازراہِ ملاطفت وانسیت اس بڑھیا سے یہ خوش طبعی فرمائی، ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقت کو واضح کرنے کے بعد وہ بڑھیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی قدر گرویدہ ہوگئی ہوگی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کس قدر دلجوئی ہوئی ہوگی یہی رحمۃ للعالمین کی شفقت ورحمت کا تقاضا تھا...

ابن کعب بن مالک رحمہ اللہ اپنے والد کعب بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات پر خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک اس طرح منور ہوجاتا جیسے چاند...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ مسرور تھے اور فرطِ مسرت سے آپ کی پیشانی مبارک کے خطوط (لکیریں) دمک رہے تھے...

فائدہ...... ان احادیث پاک سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم مسرور اور خوش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرور اور خوشی کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک سے ہی ہونے لگتا اور فرطِ مسرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کی طرح دمکنے لگتا... یہ ہی روشن پیشانی اور دمکتا ہوا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لطافت طبع اور رافت وشفقت قلبی کی دلیل تھا...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح (قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کا پورا اندرونی حصہ نظر آجائے بلکہ آپ تو خوشی اور مسرت کے وقت مسکرایا کرتے تھے...

ابو رجا حسین بن یزید کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (منہ کھول کر) ہنستے ہوئے نہیں دیکھا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تو صرف تبسم فرمانے تک محدود تھا...

فائدہ...... ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قہقہہ مار کر اور منہ پھاڑ کر کبھی نہیں ہنستے تھے، بلکہ عموماً ہنسی کے موقع پر صرف تبسم فرمایا کرتے تھے ایسے مواقع بہت ہی کم ہیں، جہاں ہنسی کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک کھل گیا ہو اسی لئے عام عادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے راوی یہی روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے کے مقام پر بھی تبسم فرمایا کرتے تھے کیونکہ کثرت سے کھلکھلا کر ہنسنا انسانی عظمت ووقار کے خلاف ہے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ اور لطیف ذوقِ مزاح

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زور سے اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے جبڑے اور کوا نظر آنے لگیں آپ تو بس مسکرایا کرتے تھے۔

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن حارث جزء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا نہیں دیکھا۔

ترمذی نے ان ہی حضرت عبداللہ بن حارث جزء رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا مسکرانا ہی ہوتا تھا (آخرت والے معاملات میں تو آپ ہنس لیا کرتے تھے دنیا کی باتوں پر صرف مسکرایا کرتے تھے)۔ (وقال الترمذی صحیح)

حضرت حصین بن یزید کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا آپ تو بس مسکرایا ہی کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیا کرتے تھے۔

(اخرجہ ابونعیم وابن عساکر کذا فی الکنز ۴/۴۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی یا آپ بیان فرماتے تو میں یوں محسوس کرتا کہ آپ ایسی قوم کو ڈرا رہے ہیں جس پر اللہ کا عذاب آیا ہوا ہے۔ اور جب یہ کیفیت جاتی رہتی تو میں دیکھتا کہ آپ کا چہرہ سب سے زیادہ خوش اور آپ سب سے زیادہ مسکرانے والے اور آپ کا جسم سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ (اخرجہ البزار قال الہیثمی ۹/۱۷ اسنادہ حسن)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ ہنسنے والے اور سب سے عمدہ طبیعت والے تھے۔

(عند الطبرانی وفیہ علی بن یزید الالہانی وھو ضعیف کما قال الہیثمی ۹/۱۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ مزاح

خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام عمر میں کسی مسلمان یا غیر مسلم کے ساتھ مذاق نہیں کیا جس کو ہم اپنی سوسائٹی میں مذاق کرنا کہتے ہیں اور میں نے ایسے لوگوں کی

سوسائٹی بھی دیکھی ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے ایک دوسرے کو مذاق میں گالیاں دیتے سنا ہے اور گالی بھی معمولی نہیں... معلوم ہوا کہ ان کا تو مذاق ہی یہی ہے کہ ایک دوسرے کو مذاق میں گالی دیتے ہیں یہ آج کل کی مہذب سوسائٹی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر کسی سے مذاق نہیں کیا... کیونکہ مذاق میں طعنہ بھی آجاتا ہے اور چوٹ بھی کی جاتی ہے...

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح فرمایا ہے... مزاح کے معنی خوش طبعی کی باتیں ہیں، مزاح میں کسی پر چوٹ نہیں کی جاتی... جیسا کہ مذاق میں ایک دوسرے پر چوٹ کی جاتی ہے اور بعض دفعہ یہ مذاق ہی دُشمنی کا سبب بن جاتا ہے...

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر بھی کسی سے مذاق نہیں کیا... کیونکہ مذاق میں چوٹ کی جاتی ہے جو کہ ناجائز ہے...

ہاں خوش طبعی کی بات جس میں کسی پر چوٹ نہیں وہ درست ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کا ہاتھ پکڑ کر بطور مزاح فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا گاؤں ہے اور میں اس کا شہر ہوں اس لیے کہ جب یہ گاؤں سے آتا ہے تو میرے لیے چیزیں لے کر آتا ہے جو یہاں نہیں ملتیں اور جب یہ یہاں سے واپس جاتا ہے تو میں اس کو وہ چیزیں دے دیتا ہوں جو شہر میں ملتی ہیں گاؤں میں نہیں ملتیں۔ (خطبات احتشام، ج ۳)

ایک پُر لطف مجلس

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھجوریں نوش فرما رہے تھے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی وجہ سے ایک آنکھ کو ڈھانکے ہوئے آ گئے' سلام کر کے کھجوروں کی طرف جھکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آنکھ تو دُکھ رہی ہے اور شیرینی کھاتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ!

اپنی اچھی آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آ گئی۔

ایک روز رطب نوش فرما رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے' ان کی آنکھ دُکھ رہی تھی' وہ بھی کھانے کے قریب ہو گئے' ارشاد فرمایا کہ آشوب چشم کی حالت میں بھی شیرینی کھاؤ گے؟ وہ پیچھے ہٹ کر ایک طرف جا بیٹھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف کھجور پھینک دی۔ پھر ایک اور پھر ایک اور اسی طرح سات کھجوریں پھینکیں' فرمایا کہ تم کو کافی ہیں جو کھجور طاق عدد کے موافق کھائی جائے وہ مضر (نقصان دہ) نہیں۔ (ماہنامہ المحمود)

مسکراہٹ بھرا واقعہ

حضرت عِکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے' ان کی باندی گھر کے کونے میں (سو رہی) تھی' یہ اُٹھ کر اس کے پاس چلے گئے اور اس میں مشغول ہو گئے' ان کی بیوی گھبرا کر اُٹھی اور ان کو بستر پر نہ پایا تو وہ اُٹھ کر باہر چلی گئی اور انہیں باندی میں مشغول دیکھا' وہ اندر واپس آئی اور چھری لے کر باہر نکلی' اتنے میں یہ فارغ ہو کر کھڑے ہو چکے تھے اور اپنی بیوی کو راستے میں ملے' بیوی نے چھری اُٹھائی ہوئی تھی' انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ بیوی نے کہا ہاں کیا بات ہے؟ اگر میں تمہیں وہاں پا لیتی جہاں میں نے تمہیں دیکھا تھا تو میں تمہارے کندھوں کے درمیان یہ چھری گھونپ دیتی۔

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا؟

انہوں نے کہا میں نے تمہیں باندی کے پاس دیکھا تھا' حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم نے مجھے وہاں نہیں دیکھا تھا (میں باندی کے پاس نہیں گیا' میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا' اگر میں نے اس کے ساتھ کچھ کیا ہوتا تو میں جنبی ہوتا)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے ہمیں منع فرمایا ہے (اور میں ابھی قرآن پڑھ کر تمہیں سنا دیتا ہوں) ان کی بیوی نے کہا: اچھا قرآن پڑھو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ یَتْلُوْ کِتَابَہٗ　　کَمَا لَاحَ مَشْھُوْرٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ

ترجمہ:...... ''ہمارے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے جو اللہ کی ایسی کتاب پڑھتے ہیں جو کہ روشن اور چمک دار صبح کی طرح چمکتی ہے۔''

اَتٰی بِالْھُدٰی بَعْدَ الْعَمٰی فَقُلُوْبُنَا　　بِہٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ

ترجمہ:...... ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندھے پن کے بعد ہدایت لے کر آئے اور ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔''

یَبِیْتُ یُجَافِیْ جَنْبَہٗ عَنْ فِرَاشِہٖ　　اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِکِیْنَ الْمَضَاجِعُ

ترجمہ:...... ''جب مشرکین بستروں پر گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں ساری رات گزار دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے۔''

یہ اشعار سن کر ان کی بیوی نے کہا میں اللہ پر ایمان لاتی ہوں اور میں اپنی نگاہ کو غلط قرار دیتی ہوں، پھر صبح کو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔ (بکھرے موتی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر مسکرانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر فرمایا: اے ابن خطاب! تجھے معلوم ہے کہ میں تیری طرف دیکھ کر کیوں مسکرایا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی رات تیری طرف شفقت اور رحمت سے دیکھا ہے اور تجھے اسلام کی چابی بنادیا ہے۔

گفتگو میں مزاح بھی سنت ہے

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور ہم مدینہ کے مشہور و معروف بخار اور پھر اس کے مدینہ سے مہیعہ کی طرف منتقل ہوجانے کے بارے میں باتیں کررہے تھے اور ہنس رہے تھے... اس کے بعد ہم لوگ حضرت بریرہ اور ان کے گھر کے (مشہور واقعہ) کے متعلق باتیں کرنے لگے کہ اتنے میں سامنے سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ آگئے ہم ان کو دیکھ کر اور بھی زیادہ اس قسم کی ہنسی مذاق کی باتیں کرنے لگے تو انہوں نے کہا تم میرے سامنے تو یہ بے کار (بے معنی) باتیں مت کرو اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: سبحان اللہ کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: میں (بعض اوقات) خوش طبعی بھی کیا کرتا ہوں مگر جو ہنسی کی بات کہتا ہوں وہ حق اور سچی ہوتی ہے...

فائدہ...... ابتداء میں مدینہ طیبہ عرب کے دوسرے تمام شہروں کی بہ نسبت بہت زیادہ مضر صحت شہر تھا اس کی آب و ہوا بڑی ناخوشگوار اور سقیم تھی... یہاں لوگ کثرت سے مختلف امراض میں مبتلا رہا کرتے تھے خصوصاً جاڑا بخار جیسا موذی مرض تو یہاں بہت ہی عام تھا... چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی تو دوسرے بعض صحابہ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما بھی اسی مدینہ کے بخار میں مبتلا ہوئے اور عام صحابہؓ مدینہ طیبہ کی رہائش سے بیزار ہونے لگے یہ صورتحال دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کی

بارگاہ میں دعا کی: اے اللہ مدینہ کو تو ہمارے لئے مکہ سے بھی زیادہ محبوب شہر بنادے اوراس کے بخار کو تو جحفہ یعنی مہیعہ کی طرف منتقل کردے...

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا قبول فرمالی اوراس کے بعد سے وہی شہر مدینہ تمام شہروں میں سب سے زیادہ بہتر اور صحت کیلئے مفید ترین شہر بن گیا۔

یہ واقعہ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بین اور واضح معجزہ ہے جس پر تمام جغرافیہ دان حیران ہیں...

مزاحِ نبوی.....اہم تعلیمات

عبیداللہ بن مغیرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزاء رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مزاح کرنے والا پایا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا کوئی شخص دیکھا اور بال بچوں والے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مزاح کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے اور بہت خوش ہوا کرتے تھے اس لئے کہ آپ بچوں سے زیادہ مزاح کیا کرتے تھے۔

ف...... جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود مزاح کرنا ثابت ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح کی ممانعت بھی مروی ہے جیسا کہ آپ حدیث پاک کی دوسری کتابوں میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں لہٰذا یہ امر تشریح طلب ہے کہ ازروئے شرع کون سا مزاح درست اور پسندیدہ ہے اور کون سا ممنوع؟

درحقیقت مزاح کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں ایک وہ مزاح جو ایک مسلمان کو اللہ رب العزت کی یاد اوراس کے ذکر وفکر سے غافل کردے اور قساوت قلبی کا باعث بنے جو عام طور پر بازاری قسم کے لوگوں کا شیوہ ہے وہ بات بات پر ہنسی مذاق اور دل لگی میں مشغول رہتے ہیں، اس مزاح میں صداقت یا حقیقت بالکل نہیں ہوتی اس لئے اس قسم

کا مزاح ایک مسلمان کی عظمت ورعب اور اس کے وقار کو کھودیتا ہے۔

نیز اس قسم کا مزاح دوسرے شخص یا اشخاص کی توہین وتضحیک کا موجب اور دل آزاری کا باعث ہوا کرتا ہے لہٰذا اس قسم کا مذاق شرعاً ممنوع ہے لیکن وہ مزاح اور خوش طبعی جس میں یہ چیزیں موجود نہ ہوں بلکہ اس سے محض دلجوئی و دلداری اور خوشی و انبساط مقصود ہو اور وہ صداقت پر مبنی ہو یعنی بات بالکل سچی ہو اگر چہ ہنسانے والی ہو۔ تو ایسا مزاح درست ہے بلکہ مستحب بھی ہے اور مسنون بھی۔ چنانچہ ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں کیا حرج ہے، لیکن میں مزاح میں بھی غلط بات نہیں کہتا۔ (شمائل ترمذی)

ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرمایا کرتے تھے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ اس آدمی نے کہا آپ کا مزاح کیسا ہوتا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کا یہ قصہ سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کو کھلا کپڑا پہننے کو دیا اور فرمایا اسے پہن لو اور اللہ کا شکر ادا کرو اور نئی دلہن کی طرح اس کا دامن گھسیٹ کر چلو۔ (اخرجہ ابن عساکر وضعفہ کذافی الکنز ۴/۴۳)

مسکراہٹ بھرا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو گیا (کیونکہ میں نے اللہ کا حکم توڑ دیا) میں رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفارے میں ایک غلام آزاد کرو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو غلام نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو مہینے مسلسل روزے رکھو انہوں نے عرض

کیا یہ میرے بس میں نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے عرض کیا میرے پاس کھلانے کے لئے کچھ نہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ٹوکرے میں کھجوریں آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسئلہ پوچھنے والے کہاں ہیں؟ (وہ آئے تو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو یہ کھجوریں صدقہ کر دو انہوں نے عرض کیا اپنے سے بھی زیادہ فقیر پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! مدینہ کے دونوں طرف جو کنکریلے میدان ہیں ان کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ فقیر نہیں ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا (جب تم اتنے ہی ضرورت مند ہو تو) پھر تم ہی اسے اپنے گھر والوں پر خرچ کرلو (بعد میں کفارہ دے دینا)۔ (اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۸۹۹/۲)

آخری جنتی کا پرلطف واقعہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اس کے لئے یہ حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کئے جائیں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں۔ جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے ہیں تو اقرار کرے گا۔ اس لئے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہوگی اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا پھر یہ حکم ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دو تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ بات نقل فرما کر اتنے ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ (اخرجہ الترمذی فی الشمائل ص ۱۶)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے دروازے پر کھڑے ہو کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا۔ حضرت سعد نے آپ کا سلام سن کر آہستہ سے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا۔

اس مرتبہ بھی حضرت سعد نے آہستہ سے جواب دیا جس کی آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان تک نہ پہنچ سکی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ باآواز بلند السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا۔ اس بار بھی حضرت سعد نے جواب میں اپنی آواز کو پست رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ شاید حضرت سعد گھر پر نہیں یا کسی وجہ سے مجھے اجازت دینے میں کوئی امر رکاوٹ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ آپ کسی کے گھر میں سلام کے بغیر داخل نہ ہوتے اور اگر تین بار بھی سلام پر صاحب خانہ کی طرف سے اجازت نہ ملتی تو واپس تشریف لے جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس مڑے ہی تھے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جلدی سے مکان سے باہر نکلے اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تشریف لے آیئے۔

میں آپ کا سلام سن رہا تھا اور اس کا جواب آہستہ سے دے رہا تھا۔ غرض یہ تھی کہ آپ زیادہ سے زیادہ ہم پر سلام فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثار صحابی کا یہ جذبہ دیکھ کر مسکرا دیئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر اندر تشریف لے گئے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مزاح

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے گھر کی در و دیوار پر اسلام کا پرتو فگن دیکھا۔ آپ کو چھوٹی عمر میں ہی دین سے بہت لگاؤ تھا۔ آپ اسلام اور مسجد سے بے حد محبت فرماتے اور باجماعت نماز پڑھتے اور منبر کے پاس بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات سنتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ سے بہت شفقت فرماتے۔

ایک مرتبہ طائف سے انگور آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی محبت سے ان کو بلا کر انگوروں کے دو خوشے عطا فرمائے اور فرمایا کہ ایک تمہارا اور ایک تمہاری والدہ کا ہے۔ یہ دربار رسالت سے تحفہ لیکر چلے تو راستہ میں اپنا حصہ کھا لیا مزہ آیا تو اپنی والدہ کا حصہ بھی نوش کر گئے۔ کچھ دن بعد رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں بیٹا! انگوروں کا خوشہ اپنی والدہ کو دیدیا تھا؟ تو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے سچ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نہیں انگور بڑے مزیدار تھے وہ تو سارے میں خود ہی راستے میں کھا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکراتے ہوئے بڑی شفقت سے ان کا کان پکڑا اور فرمایا یا غدار (یعنی بڑے مکار ہو) اپنی والدہ کا حصہ بھی کھا گئے۔ ارباب سیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی عمر 8 سال 7 ماہ کے قریب تھی۔

سورہ کوثر کے نزول پر مسکراہٹ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے اچانک آپ پر غنودگی سی طاری ہوئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں مسکرائے؟ فرمایا ابھی ابھی سورہ کوثر نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے اس سورہ کی تلاوت

فرمائی۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟

ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ حوض کی طرح ہے۔ قیامت کے دن میری امت اس پر آئیگی ان کے پینے کے برتن ستاروں کی تعداد کے بقدر ہوں گے۔

مسکراہٹوں کا تبادلہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین وانصار میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو ان میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سوائے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے نظریں اُٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مسکراتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکراتے تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ میں کسی بات کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کا ارادہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے دو دو سال تک موخر کرنا پڑتا۔

کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی واپسی پر مسرت

کعب بن زہیر مشہور شاعر تھے۔ یہ ان میں سے تھے جن کا خون حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن مباح قرار دیا تھا۔ یہ اس دن مکہ سے بھاگ گئے بعد میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور اس خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور مسکرا کر صحابہ سے ارشاد فرمایا دیکھو کیا کہتا ہے۔ پھر انعام کے طور پر اپنی چادر مبارک بھی انہیں عنایت فرمائی۔

خدمت میں عظمت

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز کیلئے اٹھے تو ایک برتن میں وضو کیلئے پانی موجود تھا۔ وضو کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ پانی کون لایا تھا؟ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میرا بھانجا عبداللہ بن عباس۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور چہرہ انور پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

رحمت خداوندی

حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ میں اس پہلے شخص کو جانتا ہوں جو جنت میں داخل ہوگا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا۔ پھر قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھپاؤ۔ وہ اقرار کرے گا انکار نہ کرے گا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا۔ (اللہ کی طرف سے) اس کیلئے کہا جائے گا اس شخص کو اس کی ہر برائی کے بدلہ میں جو اس نے کی ہے نیکی دیدو۔ یہ دیکھ کر وہ شخص عرض کرے گا میرے اور بھی بہت سے گناہ ہیں جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔

حدیث کے راوی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پہنچ کر ایسا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔

خدمت کی سعادت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے تو سر کے موئے مبارک تراشنے کی ضرورت ہوئی تو آپ نے اپنے صحابی معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ وہ خوشی خوشی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک انکے آگے کر دیا اور پھر مسکراتے ہوئے فرمایا تم کو اللہ کے رسول نے اپنے سر پر اس حال میں قابو دیا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں استرا ہے۔

حضرت معمر بن عبداللہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھ جیسے عاجز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تراشنے کی سعادت بخشی۔

وفد کی آمد پر مسرت

مدینہ منورہ سے ایک خوبصورت اور وجیہ نوجوان کی قیادت میں ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ وفد کی شان وشوکت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے اور اپنی خوشی کا اظہار اس طرح سے فرمایا کہ وفد کے قائد کی عزت افزائی کرتے ہوئے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ اس کے بعد وفد کے قائد کی خیریت دریافت فرمائی اور پھر پوچھا کیسے آنا ہوا؟ قائد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اسلام قبول کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے مسلمان ہونے کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی مجھے نہیں روکا اور جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تو ہنستے تھے۔

وحی کے بعد کی فرخندہ کیفیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی یا آپ بیان فرماتے تو میں یوں محسوس کرتا کہ آپ ایسی قوم سے ڈرا رہے ہیں یا ایسی قوم کا ذکر کر رہے ہیں جس پر اللہ کا عذاب آیا ہوا ہے اور جب یہ کیفیت جاتی رہتی

تو میں دیکھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ خوش اور آپ سب سے زیادہ مسکرانے والے اور آپ کا جسم مبارک سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ ہنسنے والے اور سب سے عمدہ طبیعت والے تھے۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا نہیں دیکھا۔

صحابی کی قبولیت توبہ پر خوشی

غزوہ تبوک میں تین صحابہ کرام جن میں حضرت کعب بھی شامل تھے۔انہوں نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کرلیا۔پچاس راتوں کی مسلسل تکلیف کے بعد ان کی توبہ پر مشتمل آیات نازل ہوئیں۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو خوشخبری ملی تو فوراً بارگاہ رسالت میں حاضر خدمت ہوئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کو دیکھا تو خوشی سے مسکرائے۔

مسکراہٹ سے تجلیات میں اضافہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ انور روشن ہو جاتا گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جب سے اسلام قبول کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مجھے مسکرا کر دیکھا۔

سلامہ ضبیہ رضی اللہ عنہا کے جواب پر مسکراہٹ

حضرت سلامہ الضبیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے۔میں اپنے گھر کے جانور چرا رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلامہ! تم کس چیز کی گواہی دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا

میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت سلامہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ سن کر اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے ہنس دیئے۔

حُسنِ مزاح

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے خوش طبعی کی کیفیت میں پوچھا بتاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگتی ہے؟ وہ صحابی سر جھکا کر سوچنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا ہوش کرو! کیا تمہیں اپنی ماں بھول گئی وہی تو تمہارے ماموں کی بہن ہے۔

حضرت اُم خالد رضی اللہ عنہا سے خوش طبعی

ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں کسی نے ایک انتہائی خوبصورت سیاہ پھولدار چادر بطور تحفہ پیش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تحفہ کو قبول فرمایا اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ بتاؤ یہ چادر کس کو عطا کروں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی اختیار فرمائی کہ حضور جس کو پسند فرمائیں عطا فرما دیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ام خالد (رضی اللہ عنہا) کو بلاؤ۔

چنانچہ ایک صحابی حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کو بلا لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر انہیں عطا فرما کر ارشاد فرمایا اسے پہنو اور پرانی کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر پر بنے ہوئے پھولوں پر دست اقدس رکھ کر فرمایا دیکھ یہ سنہ ہے۔

سنہ حبشی زبان کا لفظ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش طبعی کے عالم میں مسکرا کر اس لفظ کو اس لئے ادا فرمایا کہ حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا حبشی زبان جانتی تھیں اور ان کو خوش کرنا مقصود تھا۔ حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنا تو بہت خوش ہوئیں۔

اَخلاقِ نبویؐ

یعنی

رَوَیّے ہمارے حضور کے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

•....حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا ماتحت افراد...غلاموں...دیہاتیوں

یتیموں...اور...جانوروں سے

حُسنِ سلوک پر مبنی واقعات

دیہاتی کی گستاخی پر معافی

اللہ جل شانہ کو پسندیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ بھی ہے جو شخص کسی دوسرے کی غلطی کو معاف کرتا ہے تو اللہ بھی اس پر اپنا عفو وکرم فرماتے ہیں... اس ضمن میں کئی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

ایک دیہاتی آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کا کنارہ زور سے کھینچ کر بولا ''اے محمد! یہ مال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے مجھے ایک اونٹ دے۔''

یہ طرز خطاب ہر لحاظ سے بدتمیزی اور شان رسالت میں گستاخی تھا... اس کی بات سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت غصہ آیا... مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دیہاتی سے کمال خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اس کو اونٹ دینے کے علاوہ اس اونٹ کو اشیائے خوردونوش سے لدوا دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحمدل تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحمدل تھے جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا (اور سوال کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا) تو اس سے آپ وعدہ کر لیتے (کہ جب کچھ آئے گا تو تمہیں ضرور دوں گا) اور اگر کچھ پاس ہوتا تو اسی وقت اسے دے دیتے ایک مرتبہ نماز کی اقامت ہوگئی ایک دیہاتی نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کو پکڑ لیا اور کہا کہ

میری تھوڑی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں اسے بھول جاؤں گا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ کھڑے ہوگئے جب اس کی ضرورت سے فارغ ہوئے تو پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۵۰)

باندیوں سے حُسنِ سلوک

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ والوں کی باندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی اور اپنی ضرورت کے لئے جہاں چاہے لے جاتی۔

(عند احمد ورواہ البخاری فی کتاب الادب من صحیحہ معلقا کمافی البدایہ ۶/۳۹)

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ

شمائل ترمذی میں ایک صحابی حضرت زاہر بن حرام اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ بہت خوبصورت انداز سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ دیہات کے رہنے والے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیہاتی تحفہ لایا کرتے تھے، سبزی ترکاری وغیرہ جو بھی دیہات میں ان کو میسر ہوتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ لایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تحفہ بہت خوشی کے ساتھ قبول فرمالیا کرتے تھے اور یہ صورت وشکل کے اعتبار سے قبول صورت نہیں تھے لیکن ان کی سیرت اور کمال ایمان اعلیٰ درجہ کا تھا، جب یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دیہات واپس جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو کچھ تحفہ دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ کے بازار میں حضرت زاہر اپنا سامان فروخت فرمارہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے پیچھے کی طرف سے آکر اچانک ان کی آنکھوں کو بند کر کے دبالیا، اب ان کو تو نظر نہیں آیا، اور معلوم بھی نہیں کہ کون ہے...... ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ عام لوگوں میں سے کوئی ہے...... زور زور سے شور مچا کر کہنے لگے کہ یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو، پھر کن انکھیوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کودیکھ کرپہچان لیا۔ جب حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوپہچان لیاتو بجائے چھوڑ دو کہنے کے اپنی پیٹھ کوحضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چپکا دیا کہ محبوب حقیقی کے سینے سے میرے بدن کا لگ جانا خیر وبرکت ہے۔

اس کے بعد حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے اس بندے کوکون خریدے گا؟ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو نہایت گھاٹا ہوگا اس لئے کہ مجھ جیسے بدصورت کو بیچنے سے کیا پیسہ مل سکے گا اس پر حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ کے یہاں کم قیمت اور سستے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک آپ بڑے قیمتی ہیں۔ (شمائل ترمذی: ص ۱۶)

اس واقعہ سے ہر شخص کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا مدار انسانوں کے دلوں پر ہے جس نے تقویٰ کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے اس نے حب خدا اور حب رسول کا بھی اعلیٰ مقام حاصل کرلیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت کالے تھے مگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ کی محبت سب سے زیادہ تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اس سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔

دیہاتیوں کو سمجھانے میں محبت وشفقت

حضرت سلیم بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی لوگوں کے سوالات سے بڑا نفع پہنچاتے ہیں۔

ایک دن ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر کیا ہے جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون سا درخت ہے؟ اس نے کہا بیری کا

درخت کیونکہ اس میں تکلیف دہ کانٹے ہوتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

"فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ" (سورۃ واقعہ: آیت:۲۸)

ترجمہ:......"وہاں اُن باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی۔"

اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹے دور کردیئے ہیں اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگادیا ہے۔ اس درخت میں ایسے پھل لگیں گے کہ ہر پھل میں بہتر (۷۲) قسم کے ذائقے ہوں گے اور ہر ذائقہ دوسرے ذائقہ سے مختلف ہوگا۔

حضرت عتبہ بن عبد سلیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کے بارے میں پوچھا اور جنت کا تذکرہ کیا' پھر اس دیہاتی نے کہا کیا جنت میں پھل بھی ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہاں! اس میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور چیز کا بھی ذکر کیا لیکن مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کیا چیز تھی؟ اس دیہاتی نے کہا: ہمارے علاقہ کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے علاقہ کے کسی درخت کے مشابہ نہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم شام گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شام کے ایک درخت کے مشابہ ہے جس کو اخروٹ کہا جاتا ہے' ایک تنے پر اُگتا ہے اور اس کے اوپر والی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں...... پھر اس دیہاتی نے کہا: گچھا کتنا بڑا ہوگا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیاہ سفید داغوں والا کوا بغیر رُکے ایک مہینہ مسلسل اُڑ کر جتنا فاصلہ طے کرتا ہے وہ گچھا اس فاصلے کے برابر ہوگا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا اس درخت کی جڑ کتنی موٹی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہارے گھر والوں کے اونٹوں میں سے ایک جوان اونٹ چلنا شروع کرے اور چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے اور بوڑھا ہونے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے پھر بھی وہ اس کی جڑ کا ایک چکر نہیں لگا سکے گا۔

پھر اس دیہاتی نے پوچھا کیا جنت میں انگور ہوں گے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں‘ اس نے پوچھا انگور کا دانہ کتنا بڑا ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے باپ نے کبھی اپنی بکریوں میں سے بڑا بکرا ذبح کیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس نے اس کی کھال اُتار کر تیری ماں کو دے دی ہو اور اس سے کہا ہو کہ اس کھال کا ہمارے لیے ڈول بنا دے؟ اس دیہاتی نے کہا جی ہاں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دانہ اس ڈول کے برابر ہوگا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا (جب دانہ ڈول کے برابر ہوگا) پھر تو ایک دانے سے میرا اور میرے گھر والوں کا پیٹ بھر جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں بلکہ تیرے سارے خاندان کا پیٹ بھر جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۶۶/۳‘ ۶۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ‘ اس دیہاتی نے کہا رب کعبہ کی قسم! پھر تو ہم نجات پا گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے دیہاتی کیسے؟ اس نے کہا کیوں کہ کریم ذات جب کسی پر قابو پا لیتی ہے تو معاف کر دیتی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۴۱/۳)

قریبی یتیم پر خرچ کا دوگنا اَجر

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خیرات کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ اور کچھ نہ ہو تو زیور ہی خیرات کریں، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نے یہ حکم سن کر اپنے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو، اگر کچھ حرج نہ ہو تو جو کچھ مجھے خیرات کرنا ہے وہ میں تمہیں کو دے دوں، تم بھی تو محتاج ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خود تم جا کر پوچھو۔

یہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر حاضر ہوئیں، وہاں دیکھا کہ ایک بی بی اور کھڑی تھیں اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھیں، ہیبت کے مارے ان دونوں کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ اندر جا کر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے تو ان دونوں نے کہا کہ حضرت سے جا کر کہو، دو عورتیں کھڑی پوچھتی ہیں کہ ہم لوگ اپنے خاوندوں، اور یتیم بچوں پر، جو ہماری گود میں ہوں، صدقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلتے چلتے یہ بھی کہہ دیا کہ تم یہ نہ کہنا کہ ہم کون ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون پوچھتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک قبیلۂ انصاری کی بی بی ہے، اور ایک زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون زینب؟ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہہ دو کہ ان کو دوہرا ثواب ملے گا قرابت کی پاسداری کا علیحدہ اور صدقہ کرنے کا علیحدہ۔ (بخاری ومسلم)

دیہاتی کی گستاخی پر عفو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ نجد میں گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس ہوئے تو دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں پہنچے جس میں کانٹے دار درخت بہت تھے وہاں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم اور صحابہ نے آرام کیا اور صحابہ درختوں کے سائے میں ادھر ادھر پھیل گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمانے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ ہم سب سو گئے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا اس نے آ کر میری تلوار درخت سے اُتاری اور اسے نیام میں سے نکال لیا میں اٹھا تو اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ستی ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ اس نے پھر کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ، پھر اس نے تلوار کو نیام میں رکھ دیا اور بیٹھ گیا۔

اور حالانکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی۔ (اخرجہ الشیخان)

دربارِ نبوت میں ایک حبشی کے سوالات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حبشہ سے ایک آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سوال کرو اور پوچھو، اس شخص نے جواب دیا، یا رسول اللہ! آپ لوگوں کو ہم پر شکل وصورت رنگ اور نبوۃ کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے اگر میں آپ کی طرح ایمان لاؤں اور آپ جیسے اعمال کروں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں گا؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جی ہاں، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، بے شک سیاہ آدمی کی سفیدی جنت میں ایک ہزار سال کی مسافت سے دکھائی دے گی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے "لا الہ الا اللہ" کہا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک عہد ہے اور جس شخص نے "سبحان اللہ و بحمدہ" کہا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کے بعد ہم کیسے ہلاک ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک ایک آدمی قیامت کے دن اتنا عمل لے کر آئے گا اگر اسے پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو وہ اسے نہیں اٹھا سکے گا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت کو پیش کیا جائے اور وہ اس کے تمام اعمال کو ختم ہی کرنے والی ہوگی مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے اعمال کو بڑھا دیں گے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

"ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا کوراً، سے وملکا کبیرا" (الانسان:۲۰)

یہ سن کر اس حبشی نے کہا اور میری آنکھیں بھی وہ کچھ دیکھ رہی ہیں جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھ رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جی ہاں، اور آپ رو دیئے، یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں بہہ پڑیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھوں سے گڑھے میں اس کو لٹا رہے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء)

خادموں کے ساتھ حُسنِ سلوک

گھر کے لوگوں میں سب سے کمزور پوزیشن ملازم یا خادم پیشہ لوگوں کی ہوتی ہے اور اگر یہ لوگ غلام یا باندی ہوں تب تو ان کی بیچارگی اور کسمپرسی کی کوئی حد اور انتہا ہی نہیں رہتی۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس ذلیل مقام سے اُٹھا کر آزادوں کے تقریباً مساوی مقام دیا' غلاموں کے مالکوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

یہ تمہارے بھائی ہیں' اللہ نے ان کو تمہاری ملکیت میں دے دیا ہے' مالکوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے غلاموں کے ساتھ نہایت درجہ کا حسنِ سلوک کریں' جو خود کھائیں وہی انہیں بھی کھلائیں جو خود پہنیں وہی ان کو بھی پہنائیں۔ ان کی طاقت سے زیادہ کاموں کا بوجھ ان پر نہ ڈالیں اور اگر کسی وجہ سے کوئی مشکل کام ان کے سپرد کریں تو خود بھی اس کام میں شریک ہو جائیں اور ان کی مدد کریں۔

(بخاری' کتاب الایمان' باب المعاصی من امر الجاھلیۃ)

غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید اور خود آپ کے طرزِ عمل نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے یہاں محمود و ایاز کا فرق باقی نہ رہنے دیا تھا۔

آپ نے حضرت زید کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دی تھی' وہ آپ کے آزاد کردہ غلام ہی تھے۔ آپ ان سے اور ان کے صاحبزادہ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے

تھے کہ دیگر صحابہ ان دونوں کو ''محبوب رسول'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک خاص مسئلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرنی چاہی مگر رعب کی وجہ سے ایسا نہیں کر پا رہے تھے' باہمی مشورہ سے کہا گیا کہ یہ سفارش بس اُسامہ ہی کر سکتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بھی ہیں اور محبوب زادے بھی۔

(بخاری' کتاب احادیث الانبیاء' مسلم کتاب الحدود' باب قطع ید السارق)

آپ کا عام معمول تھا کہ جو غلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اس کو آپ فوراً آزاد کر دیتے۔ وہ آزاد ہو جاتا لیکن آپ کے احسان و کرم کی قید سے آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے آزاد کر دیا تھا' ان کے باپ ان کو لینے کے لیے آئے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعلق نے ان کو جانے نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر بھر کسی عورت یا خادم پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال لگاتار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ نے ایک مرتبہ بھی مجھ سے اُف تک نہیں کہا اور نہ کبھی یہ کہا کہ ایسا کیوں کیا؟ یا ایسا کیوں نہیں کیا۔

(بخاری' کتاب الادب' باب حسن الخلق والسخاء)

ایک چرواہے کی دربارِ نبوت میں حاضری

غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک چرواہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا.... وہ یہودیوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا.... اس چرواہے نے جب دیکھا کہ خیبر سے باہر مسلمانوں کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے تو اس کے دل میں خیال آیا کہ میں جا کر ان سے ملاقات کروں اور دیکھوں کہ یہ مسلمان کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟

چنانچہ بکریاں چراتا ہوا مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا اور ان سے پوچھا کہ تمہارے سردار کہاں ہیں؟

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس کو بتایا کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خیمے کے اندر ہیں.... پہلے تو اس چرواہے کو ان کی باتوں پر یقین نہیں آیا.... اس نے سوچا کہ اتنے بڑے سردار ایک معمولی سے خیمے میں کیسے بیٹھ سکتے ہیں .... اس کے ذہن میں یہ تھا کہ جب آپ اتنے بڑے بادشاہ ہیں تو بہت ہی شان و شوکت اور ٹھاٹ باٹ کے ساتھ رہتے ہوں گے .... لیکن وہاں تو کھجور کے پتوں کی چٹائی سے بنا ہوا خیمہ تھا.... خیر وہ اس خیمے کے اندر آپ سے ملاقات کے لئے داخل ہو گیا اور آپ سے ملاقات کی.... اور پوچھا کہ آپ کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے اسلام اور ایمان کی دعوت رکھی اور اسلام کا پیغام دیا.... اس نے پوچھا کہ اگر میں اسلام کی دعوت قبول کرلوں تو میرا کیا انجام ہوگا؟ اور کیا مرتبہ ہوگا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اسلام لانے کے بعد تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور ہم تمہیں گلے سے لگائیں گے"

اس چرواہے نے کہا کہ آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں.... میں کہاں اور آپ کہاں! میں ایک معمولی سا چرواہا ہوں اور میں ایک سیاہ فام انسان ہوں.... میرے بدن سے بدبو آرہی ہے.... ایسی حالت میں آپ مجھے کیسے گلے سے لگائیں گے؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ہم تو ضرور گلے سے لگائیں گے اور تمہارے جسم کی سیاہی کو اللہ تعالیٰ تابانی سے بدل دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے جسم سے اٹھنے والی بدبو کو خوشبو سے تبدیل کردیں گے...."

یہ باتیں سن کر وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور کلمہ شہادت:

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ.... پڑھ لیا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اب میں کیا کروں؟

آپ نے فرمایا کہ: ''تم ایسے وقت میں اسلام لائے ہو کہ نہ تو اس وقت کسی نماز کا وقت ہے کہ تم سے نماز پڑھواؤں اور نہ ہی روزہ کا زمانہ ہے کہ تم سے روزے رکھواؤں اور زکوٰۃ تم پر فرض نہیں ہے اس وقت تو صرف ایک ہی عبادت ہو رہی ہے جو تلوار کی چھاؤں میں انجام دی جاتی ہے.... وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ....''

اس چرواہے نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں اس جہاد میں شامل ہو جاتا ہوں.... لیکن جو شخص جہاد میں شامل ہوتا ہے اس کے لئے دو میں ایک صورت ہوتی ہے.... یا غازی یا شہید.... تو اگر میں اس جہاد میں شہید ہو جاؤں تو آپ میری کوئی ضمانت لیجئے.... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر تم اس جہاد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے.... اور تمہارے جسم کی بدبو کو خوشبو سے تبدیل کر دیں گے.... اور تمہارے چہرے کی سیاہی کو سفیدی میں تبدیل فرما دیں گے....

چونکہ وہ چرواہا یہودیوں کی بکریاں چراتا ہوا وہاں پہنچا تھا....

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم یہودیوں کی جو بکریاں لے کر آئے ہو ان کو جا کر واپس کرو.... اس لئے کہ یہ بکریاں تمہارے پاس امانت ہیں....''

اس سے اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں کے ساتھ جنگ ہو رہی ہے.... جن کا محاصرہ کیا ہوا ہے.... ان کا مال مالِ غنیمت ہے....

لیکن چونکہ وہ چرواہا بکریاں معاہدے پر لے کر آیا تھا.... اس لئے آپ نے حکم دیا کہ پہلے وہ بکریاں واپس کر کے آؤ.... پھر جہاد میں شامل ہونا.... چنانچہ اس چرواہے نے جا کر بکریاں واپس کیں.... اور واپس آ کر جہاد میں شامل ہوا.... اور شہید ہو گیا اس کا نام ہے ''اسلام'' (اصلاحی خطبات)

دیہاتی پر شفقت کا عجیب معاملہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرماتے تھے کہ ایک بدوی آیا اور مسجد کے اندر پیشاب کرنے لگا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو منع کیا اور کہا رک جا رک جا (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پیشاب کرنے سے روکو مت۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا اور کہا دیکھو: یہ مسجدیں کسی گندگی پیشاب پاخانہ (وغیرہ) کیلئے نہیں ہیں... یہ تو قرآن کی تلاوت کرنے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور نماز پڑھنے کیلئے ہیں... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی منگوایا اور اسے اس جگہ پر بہادیا تاکہ مسجد کی زمین پاک وصاف ہوجائے...

اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر حلیم، بردبار اور غصہ کو پی جانے والے تھے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پیشاب کرنے والے اس بدوی کی اتنی بڑی غلطی کو بالکل نظر انداز کردیا اور اس پر غصہ کرنے کے بجائے اس کے ساتھ شفقت اور نرمی کا برتاؤ کیا اور انتہائی محبت وہمدردی سے اس کو نصیحت فرمادی اور پھر خود ہی اس گندی جگہ کو پانی سے پاک اور صاف بھی کیا...

اس ایک واقعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق کریمانہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک جاہل بدوی کی غصہ دلانے والی اس غلطی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبط وتحمل سے کام لیا... پھر محبت وشفقت کا اظہار فرما کر انتہائی مؤثر طریقہ پر تعلیم اور اصلاح اَخلاق فرمائی اور اس کے ساتھ ہی اس غیر معمولی تواضع کا اظہار فرمایا کہ خود ہی مسجد کی اس جگہ کو پاک فرمایا اور زبانی ہدایت اور تنبیہ کے ساتھ عملی طور پر مسجد کی عظمت وحرمت کو لوگوں کے ذہن نشین کردیا...

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بُردبار اور سب سے زیادہ صابر اور سب سے زیادہ غصہ کو پی جانے والے تھے...

ایک بدوی پر عنایات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ امداد کیلئے حاضر ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی چیز عطا کردی اور پھر پوچھا کیا میں نے (تمہاری حاجت پوری کردی تمہارے اوپر احسان کیا؟ تو اس بدوی نے جواب دیا کہ نہیں احسان تو کیا آپ نے میرے ساتھ معمولی بھلائی بھی نہیں کی، راوی کہتے ہیں اس بدوی کا یہ جواب سن کر مسلمانوں کو غصہ آگیا اور وہ اس کی طرف اٹھ کر چلے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ سے روک دیا۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اس اعرابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر بلا بھیجا پھر اس سے فرمایا کہ تم ہمارے پاس آئے ہم سے سوال کیا تھا تو ہم نے تم کو (جو ہوسکا) دیا لیکن تم نے اس پر جو بھی کہا وہ کہا۔

راوی کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ اور مال عطا کیا اور پھر اس سے پوچھا کیا میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا؟ تب اس اعرابی نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گھر کنبہ والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدوی سے فرمایا: کہ دیکھو تم ہمارے پاس سوال کرنے کیلئے آئے تھے ہم نے تم کو مال دیا پھر اس پر تم نے جو باتیں کہیں وہ کہیں لیکن ان سے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں (تمہاری طرف سے برائی پیدا

ہوگئی ہے لہٰذا اگر تم چاہو تو ان کے سامنے بھی وہی بات کہہ دو جو ابھی میرے سامنے کہی ہے تاکہ ان کے سینوں میں تمہاری طرف سے غم وغصہ کی) جو بات ہے وہ نکل جائے اس بدوی نے کہا بہت اچھا۔ (حدیث کے راوی)

عکرمہ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی یا (فرمایا) شام ہوئی تو وہ بدوی (سب صحابہ کے سامنے) آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ تمہارا یہ ساتھی ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے کچھ سوال کیا تھا ہم نے اسے کچھ دیا تھا لیکن اس نے کچھ باتیں کہی تھیں پھر ہم نے اسے گھر بلا کر کچھ اور دیا ہے جس پر اس نے کہا کہ اب وہ راضی ہوگیا ہے، پھر اعرابی کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: کیا یہی بات تھی اعرابی نے کہا جی ہاں یہی بات تھی اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گھر اور کنبہ والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور دیہاتی کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کی ایک اونٹنی بدک گئی اس کے پیچھے لوگ لگ گئے اس سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگی اونٹنی والے نے لوگوں سے کہا تم لوگ اس کا پیچھا چھوڑ دو میں اسے خود پکڑ لوں گا میں اس کے مزاج وعادت کو خوب جانتا ہوں میں نرمی کرکے اسے پکڑ لوں گا۔

پھر اس کا مالک خود اس کی طرف چلا اور اس کو کسی اونچی جگہ سے پکڑ لیا اور آہستہ آہستہ اس کو واپس لے آیا، وہ آگئی اور بٹھانے سے بیٹھ گئی اور مالک نے اس پر بوجھ باندھ لیا، پس اگر میں اس وقت جب اس اعرابی نے باتیں بنائی تھی آزاد چھوڑ دیتا تو تم اس کو قتل کر ڈالتے اور وہ جہنم میں داخل ہوجاتا۔

یہ حدیث پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق کریمانہ کی آئینہ دار ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام ہی اَخلاقی عظمتوں اور خوبیوں کے مالک تھے۔ انسانی سیرت واَخلاق کا کوئی پہلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دانائی وحکمت سے پوشیدہ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے طبائع اور نفسیات سے بھی خوب

اچھی طرح واقف تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی سے فوری مواخذہ نہیں فرماتے تھے، یہی معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدوی کے ساتھ کیا تھا اس کے غلط جواب دینے پر نہ اس کو کچھ کہا اور نہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجازت دی کہ اس بدوی سے کچھ کہا جائے۔ یہ نرمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے بھی اختیار فرمائی کہ اس بدوی کے دل میں مزید نفرت نہ پیدا ہو جائے۔

مزید برآں اس کو اپنے گھر بلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید بخشش سے نوازا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا اور اس معاملہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک مثال سے واضح فرما کر واقعہ کا پس منظر بخوبی سمجھا دیا تا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب میں بھی اس کی طرف سے کوئی برائی باقی نہ رہے۔

رحمت عالم کے یہ تمام تقاضے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کریمانہ اَخلاق اور حکیمانہ طرز عمل سے پورے ہو گئے۔

ایک دیہاتی کا پُرلطف واقعہ

ہشام بن عروہ رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی آدمی اونٹنی پر سوار آیا اور مسجد کے دروازے پر اونٹنی بٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کیلئے اندر داخل ہو گیا۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ چند مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ بھی تھے، صحابہ نے نعیمان سے کہا، ارے دیکھتے ہو اس بدوی کی اونٹنی تو بڑی فربہ ہے۔ کاش! تم اس کو ذبح کرو کیونکہ آج ہمیں گوشت کی بڑی خواہش ہے اگر تم ایسا کر لو گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹنی کا تاوان دیں گے اور ہم کو مفت میں گوشت کھانے کو مل جائے گا۔

نعیمان رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں نے ایسا کر لیا اور تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو میری بات بتا دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر غصہ ہوں گے۔

صحابہ نے کہا، نہیں ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے۔ چنانچہ نعیمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اس اونٹنی کی گردن میں نیزہ مار دیا (یعنی اس کو نحر کر دیا) اور وہاں سے چلے گئے، راستہ میں مقداد بن عمرو کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کی مٹی نکالی ہوئی تھی۔ نعیمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

اے مقداد! تم مجھے اس گڑھے میں چھپا دو اور مجھ پر کوئی چیز ڈھک دو اور کسی کو میرا پتہ نہ بتانا کیونکہ میں ایک نئی حرکت کر کے آیا ہوں۔

چنانچہ مقداد نے ان کو چھپا دیا، پھر جب وہ دیہاتی مسجد سے باہر نکلا تو اپنی اونٹنی کو (ذبح کیا ہوا) دیکھ کر چیخنے لگا۔ (اس کی چیخ و پکار سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر پوچھا یہ حرکت کس نے کی ہے؟ لوگوں نے کہا نعیمان نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کہاں چلا گیا؟

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاش میں نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقداد کے پاس پہنچے اور ان سے کہا اے مقداد! کیا تم نے نعیمان کو دیکھا ہے؟

حضرت مقداد خاموش رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

بتاؤ وہ کہاں ہے؟ مقداد نے عرض کیا: ان کو علم نہیں اور ہاتھ کے اشارے سے اس کی جگہ کی طرف اشارہ کر دیا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو کھولا اور فرمایا اے اپنی جان کے دشمن! تو نے ایسی حرکت کیوں کی؟ انہوں نے کہا بخدا مجھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے ایسی ایسی بات کہی تھی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کی اونٹنی کے بدلہ اس کو کچھ مال دے کر راضی

کردیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: جاؤ اونٹنی کو لے لو۔ چنانچہ ان سب نے اونٹنی کا گوشت کھایا۔ اور پھر جب بھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی کی اس حرکت کو یاد کرتے تو آپ کو ہنسی آجاتی اور آپ کھلکھلا کر ہنس پڑتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں بھی نظر آنے لگتیں۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا عفوودرگزر فرمایا کرتے تھے کسی بات پر غصہ نہیں ہوتے تھے البتہ اگر کوئی بات دین کے کاموں میں رُکاوٹ ڈالنے والی ہوتی تو اس پر ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم باز پرس کرتے۔

مستحق سزا پر عنایات

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری قوم کے کچھ لوگوں کو کسی الزام میں گرفتار کر کے محبوس کر دیا۔ اس پر میری قوم کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے آتے ہی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ ختم کرنے کا لحاظ کئے بغیر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا:

اے محمد! آپ نے میرے ہم قوم ہمسایہ لوگوں کو کیوں قید میں ڈال رکھا ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

پھر وہ شخص بولا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ (دوسروں کو) شر اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں اور خود خلوت میں (نعوذ باللہ) وہی کام کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا، یہ شخص کیا کہتا ہے؟

راوی کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس آدمی کے درمیان حائل ہو گیا اور باتیں کرنے لگا مبادا کہ وہ شخص اپنی بات دہرائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سن لیں اور پھر اس کی بدزبانی کی وجہ سے میری قوم کیلئے ایسی بددعا کر دیں کہ جس

کے بعد وہ کبھی فلاح نہ پا سکے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات پوری توجہ کے ساتھ سننے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا کہ وہ کیا کہتا ہے (غالبًا اس شخص نے اپنی بات کو دہرایا یا بار بار کہا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا یہ لوگ میرے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہیں اور کیا یہ شخص ایسی الزام تراشی کرنے والے لوگوں میں سے ہے؟ خدا کی قسم! اگر میں ایسا کروں (کہ کہوں کچھ اور کروں کچھ) تو ان دوسرے لوگوں کا گناہ مجھ پر ہو اور ان کو کچھ گناہ نہ ہو۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس شخص کو سزا دینے کے بجائے) حکم دیا کہ اس شخص کی قوم کے لوگوں کو قید سے رہا کر دیا جائے۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد دوم)

محبت کا انداز

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ایک شخص تھا جسے حمار کے لقب سے بلایا جاتا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی کا ڈبہ لاتا اور کبھی شہد کا ڈبہ، جب مالک آتا اور اس سے قیمت طلب کرتا تو وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتا اور کہتا: اس کے سامان کی قیمت ادا کر دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اور حکم دیتے تو اس کو قیمت دے دی جاتی ایک دفعہ اسے اس حال میں لایا گیا کہ اس نے شراب پی رکھی تھی۔ ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرمائیے کیا کیا چیزیں لے آتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

بے زبان جانوروں کا تحفظ

ابوداوٗد کتاب الجہاد میں ہے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا۔ اس نے جونہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دکھ بھری آواز نکالی اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو ٹپکنے لگے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس چلے گئے اس کے سر پر پُرشفقت ہاتھ پھیرا وہ خاموش ہو گیا...... اب کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ اتنے میں ایک انصاری جوان بھی آن پہنچا وہ کہنے لگا! جی یہ میرا ہے۔

اے اللہ کے رسول ...... اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا! اللہ نے تجھے اس اونٹ کا مالک بنایا ہے تجھے اس حیوان کے بارے میں اللہ سے ڈر نہیں لگتا۔ اس نے ابھی میرے پاس شکوہ کیا ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے جبکہ مشقت پوری لیتا ہے اور اسے تھکاتا ہے۔

ابوداوٗد کتاب الجہاد میں ہی ایک اور حدیث ہے حضرت سہیل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے قریب سے گزرے۔ کیا دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے اس کا پیٹ اس کی کمر سے لگ رہا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

اتقوا اللہ فی هٰذه البهائم المعجمة فاركبوها

صالحة وكلوها صالحة

''ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ۔ ان پر سواری کرو تو اچھے انداز سے۔ انہیں چارہ کھلاؤ تو بہتر طریقے سے۔''

ابوداؤد، کتاب الجہاد میں ہی ایک اور حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم دوران سفر کسی منزل پر پڑاؤ کرتے تھے تو ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جب تک کہ ہم اونٹوں سے کجاوے نہ اتار لیتے تھے۔

اللہ اللہ! اللہ کی عبادت کا کیا مزہ اور وہ کیا عبادت ہے کہ اللہ کا جانور مشکل میں ہے۔ اس پر بوجھ لدا ہوا ہے۔ اسے کھانے چرنے میں دقت ہو رہی ہے۔ اور اس جانور کا خالق اپنے بندے کی عبادت کو کس نظر سے دیکھے گا کہ یہ تو میرے سامنے سجدہ ریز ہو گیا مگر یہ اپنی سواری کو...... اپنے اونٹ کو مشکل میں چھوڑ کر آ گیا ہے...... یہ ہے وہ تصور جو دیا ہے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ اس پر عمل کر رہے ہیں۔ سواریوں کے حقوق کا خیال رکھ رہے ہیں۔

ابوداؤد، کتاب الجہاد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی یہ روایت یوں مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک گدھے کا گزر ہوا جس کے چہرے پر داغ دیا گیا تھا...... اسے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالکوں سے کہا! کیا تمہیں یہ بات نہیں پہنچی کہ میں نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے جو کسی جانور کے چہرے پر داغ لگائے یا اس کے منہ پر مارے......

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) ایسا کرنے سے منع فرمایا:

یہ ہیں میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ...... ذرا سوچو! جو جانوروں پر اس قدر مہربان ہیں وہ انسانوں پر کس قدر مہربان ہوں گے؟

اور جو جانوروں کے حقوق کا یوں تحفظ کرتے ہیں انہوں نے انسانوں کے حقوق کا تحفظ کس قدر کیا ہو گا؟ جی ہاں! ایسا تحفظ کیا ہے کہ مثال نہیں ملتی۔

صحیح مسلم، کتاب الصید میں ہے، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں

کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک پرندہ باندھ رکھا تھا اور اس کو تیروں سے نشانہ بنا رہے تھے۔ انہوں نے طے یہ کیا تھا کہ ہر وہ تیر پرندے کے مالک کا ہوگا جو پرندے کو نہ لگے گا...... جب ان نوجوانوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (غصہ میں آ گئے اور) کہنے لگے:

"کس نے یہ حرکت کی ہے؟ اللہ اس پر لعنت کرتا ہے جو ایسی حرکت کرتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو کسی بھی جاندار کو یوں نشانہ بنائے۔"

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا جو مرغی کو باندھ کر اس پر تیر چلا رہے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں خبردار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ جانوروں کو باندھ کر مارا جائے۔

ابن ماجہ، کتاب الذبائح میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی ایسی شئے جس میں روح (جان) ہے اسے اپنی مشق کا نشانہ مت بناؤ۔"

سبحان اللہ! میرے مہربان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی روح یعنی جاندار کا لفظ بول کر دنیا کے ہر جانور اور جاندار کو انسان کے ظلم سے بچالیا...... حلال جانور ہی نہیں جو جانور حرام ہیں وہ کتا ہو یا بلی، ریچھ ہو یا شیر، گدھا ہو یا بندر سور ہو یا سانپ سب کو ظلم سے بچالیا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ. (الأنبياء: ۱۰۷)

"ہم نے تمہیں تمام جہان والوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

بیوہ اور مساکین کی بہبود

بخاری، کتاب النفقات، مسلم کتاب الزہد، ترمذی کتاب البر اور ابن ماجہ ابواب التجارات میں حدیث ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد
فی سبیل الله او کالذی یصوم النهار ویقوم اللیل

''بیوہ عورت اور مسکین کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جو شخص بھاگ دوڑ کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے جیسا ہے یا وہ اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے۔''

قارئین کرام! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیوہ عورتوں، یتیم، بچوں اور بے سہارا مسکین خواتین و حضرات کی کفالت خود فرمایا کرتے تھے۔

یہ ذمہ داری اسلامی حکومت کی ہے تاہم میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لئے ان کی خدمت کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھول دیا...... اور اتنے بڑے اجر و ثواب کا اعلان فرمایا:

غور کیجئے! بیوہ اور مساکین کی خدمت کر کے یہ مقام وہی حاصل کرسکتا ہے جو اپنی ہمت کے مطابق انفرادی اور اجتماعی کردار ادا کرے۔ بیوہ خواتین اور مساکین کی خدمت کے ادارے بنائے۔ ان کی بہبود کے پروگرام بنائے۔ بیوہ عورت کے یتیم بچوں کی کفالت کا بندوبست کرے، یاد رہے! میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یتیمی میں پرورش پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ ایک بیوہ خاتون تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اس درد کو کون محسوس کرسکتا ہے؟

ایک مزدور سے اظہارِ محبت

مولانا اسلم شیخوپوری شہید رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

ایک موقع پر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے تو اپنا قائم مقام حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قائم مقام بننے کے بعد اُمت کے مسائل بھی حل کرتے، ان کی خدمت بھی کرتے اور اپنا پیٹ پالنے کے لیے جنگل میں جا کر لکڑیاں بھی کاٹ کر لاتے، دُہری خدمت، دُہری ذمہ داری، دُہرا بوجھ۔ اب جنگل سے لکڑیاں کاٹتے تھے تو ہاتھ کھردرے ہو گئے۔

جب اللہ کے نبی غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مصافحہ کیا تو آپ نے محسوس فرمایا کہ ان کے ہاتھ کچھ کُھردرے ہیں، سخت ہیں، وجہ پوچھی اے معاذ! یہ ہاتھ اتنے کُھردرے کیوں ہیں؟

عرض کیا یارسول اللہ! خدمت کے ساتھ ساتھ اپنا پیٹ پالنے کے لیے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا رہا، اس لیے ہاتھوں میں کُھردراپن آ گیا۔

میرے اور آپ کے آقا، کائنات کے آقا، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ اُٹھائے اور ان کو بوسہ دیا اور فرمایا: "هٰذِهٖ يَدٌ لَا تَمَسُّهُ النَّار" یہ وہ ہاتھ ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ میں کبھی کبھی عرض کرتا ہوں کہ اس موقع پر کم از کم حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بوسہ دے رہے تھے۔

ایک حاجی کے ہاتھوں کو بوسہ نہیں ہے، ایک نمازی کے ہاتھوں کو بوسہ نہیں ہے، ایک مزدور کے ہاتھوں کو بوسہ دے رہے تھے جس نے جنگل سے لکڑیاں کاٹیں تو اس کے ہاتھ کُھردرے ہو گئے اور پھر آقا صلی اللہ علیہ وسلم صرف دوسروں کو دعوت دینے والے نہیں تھے کہ رزق حلال کماؤ، محنت مزدوری کرو، تجارت وصنعت وحرفت کرو بلکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر کر کے دکھایا۔ (خطبات شیخوپوری، ج:۱)

مہربان و شفیق

ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوگئے تو (وہ) دیہاتی لگا نماز میں یوں کہنے:

اللھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدًا

''اے اللہ! مجھ پر بھی رحم فرما، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی رحم فرما اور ہم دونوں کے ساتھ کسی اور پر رحم نہ فرما۔''

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اس بدوی سے کہا:

''اللہ کے بندے تو نے تو اللہ کی وسیع رحمت کو محدود کر دیا۔''

لوگو! پیشاب روکنے پر جو تکلیف ہوتی ہے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امتی کی اتنی سی تکلیف بھی گوارا نہیں ہوئی۔ پھر اس دیہاتی نے اپنی معصومانہ سوچ کے مطابق جو کہا وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ دیہاتی کے دل میں محبت پیدا ہوئی اور دل سے دعا نکلی تو صرف اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔

قارئین کرام! یہ سادہ سا دیہاتی جو میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی بن گیا ہے۔ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دیہاتی پر اس قدر شفیق اور مہربان ہیں کہ دیہاتی بھی اس قدر اپنی جان پر شفیق و مہربان نہیں ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اپنے ہر صحابی کے ساتھ ایسا ہی تھا۔

اَخلاقِ نبوی

یعنی

رَوِیّے ہمارے حضور کے

صلی اللہ علیہ وسلم

● .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا کفار اور مخالفین کے ساتھ
حُسنِ اَخلاق کے تابندہ واقعات

عفو و حلم کا پیکر

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ کوئی سختی اور مصیبت ایسی نہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں اور منافقوں کے ہاتھوں نہ جھیلی ہو... انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں کمینگی کی انتہا کر دی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وطن اور گھر بار چھوڑنا پڑا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ بڑے صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت کیا اور جب فتح مکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غلبہ دے دیا اور غلبہ بھی ایسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے پر وہ سب خاک و خون میں لوٹائے جا سکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر سب کو معاف فرما دیا... میں تم سے وہی کہوں گا جو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی الزام (ملامت) نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو......

بیت اللہ کی چابیاں

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہجرت کا حکم ہو گیا تو آپ نے چاہا کہ میں بیت اللہ میں دو رکعت نماز پڑھوں... یہ تو ظاہر تھا نہیں کہ آپ ہجرت فرما رہے ہیں... مگر اجازت آ چکی تھی... اس زمانہ میں عثمان شیبی کے ہاتھ میں کعبہ کی کنجیاں رہتی تھیں آپ نے فرمایا کہ شیبی! ایک دو منٹ کے لئے بیت اللہ کھول دو... میں دو رکعت پڑھ لوں... اس نے آپ کو ڈانٹ دیا اس لئے کہ

حکومت تو اسی کی تھی... آپ کی تو تھی نہیں... آپ نے کچھ نرمی سے فرمایا کہ دو ہی رکعتیں پڑھنی ہیں اس نے کہا کہ نہیں نہیں... بہر حال اس نے اجازت نہیں دی...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیبی! ایک وقت آنے والا ہے میں تو اس جگہ کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تو اس جگہ کھڑا ہوا ہو گا جہاں میں کھڑا ہوا ہوں... اس وقت تیرا کیا حشر ہو گا... اس نے کہا کہ یہ سب تخیلات ہیں... شیخ چلی کی باتیں ہیں غرض اجازت نہ دی... بلا نماز پڑھے آپ واپس تشریف لائے... رات کو ہجرت فرمائی... یہ تیرہ برس کی زندگی آپ نے انتہائی پریشانیوں میں گزاری پھر ہجرت کیساتھ آٹھ سال بعد مکہ میں آپ کا فاتحانہ داخلہ ہوا... اور آپ نے مسجد حرام سے ابتداء کی وہاں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی...

کعبہ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں دی گئیں... آپ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بلاؤ شیبی کو شیبی حاضر ہوا... آپ نے فرمایا کہ وہ وقت یاد ہے کہ میں نے منت سماجت کی تھی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو... مگر تم نے اجازت نہیں دی تھی... اس نے کہا ہاں یاد ہے اور فرمایا کہ یہ بھی یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے... میں وہاں کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تم یہاں کھڑے ہو گے جہاں میں کھڑا ہوں... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں کھڑا ہوں تیری جگہ اور تم کھڑے ہو میری جگہ... اس نے کہا ہاں وہ وقت آ گیا ہے فرمایا کہ اب تیرا کیا حشر ہونا چاہیئے اس نے ایک ہی لفظ کہا کہ اخ کریم و نبی کریم میں کریم پیغمبر اور کریم بھائی کے سامنے ہوں...

اس برائی کا بدلہ آپ نے یہ دیا کہ کعبہ کی کنجیاں سپرد کیں اور فرمایا کہ نسلاً بعد نسل قیامت تک تیرے ہی خاندان کو یہ کنجیاں دیتا ہوں تو آج تک وہ شیبی کا خاندان ہے جو برابر کلید بردار کعبہ ہے اور آدھے مکہ پر اس کی حکومت ہے لاکھوں کروڑوں کا سامان اس کی دکانوں میں پڑا ہوا ہے اور جسے چاہے اجازت دے اور جسے چاہے بیت

اللہ کے داخلہ کی اجازت نہ دے.. تو اس نے دو رکعت نہیں پڑھنے دی۔

جواب میں آپ نے کنجیاں سپرد کر دیں اور فرمایا کہ لے یہ تیرے خاندان کو قیامت تک کے لئے دیتا ہوں یہ خلق عظیم نہیں تھا تو اور کیا تھا کہ ادھر سے زیادتی اور ادھر سے یہ کچھ لطف و کرم... (خطبات طیب)

بدری قیدیوں پر شفقت

امام احمد اور امام مسلم بدر کے واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا (کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟)

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ لوگ (ہمارے) چچا کے بیٹے، خاندان کے لوگ اور بھائی ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فدیہ لے لیں (اور انہیں چھوڑ دیں) تو ہم ان سے جو فدیہ لیں گے وہ کفار سے مقابلہ کے لئے ہماری قوت کا ذریعہ بنے گا اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے تو پھر یہ ہمارے دست و بازو بن جائیں گے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے وہ میری رائے نہیں بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں آدمی جو میرا اقریبی رشتہ دار ہے وہ میرے حوالہ کر دیں میں اس کی گردن اڑا دوں اور عقیل کو حضرت علی کے حوالہ کر دیں وہ عقیل کی گردن اڑا دیں اور فلاں آدمی جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان کی گردن اڑا دیں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے بارے میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ قریش کے سردار اور امام اور قائد ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور میری رائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آئی اور ان قیدیوں سے فدیہ لے لیا۔ اگلے دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا تو وہ دونوں رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ اگر (رونے کی وجہ معلوم ہونے پر) مجھے بھی رونا آ گیا تو میں بھی رونے لگ جاؤں گا اور اگر رونا نہ آیا تو آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے میں بھی بتکلف رونے کی صورت بنالوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ تمہارے ساتھیوں نے ان قیدیوں سے جو فدیہ لیا ہے اس کی وجہ سے اللہ کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب آ گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَن يَّكُونَ لَهٗ اَسْرٰى الخ. (الانفال آیت ۶۷)

جس کا ترجمہ یہ ہے: ''نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کرلیں۔ تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔'' (اخرجہ ایضاً ابوداؤد والترمذی وابن ابی شیبۃ)

عیادت کا معمول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ آپ بیمار لوگوں کی عیادت فرمایا کرتے تھے، خواہ کسی بھی درجہ کا بیمار ہوتا شریف اور معزز آدمی ہوتا یا غیر معزز اور معمولی سب کی عیادت فرماتے... حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کی عیادت اور مزاج پرسی فرمایا کرتے تھے اور جس سے آپ کو بے حد اذیت اور تکلیف پہنچی اور جو آپ کا بہت بڑا دشمن تھا، یعنی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی، اس تک کی آپ نے عیادت فرمائی ہے...

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک یہودی لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور کبھی کبھار آپ اس سے کوئی کام بھی لے لیا کرتے تھے' وہ بیمار ہوگیا...

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر کے قریب بیٹھ گئے...

اس لڑکے کا آخری وقت تھا' آپ نے ازراہِ شفقت اور اپنے حق رسالت کو ادا کرتے ہوئے اس لڑکے کو اسلام کی تبلیغ فرمائی' لڑکے نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا' باپ حقیقت دین محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے واقف تھا ہی...

اس لیے قبولِ اسلام کی اجازت دے دی اور وہ لڑکا مشرف باسلام ہوگیا اور اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد مسرت اور خوشی ہوئی اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ"

غرض یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ کو اہل علم سے معلوم کرکے ہمیں اپنی زندگیوں میں لانا چاہیے... آپ کی ایک ایک سنت اور آپ کی ایک ایک ادا اللہ کو محبوب ہے اور جو اس کو اختیار کرے گا یقیناً نص قرآنی ہے وہ خدا کا محبوب ہوگا:

"فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ". (سورۂ آل عمران' آیت: ۳۱)

اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق دے... (ماہنامہ المحمود' ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷ء صفحہ ۱۱)

یہودی مسلمان ہوگیا

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا اس نے آکر اپنا قرض مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے کچھ مہلت دے دو، یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کردو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اختیار ہے میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ بیٹھ گئے اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز اور پھر اگلے روز صبح کی نماز یہیں ادا فرمائی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضب ناک ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تاڑ لیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا: کیا کرتے ہو؟ تب انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس کو کیسے برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ میں معاہد وغیرہ پر ظلم کروں یہودی یہ سب ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا ’’اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ‘‘ اس طرح مشرف بہ اسلام ہو کر اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستے میں دے دیا، اور قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! میں نے اس وقت جو کچھ کیا اس کا مقصد صرف یہ امتحان کرنا تھا کہ تورات میں آپ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں:

’’محمد بن عبداللہ ان کی ولادت مکہ میں ہوگی، اور ہجرت طیبہ کی طرف، اور ملک ان کا شام ہوگا، نہ وہ سخت مزاج ہوں گے نہ سخت بات کرنے والے، نہ بازاروں میں شور کرنے والے، فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے......

میں نے اب تمام صفات کا امتحان کر کے آپ کو صحیح پایا اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ میرا آدھا مال ہے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔‘‘ اور یہ یہودی بہت مالدار تھا آدھا مال بھی ایک بہت بڑی دولت تھی۔ (قصص معارف القرآن)

رُکانہ پہلوان ایمان لے آیا

عرب میں ایک پہلوان تھے رُکانہ اُن کا نام تھا' وہ بڑے زبردست پہلوان تھے اور مشہور یہ تھا کہ یہ ایک آدمی ایک ہزار آدمیوں سے مقابلہ کرسکتا ہے' بہت ہی قوی تھے' ان کے بدن کے وزن کی یہ کیفیت تھی کہ اونٹ ذبح کرکے اس کی کھال بچھادی جاتی اور رُکانہ اس پر بیٹھتے اور نوجوانِ عرب اس کھال کو کھینچتے تو وہ کھال ٹوٹ جاتی' پھٹ جاتی مگر وہ حصہ جنبش نہیں کھاتا تھا جس پر رُکانہ بیٹھے ہوئے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور فرمایا: رُکانہ! آخرت آنے والی ہے کیوں اپنی عمر ضائع کررہے ہو؟

اسلام قبول کرلو اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اے محمد! میں نہ تو کوئی عالم وفقیہ ہوں نہ سمجھ دار ہوں' میں تو ایک پہلوان ہوں' مجھ سے کشتی لڑو' اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کا دین قبول کرلوں گا۔

آپ نے فرمایا: بسم اللہ' وہ لنگوٹ کس کر آ گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آستین چڑھا کر میدان کشتی میں آ گئے' ایک دو داؤ پیچ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور ایک ہاتھ سے اس طرح اُٹھایا جیسے کوئی چڑیا کو اُٹھاتا ہے اور آہستہ سے زمین پر رکھ کر چھاتی پر بیٹھ گئے اور فرمایا:

''رُکانہ'' اب کہو' مگر رُکانہ کو یقین نہیں آیا کہ میں پچھڑ گیا ہوں کیونکہ کسی نے آج تک اسے پچھاڑا ہی نہیں تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پچھاڑا کہ اتنی وزنی لاش کو ایک ہاتھ سے اُٹھا کر نچایا اور آہستہ سے رکھ دیا' اس نے کہا کہ میں پچھڑ گیا ہوں مجھے تو یقین نہیں آیا ایک دفعہ اور کشتی لڑو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسم اللہ' پھر آپ نے ایک دو داؤ پیچ کے بعد کمر میں ہاتھ ڈال کر اُٹھا کر نچایا اور آہستہ سے زمین پر رکھ دیا۔ فرمایا: اب بتاؤ یہی

شرط تو ٹھہری تھی کہ اگر تم مجھ سے پچھڑ گئے تو اسلام قبول کرلو گے‘اس نے کہا کہ محمد! یہ تو آپ کے بدن کی قوت تو ہے نہیں کہ میری لاش کو چڑیا کی طرح اُٹھا کر نچا دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندر کوئی چیز ہے‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُس اندر والی چیز ہی کی دعوت دے رہا ہوں‘ بدن کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ چنانچہ رُکانہ نے اسلام قبول کرلیا اور اسلام میں پختہ ہوگئے اور بڑے بڑے کام بھی کیے۔

ایک مرتبہ بہت سے چور آئے اور رات کو بہت سے اونٹ بیت المال سے چرا کر چلتے بنے‘ صبح کو پتہ چلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! ان کے پیچھے دوڑو‘ رُکانہ نے کہا کہ میں تنہا کافی ہوں۔ چور رات میں ہی نکل کھڑے ہوئے تھے اور تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں گے‘ معلوم نہیں کتنے دور چلے جا چکے ہوں گے۔

رُکانہ دوڑ پڑے اور راستہ میں ان کو تھام لیا اور کہا کہ سامان اور اونٹ لے کر واپس چلو۔ چنانچہ ان کو پکڑ کر لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سزائیں دیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت لوگوں کے دل میں حق آجاتا ہے‘ اگر تعصب نہ ہو اور واقعی حق طلبی ہے تو حق ضرور کھل جاتا ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام: ص ۱۶۲)

اہل طائف سے کریمانہ برتاؤ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان فرمایا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جنگ احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن آپ پر کوئی آیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری قوم کی طرف سے بہت زیادہ تکلیفیں اٹھانا پڑیں اور ان کی طرف سے مجھے سب سے زیادہ تکلیف عقبہ (طائف) کے دن اٹھانی پڑی۔

میں نے (اہل طائف کے سردار) ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا۔ (کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ اور میری نصرت کرو اور مجھے اپنے ہاں ٹھہرا کر

دعوت کا کام آزادی سے کرنے دو) لیکن اس نے میری بات نہ مانی میں (طائف سے) بڑا غمگین اور پریشان ہو کر اپنے راستہ پر (واپس) چل پڑا۔ (میں یونہی غمگین اور پریشان چلتا رہا) قرن ثعالب مقام پر پہنچ کر (میرے اس غم اور پریشانی میں) کچھ کمی آئی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔

میں نے غور سے دیکھا تو اس میں حضرت جبرائیلؑ تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سنی اور ان کے جوابات سنے اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ان کفار کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دے کر سلام کیا۔ اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے جو حضرت جبرائیلؑ سے سنا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ ارشاد فرمادیں تو میں (مکہ کے) دونوں پہاڑوں (ابوقبیس اور احمر) کو ان پر ملادوں (جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں میں ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے۔ (اخرجہ البخاری)

حاتم طائی کی بیٹی سے حُسنِ سلوک

۹ھ ہجری میں بنی طے سے خفیف سا مقابلہ ہوا دشمن شام کی طرف بھاگ گیا...

اس کے اعزہ واقربا کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا اور مال واسباب ضبط کر کے قیدیوں میں بنی طے کے سردار حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی...

اس نے کہا میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں... میرا باپ رحیم وکریم اور سخی و فیاض تھا... بھوکوں کو کھانا کھلاتا، ننگوں کو کپڑا دیتا اور غریبوں پر رحم کرتا تھا وہ مر گیا...

بھائی تھا وہ شکست کھا کر شام کی طرف بھاگ گیا ہے... میں ایسے رحم وکرم والے کی بیٹی بے یار ومددگار آپ کی قید میں ہوں اور رحم کی خواستگار ہوں...

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکی تیرے باپ میں ایمان والوں کی صفتیں تھیں یہ کہہ کر آپ نے اس کو رہا کر دیا اس نے پھر عرض کیا... میں بنت کریم ہوں اپنی رہائی کے ساتھ اپنے قبیلہ کے قیدیوں کی رہائی کی بھی تمنا رکھتی ہوں...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس جواں عمر عورت کی درخواست ہی قبول کی بلکہ اس کو زادراہ اور سفرخرچ دے کر اس کے بھائی کے پاس ملک شام میں بھجوا دیا... جانتے ہو اس خلق محمدی اور اس حسن سلوک کا کیا نتیجہ نکلا اور اس کریم النفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف نے کیا اثر کیا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ عدی بن حاتم (اس عورت کا بھائی) خلق محمدی کی یہ کیفیت اپنی بہن کی زبانی سن کر مدینہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسلمان ہو گیا... (عالمی تاریخ)

جانی دشمنوں پر کرم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوہ تنعیم پر اسی (۸۰) شخص یہ ارادہ کر کے اترے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں... (حضور صلی اللہ علیہ وسلم دامن کوہ میں اترے ہوئے تھے) انہوں نے اپنے کام کے لئے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا... (جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی قرأت پڑھا کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا... (رحمۃ للعالمین، جلد دوم)

غیروں پر کرم

ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے احد، احزاب وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فوج کشی کی تھی۔ وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ میں گرفتار ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مہربانی سے کلام فرمایا:

افسوس ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم بات سمجھ جاؤ کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ ابوسفیان بولا: میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، آپ کتنے بردبار، کتنے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوم)

یہ ایک قابلِ ذکر امر ہے کہ معافی درگزر کی پالیسی پر جتنی جلدی عمل کیا جائے اس کے پھل اور نتائج اتنے ہی جلد برآمد ہوتے ہیں۔

معافی میں تاخیر غلط ہے۔ بعض لوگ خطا بھول جانے کو درگزر کا نام دیتے ہیں۔ اول تو یہ طریقہ ہائے کار غلط ہے، دوسرے اس سے باہمی تنازعات اور معاملات حل نہیں ہوتے۔ دلوں میں رنجش اور آویزش برقرار رہتی ہے۔ چنانچہ یہ چاہئے کہ کسی کی غلطی کو فوری طور پر معاف کر دیا جائے۔

فتح مکہ پر اَبرِ کرم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ کوئی سختی اور مصیبت ایسی نہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں اور منافقوں کے ہاتھوں نہ جھیلی ہو۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں کمینگی کی انتہا کر دی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وطن اور گھر بار چھوڑنا پڑا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ بڑے صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت کیا اور جب فتح مکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غلبہ دے دیا اور غلبہ بھی ایسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے پر وہ سب خاک و خون میں لوٹائے جا سکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر سب کو معاف فرما دیا "میں تم سے وہی کہوں گا جو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی الزام (ملامت) نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو"۔

اَخلاقِ کریمانہ کی تاثیر

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے ارادے سے مدینہ منورہ آئے لیکن پکڑے گئے۔

جب ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت کئے بغیر بالکل معاف فرمادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کریمانہ اَخلاق کا عمیر رضی اللہ عنہ پر ایسا اثر ہوا کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

یہودی کی گستاخی پر عفو و کرم

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا رہ گیا تھا اور وہ بھی دبیز اور بوسیدہ تھا۔ پسینہ آتا تو کپڑوں میں جذب ہوکر اس کو اور بوجھل کر دیتا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی۔

اتفاق سے اسی زمانے میں مدینہ کے ایک یہودی نے شام سے کپڑا منگوایا۔ اس وقت کپڑا خریدنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دام نہیں تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: لباس کیلئے ایک جوڑے کا کپڑا اس سے قرض منگوا لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے پاس آدمی بھیجا لیکن اس بدبخت نے کپڑا دینے کے بجائے یہ بکواس کی:

”میں سمجھ گیا اس طرح کپڑا منگوانے کا مطلب یہ ہے کہ میرا مال یونہی ہضم کر جائیں اور قیمت ادا نہ کریں“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بیہودہ جواب کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا ہی فرمایا: ”وہ خوب جانتا ہے کہ میں سب سے زیادہ احتیاط کرنے والا اور سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں“ (جامع ترمذی باب البیوع)

ایک مرتبہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرضہ دیا، پھر بڑی سختی سے اس کی واپسی کا تقاضا کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چاہا کہ اس کے گستاخانہ رویہ پر اسے تنبیہ کریں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسے چھوڑ دو اس لئے کہ حق والے کو کہنے کا حق ہے۔" (صحیح بخاری کتاب الوکالۃ)

ایک مرتبہ لبید بن عاصم یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اس حرکت کا علم ہو گیا) لیکن آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی بلکہ فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ اس واقعہ کے ذریعے لوگوں میں (اس کی) برائی پھیلاؤں (یا بروایتِ دیگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں لوگوں میں شورش پیدا نہیں کرنا چاہتا)۔

فتح مکہ کیساتھ دلوں کی فتح

فتح مکہ (رمضان المبارک ۸ھ) کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا قریش مکہ اس انتظار میں کھڑے ہیں کہ ہمارے حق میں کیا فیصلہ ہوتا ہے اور جو ظلم وستم ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور جیسی کچھ ان کو تکلیفیں دیں ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اعیان قریش نے جواب دیا۔ اے نیک برادر! ہم تیرے بس میں ہیں۔ فرمایا جاؤ میں نے تم سب کو چھوڑ دیا۔

ہبار بن الاسود نے مکہ میں آستانۂ رسالت کی بہت کچھ بے ادبی اور ایذا رسانی کی تھی یہاں تک کہ جب زینب بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سواری مکہ سے مدینہ چلی تو ہبار نے چند اوباشوں کو ساتھ ملا کر ان کے ہودج پر نیزہ مارا۔ اس صدمہ سے زینب ہودج سے نیچے گر پڑیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا لیکن عورتوں پر حملہ کرنے والا نامرد جب مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام کا خواہاں

اور امان کا طالب ہوا تو اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ قتل کا فرمان صادر کر دیا تھا اس کو معاف کر دیا۔

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی انتقام نہیں لیا اور معافی ہی کو ترجیح دی حالانکہ جتنا کسی پر ظلم ہو۔ انتقام لینے کا حکم ہے مگر معاف کرنے کا اجر چونکہ زیادہ ہے اس لئے آپ ہمیشہ عفو تقصیر ہی سے کام لیتے رہے۔ (نا قابل فراموش واقعات)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم و بردباری

یہود کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔ زید بن سعنہ جو اپنے زمانہ کا حبر اور بہت بڑا عالم سمجھا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دس یا بیس کلو کی مقدار میں جو قرض لئے اور طے یہ ہوا کہ چھ مہینے بعد بدلے میں اتنی کھجوریں ہم تمہیں دے دیں گے معاملہ طے ہو گیا وہ گھر کا رئیس تھا اس نے مطلوبہ تعداد میں جو لا کر حضور کی خدمت میں پیش کئے اور چھ مہینے کا وعدہ ہو گیا کہ چھ ماہ بعد کھجوروں کی صورت میں ادا کیا جائے گا۔

اس نے تیسرے دن آ کر مطالبہ کیا کہ لاؤ میرا قرضہ ادا کر دو آپ قانونی طور پر فرما سکتے تھے کہ بھائی چھ ماہ کی مدت طے ہوئی تھی تو تیسرے ہی دن آ گیا۔ مگر یہ نہیں فرمایا بلکہ حیا سے گردن جھکا لی اور فرمایا کہ بھائی میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں۔ کہنے لگا کہ ہو یا نہ ہو ابھی کر دو۔ اسی وقت ادا کرنے پڑیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بہت نرمی سے فرمایا کہ بھائی میرے پاس ہوتے تو میں دے دیتا مگر یہ نہ فرمایا کہ کم بخت تو وعدہ شکنی کر رہا ہے معاہدہ ہوا تھا چھ ماہ کا اور آ گیا تو تیسرے ہی دن گویا قانونی گرفت نہیں فرمائی۔ وہی خلق کا معاملہ فرمایا کہ بھائی میرے پاس کچھ ہے نہیں جب ہو گا میں دیدوں گا۔ اس نے سخت کلامی شروع کی اور یہ کہا کہ تم ہی نہیں بلکہ تمہارے خاندان اور بنی ہاشم کی عادت یہ ہی ہے کہ قرضے لے کے دبا بیٹھتے ہیں۔ اور کسی کو واپس نہیں دیتے ہیں اور سخت سست کہنا شروع کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی نازیبا حرکت پر غصہ آیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے کہ اس کافر کی گردن قلم کر دوں' کہ اللہ کے رسول کی شان میں یہ شخص گستاخی کر رہا ہے مگر آپ بجائے اس کے کہ زید بن سعنہ پر خفا ہوتے حضرت عمر پر خفا ہوئے کہ اے عمر! تم سے یہ توقع مجھے بالکل نہ تھی کہ تم ایسی بات کہو گے۔

تمہیں مجھے سمجھانا چاہئے تھا' مدد کرنی چاہئے تھی۔ مگر تم اس کے قتل کی فکر کر رہے ہو۔ یہ اپنا حق مانگ رہا ہے تم اسے حق مانگنے سے روک رہے ہو۔ یہ نہیں فرماتے کہ وہ بدعہدی کر رہا ہے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اس کا جو قرضہ میرے ذمہ ہے وہ مانگنے آیا ہے۔ بجائے اس کے تم مجھے سمجھاتے نصیحت کرتے تم اس کی گردن مارنے کی فکر میں ہو۔ یہ تمہارے لئے زیبا نہیں ہرگز مناسب نہیں۔

عرض کیا یا رسول اللہ! پھر میں اس کی بدکلامی کو کیسے برداشت کروں' اچھا آپ اجازت دیں میں اس کے قرضہ کو ادا کر دوں فرمایا کہ ہاں اس کی اجازت ہے۔ ادا کر دو۔ مگر جتنے جو ہم نے لئے تھے اتنی کھجوریں دے دو' اور کچھ زائد دو کیونکہ ہم نے اسے پریشان کیا۔ یہ مانگنے آیا اور ہم نے وقت پر ادا نہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے مقررہ کھجوریں دیں اور اوپر سے کچھ زائد بھی دیں۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے غور سے دیکھا اور پوچھا کہ تو زید بن سعنہ ہے اس نے کہا ہاں حضرت عمر نے فرمایا کہ یہود کا عالم! اس نے کہا ہاں' فرمایا کہ تجھ پر کیا مصیبت آئی ہے کہ تو نے ایسی بدتہذیبی کی اس نے کہا کہ اصل قصہ یہ ہے کہ میں نے قصداً ایسا کیا ہے اور وہ یہ کہ میں توراۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری شانیں پڑھ چکا ہوں اور سب کو آزما چکا ہوں۔ اور یہ وہی پیغمبر آخر الزماں ہیں جن کی خبر دی گئی ہے ایک وصف رہ گیا تھا جس کا امتحان باقی تھا۔

اور وہ یہ تھا کہ ان کے سامنے جو شخص جتنی بدتہذیبی کرتا ہے اتنا ہی ادھر سے رحم و کرم کا معاملہ ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے قصداً کیا تا کہ مجھے اس وصف کے آزمانے

کا موقع ملے تو آج واضح ہوگیا کہ یہ وہی نبی ہیں میں نے انتہائی گستاخیاں کیں مگر آپ کی زبان مبارک سے نرم الفاظ اور محبت ہی کے کلمے نکلتے رہے کوئی انتقامی کلمہ نہیں نکلا۔ تو جو وصف میں نے پڑھا تھا آج اس کا یقین ہوگیا۔

لہٰذا فیصلہ ہوگیا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں مسلمان ہوتا ہوں اور میری لاکھوں روپیہ کی جائیداد ہے وہ سب اسلام کے کاموں کے لئے وقف ہے آج سے میں اسلام میں داخل ہوگیا اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اَخلاق عالیہ سے مخلوق کے دلوں کو موہ لیا۔ یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا تھا آپ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی رحمت ہے خلق عظیم آپ کو دیا گیا علوم انتہائی طور پر دیئے گئے کہ عالم خلق میں اتنا علم کسی کو نہیں دیا گیا جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ (خطبات طیب)

اہل طائف کی تکالیف پر درگزر کا معاملہ

نبوت مل جانے کے بعد نو برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہوگئی تھی اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے اکثر کفار مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے...مذاق اُڑاتے تھے اور جو ہوسکتا تھا اس سے درگزر نہ کرتے تھے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب بھی انہی نیک دل لوگوں میں تھے...جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے...دسویں سال میں جب ابو طالب کا بھی انتقال ہوگیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا...

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں

قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے...اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے...

وہاں پہنچ کر قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا... مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نو وارد مہمان کی خاطر مدارات کرتے صاف جواب دیدیا...اور نہایت بے رُخی اور بداَخلاقی سے پیش آئے...اُن لوگوں نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ آپ یہاں قیام فرمالیں جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مہذب گفتگو کریں گے...

اُن میں سے ایک شخص بولا کہ اوہو آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے...

دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا جس کو رسول بنا کر بھیجتے...

تیسرے نے کہا کہ میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا اس لئے کہ اگر تو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعویٰ ہے تو تیری بات سے انکار کردینا مصیبت سے خالی نہیں...اور اگر جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا...

اس کے بعد ان لوگوں سے نا اُمید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپ تو ہمت اور استقلال کے پہاڑ تھے مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ...اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن سے بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑائیں...تالیاں پیٹیں...پتھر ماریں...حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہوگئے...حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں واپس ہوئے...

جب راستہ میں ایک جگہ ان شریروں سے اطمینان ہوا تو حضور نے یہ دُعا مانگی... جس کا ترجمہ یہ ہے۔اے اللہ! تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی... اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفاء (کمزوروں) کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے... کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا... اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے... تیری حفاظت مجھے کافی ہے میں تیرے چہرہ کے اس نور کے طفیل سے جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو... نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت... (سیرت ابن ہشام)

مالک الملک کی شان قہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سُنی اور اُنکے جوابات سنے اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں...

اس کے بعد اس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو میں اس کی تعمیل کروں... اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں یا اور جو سزا آپ تجویز فرمائیں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیم وکریم ذات نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اسکی امید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو انکی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اسکی عبادت کریں... (فضائل اعمال)

فائدہ: یہ ہیں اَخلاق اس کریم ذات کے جس کے ہم لوگ نام لیوا ہیں کہ ہم

ذراسی تکلیف سے کسی کی معمولی سی گالی دیدینے سے ایسے بھڑک جاتے ہیں کہ پھر عمر بھر اس کا بدلہ نہیں اُترتا... ظلم پر ظلم اس پر کرتے رہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں اپنے محمدی ہونے کا... نبی کے پیرو بننے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی سخت تکلیف اور مشقت اُٹھانے کے باوجود نہ بددعا فرماتے ہیں نہ کوئی بدلہ لیتے ہیں...(فضائل اعمال)

مکی دور میں مختلف ایذائیں

نبوت کے چوتھے سال جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو اعلانیہ حق کی طرف بلانا شروع کیا تو گنتی کی چند سعادت مند روحوں کے سوا سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ایذا رسانی پر کمر باندھ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہمسایوں ابولہب، عقبہ بن ابی معیط اور حکم بن عاص وغیرہ نے کمینگی کی انتہا کردی۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں بھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ کبھی صحن میں کھانا پک رہا ہوتا تو یہ ہنڈیا پر غلاظت پھینک دیتے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے تو یہ اوپر سے بکری کا اوجھ یا کوئی اور چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینک دیتے۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل ہر روز رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر خاردار جھاڑیاں لاکر ڈال دیتی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ باہر نکلیں تو ان کے پاؤں میں کانٹے چبھ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سات سال تک ان لوگوں کی یہ ذلیل اور گھٹیا حرکتیں نہایت صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ ان کے جواب میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کچھ کیا تو زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ باہر نکل کر ان لوگوں سے فرمایا:

''اے بنی عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے!'' (یعنی تم لوگ ہمسائیگی کا حق خوب ادا کر رہے ہو)۔ (بیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب اسلام کا بدترین دشمن اور نہایت گھٹیا ذہن کا مالک تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں جہاں بھی اسلام کی دعوت دینے کیلئے تشریف لے جاتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں سے کہتا کہ یہ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو لات وعزیٰ سے پھیر کر اس نئے دین اور گمراہی کی طرف لے جانا چاہتا ہے جسے یہ لے کر آیا ہے اس کی بات ہرگز نہ مانو اور اس کی پیروی نہ کرو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تبلیغ حق کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باآواز بلند پکارتے جاتے تھے کہ لوگو "لا الہ الا اللہ" کہو فلاح پاؤ گے۔ ابولہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارتا جاتا تھا یہاں تک کہ آپ کی ایڑیاں خون سے تر ہو گئی تھیں ساتھ ہی وہ کہتا جاتا یہ جھوٹا ہے اس کی بات نہ مانو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ظالمانہ اور گھٹیا حرکتوں کا کبھی کوئی جواب نہ دیتے تھے سب کچھ نہایت صبر وتحمل سے برداشت کرتے اور اپنے کام (تبلیغ حق) میں مصروف رہتے تھے۔ (طبرانی)

مخالفین کی ایذاؤں پر تحمل و برداشت

ابولہب کی طرح بنومخزوم کا سردار ابوجہل بھی دین حق کا سخت دشمن تھا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔

۶ھ بعد بعثت کا ذکر ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا (بروایت دیگر حجون) کے پاس سے گزر رہے تھے (بعض روایتوں کے مطابق اس جگہ کے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوتِ توحید دے رہے تھے) کہ ابوجہل کا گزر اس طرف ہوا آپ کو دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ آپ کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا ساتھ ہی اس نے دین حق کے بارے میں نہایت برے الفاظ استعمال کئے بعض روایتوں میں ہے کہ ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی اور گوبر

بھی پھینکا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ تھک ہار کر بکتا جھکتا چلا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے۔

بنو تیم کے ایک رئیس عبداللہ بن جُدعان کی آزاد کردہ ایک لونڈی قریب ہی اپنے گھر میں بیٹھی یہ سارا واقعہ دیکھ رہی تھی اتفاق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور دودھ شریک بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آتے ہوئے اس کے گھر کی طرف سے گزرے تو اس نے کہا: ”ابو عمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم یہاں موجود ہوتے تو دیکھتے کہ عمرو بن ہشام (ابو جہل) نے تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیسا ناروا سلوک کیا۔ نہایت سخت گالیاں دیں اور بری طرح ستایا لیکن ابن عبداللہ نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن اس واقعہ کا حال سن کر وہ غضبناک ہوگئے اور حرم میں پہنچ کر ابو جہل کو خوب زدوکوب کیا پھر گھر جا کر رات بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر غور کرتے رہے صبح اُٹھ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کچھ گفتگو کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوگئے یہ آپ کا صبر و تحمل ہی تھا جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو غیرت دلائی اور آستانہ اسلام پر جھکا دیا۔ (اصابہ)

ناگواریوں پر صبر و تحمل

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوہ حنین میں فتح پانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (تالیف قلب کی وجہ سے مال دینے میں) بہت سے (نئے) لوگوں کو ترجیح دی (اور پرانوں کو نہ دیا نئے لوگوں کو وہ سارا مال غنیمت دے دیا) چنانچہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دیئے اور حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کو بھی اتنے ہی دیئے اور بھی کچھ لوگوں کو دیا اس پر ایک آدمی نے کہا مال غنیمت کی اس تقسیم میں اللہ کی رضا مقصود

نہیں رہی۔ میں نے کہا یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا۔ چنانچہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا تھا لیکن انہوں نے صبر کیا تھا (چنانچہ میں بھی صبر کروں گا) بخاری کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا گیا اور نہ اللہ کی رضا اس میں مقصود ہے میں نے کہا میں یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا چنانچہ میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ اور اس کے رسول عدل نہیں کریں گے تو پھر اور کون کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا تھا لیکن انہوں نے صبر کیا تھا۔

رئیس المنافقین کی نماز جنازہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن اُبی مرگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوگئے تو میں گھوم کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوگیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے دشمن عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ پڑھانے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا اور میں اس کے دن گنوانے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے۔

جب میں بہت کچھ کہہ چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! پیچھے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے (منافقوں کے لئے استغفار کرنے نہ کرنے کا) اختیار دیا ہے میں نے (استغفار کرنے کی صورت کو) اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ضرور کرتا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے اور اس کے دفن ہونے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر کھڑے رہے۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر جو میں نے جرأت سے کام لیا اس پر مجھے بہت حیرانی تھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں (کہ اس میں کیا مصلحت تھی) اللہ کی قسم! ابھی اس بات کو تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنھُم مَّاتَ اَبَدًا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور اس دنیا سے تشریف لے جانے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی دستور رہا۔

(عند احمد وھکذا رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

جادو کرنے والے یہودی سے برتاؤ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا جس کی وجہ سے آپ چند دن بیمار رہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اس نے گرہیں لگا کر فلاں کنوئیں میں پھینک دیا ہے آپ آدمی بھیج کر اسے منگوالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ اسے نکال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گرہوں کو کھولا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ٹھیک ہو کر کھڑے ہوئے کہ جیسے کسی بندھن سے نکلے ہوں۔ (معلوم ہو جانے کے باوجود) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو یہ بات آخری دم تک اس یہودی کو بتائی اور نہ اس نے اس کا کوئی ناگوار اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر کبھی دیکھا۔

(اخرجہ احمد ورواہ النسائی)

زہر کھلانے والی عورت سے درگزر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا (تو آپ کو پتہ چل گیا) اس عورت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس زہر ملانے کے بارے میں پوچھا تو اس عورت نے صاف کہا میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرے خلاف تمہارے اس منصوبہ کو ہرگز کامیاب کرنے والے نہیں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا آپ اس عورت کو قتل نہیں کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے کے کوے پر اس زہر کا اثر دیکھتا رہا۔ (اخرجہ الشیخان)

حضرت مروان بن عثمان بن ابی سعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرض الوفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت بشر بن براء بن معرور کی بہن آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا اے اُم بشر! میں نے تمہارے بھائی کے ساتھ جو بکری کا گوشت خیبر میں کھایا تھا اس کی وجہ سے مجھے اس وقت اپنے دل کی رگ کٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے اور تمام مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے نوازا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کا مرتبہ بھی عطا فرمایا ہے۔

(عند ابن اسحاق وھکذا ذکر موسیٰ بن عقبۃ عن الزھری عن جابر انتھی من البدایۃ ۴/ ۲۰۸ مختصراً)

بری نیت سے آنے والے سے حسن سلوک

حضرت جعدہ بن خالد بن صمہ جشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موٹے آدمی کو دیکھا تو ہاتھ سے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اگر یہ (مال) اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ ہوتا تو تمہارے لئے بہتر تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ یہ آدمی آپ کو (نَعُوذُ بِاللہِ مِن ذٰلِک) قتل کرنا چاہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ڈرو مت اگر تمہارا یہ ارادہ تھا تو اللہ نے تمہیں اس میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ (اخرجہ احمد والطبرانی بسند صحیح اھ)

دُعا کی برکت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (میرے قبیلہ) دوس نے (میری دعوت) نہیں مانی اور (اسلام قبول کرنے سے) انکار کر دیا اس لئے آپ ان کے خلاف بددعا کر دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھائے لوگوں نے کہا اب تو قبیلہ دوس والے ہلاک ہو گئے (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بددعا فرمانے لگے ہیں) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔

اے اللہ! دوس کو ہدایت فرما اور انہیں یہاں لے آ۔ دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ چنانچہ حضرت طفیل واپس گئے اور خیبر کے موقع پر دوس کے ستر اسی گھرانے مسلمان کر کے لے آئے۔ (اخرجہ الشیخان)

ہندہ دربارِ نبوت میں

ہندہ جب بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تو چہرہ پر نقاب ڈال کر حاضر ہوئیں۔ چونکہ ہندہ نے حضرت حمزہ کو قتل کرایا تھا اوران کا سینہ چاک کر کے ان کا کلیجہ چبایا تھا۔ اس لئے حیاء اور ندامت کی بناء پر منہ چھپا کر بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تا کہ پہچان نہ سکیں ان کی بیعت کا قصہ حسب ذیل ہے۔

ہندہ: یارسول اللہ آپ ہم سے کن چیزوں کا عہد اور میثاق لیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہندہ: یارسول اللہ! آپ ہم سے ان باتوں کا عہد لیتے ہیں کہ جن کا آپ نے مردوں سے نہیں لیا لیکن ہم کو یہ منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اور یہ کہ چوری نہ کریں۔

ہندہ: میں اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال میں سے کچھ لے لیتی ہوں۔ معلوم نہیں کہ یہ چوری میں داخل ہے یا نہیں۔ ابوسفیان اس وقت وہیں موجود تھے۔ ابو سفیان نے کہا کہ جو گزر گیا وہ معاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقدر ضرورت اور بقدر کفایت شوہر کے مال سے لے سکتی ہے جو عرف اور دستور میں تجھ کو اور تیرے بچوں کی ضرورت کو کفایت کر سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اور زنا نہ کرنا۔

ہندہ: کیا شریف عورت زنا کر سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہندہ:۔ **ربیناھم صغارا وقتلتھم یوم بدر کبارا فانت وھم اعلم.**

ہم نے ان کو بچپن میں پالا اور آپ نے ان کو جنگ بدر میں مارا۔ پس آپ اور وہ جانیں۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اور کسی پر بہتان نہ لگانا۔

ہندہ:۔ واللہ ان اتیان البہتان لقبیح وماتامرنا الابالرشد و مکارم

اَخلاق خدا کی قسم کسی پر بہتان باندھنا نہایت ہی برا ہے اور آپ ہم کو سوائے رشد و ہدایت اور سوائے مکارم اَخلاق کے کسی چیز کا حکم نہیں دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اور کسی نیک کام میں نافرمانی اور حکم عدولی نہ کرنا

ہندہ: ہم اس مجلس میں آپ کی نافرمانی کا ارادہ اور خیال بھی لے کر نہیں آئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا ان سے بیعت لے لو۔ بیعت کے بعد آپ نے ان کے لئے دعا مغفرت کی۔

ہندہ نے اسلام لانے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ اسلام سے پہلے آپ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھ کو مبغوض نہ تھا اور آپ سے زیادہ کسی کو دشمن نہ رکھتی تھی۔ اور اب آپ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی محبت میں اور زیادتی ہوگی۔ (جدید سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جانا

صحیح بخاری، کتاب الجنائز میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں، ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ ہم بھی کھڑے ہو گئے...... پھر ہم نے عرض کی:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جنازہ تو ایک یہودی کا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔"

میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے جنازہ پر کھڑے ہو گئے یہ

اس حقیقت کا اظہار ہے کہ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں انسانی رشتے کا کس قدر درد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موت کے درد کو محسوس کرتے ہیں چاہے وہ کسی کی بھی موت ہو۔

یہودی لڑکے پر شفقت

ایک یہودی لڑکا تھا۔ اس کا واقعہ ہمارے امام سلیمان بجستانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ابوداؤد میں لائے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک لڑکا بیمار ہو گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیمار پرسی کرنے کو تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے (حال احوال پوچھنے کے بعد آخرکار) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہنے لگے۔

مسلمان ہو جاؤ! اب لڑکے نے اپنے باپ کی جانب دیکھا۔ باپ بھی بیٹے کے سر کی جانب (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) ہی بیٹھا تھا۔

باپ (اپنے بیٹے کی خواہش کو بھانپتے ہوئے) کہنے لگا۔ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو، چنانچہ لڑکے نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔

ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے:

الحمد لله الذی انقذه بی من النار

”اللہ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچا لیا۔“

یہودی بچوں، لڑکوں اور عورتوں کا تحفظ

مسلم اور ابن ماجہ کتاب الجہاد میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی کمانڈر کو جنگ کے لئے روانہ فرماتے تو نصیحت کرتے، خبردار!

وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا... ”کسی بچے کو مت قتل کرنا۔“

ابن ماجہ کی دوسری روایت میں مزید تاکید اور سختی ہے۔ فرمایا:

لَا تَقْتُلُنَّ ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيْفًا

''بچوں کو کسی صورت نہ مارنا، نہ ہی مزدوروں کو قتل کرنا۔''

اللہ اللہ! میرے مہربان اور محسن انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدوروں اور محنت کشوں کا ذکر اس لئے کیا کہ عورتیں اور بچے تو محفوظ ہوگئے۔ ویسے بھی وہ فطری طور پر محفوظ رہتے ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں ہوتے ہیں۔ جو کھاتے پیتے لوگ ہیں وہ بھی جنگ کے دنوں میں گھروں میں رہ کر گزارہ کر سکتے ہیں لیکن وہ عام مزدور اور محنت کش جو روز کی محنت پر ہی گزراوقات کرتے ہیں وہ محنت نہ کر سکے تو ان کے بیوی بچے کہاں سے کھائیں گے؟......

اس لئے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل سے بھی سختی سے منع کیا ہے۔ عسیف کے معنی گھریلو خادم کے بھی ہیں......یعنی گھریلو خادم کو بھی تحفظ فراہم کیا......حتیٰ کہ وہ تارک الدنیا لوگ جو اپنی عبادت گاہوں میں مصروف عبادت ہوتے ہیں ان کے قتل سے بھی ممانعت ہے۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ

شیرانہ حملے

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیرانہ حملہ سے کفار سخت پریشان تھے۔ جس پر تلوار اٹھاتے اسی کی لاش زمین پر نظر آتی۔

وحشی بن حرب

وحشی بن حرب جو جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا۔ جنگ بدر میں جبیر کا چچا طعیمہ بن عدی حضرت حمزہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ جبیر کو اس کا بہت صدمہ تھا۔ جبیر نے وحشی سے یہ کہا کہ اگر میرے چچا کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کردے تو تو آزاد ہے۔ جب قریش جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے تو وحشی بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔

سباع کا قتل

جب احد پر فریقین کی صفیں قتال کے لئے مرتب ہوگئیں اور لڑائی شروع ہوئی تو سباع بن عبد العزیٰ **ھل من مبارز** (ہے میرا کوئی مقابل) پکارتا ہوا میدان میں آیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے اے سباع۔ اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بچے تو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایک وار کیا ایک ہی وار میں اس کو فنا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔

وحشی کا نیزہ اور شہادت

وحشی حضرت حمزہ کی تاک میں ایک پتھر کے نیچے چھپا بیٹھا تھا۔ جب حضرت حمزہ

ادھر سے گزرے تو وحشی نے پیچھے سے ناف پر نیزہ مارا جو پار ہو گیا۔ حضرت حمزہ چند قدم چلے مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ انا لله و انا الیه راجعون

مسند ابی داؤد طیالسی میں ہے وحشی کہتے ہیں کہ جب مکہ آیا تو آزاد ہو گیا اور قریش کے ساتھ فقط حضرت حمزہ کے قتل کے ارادہ سے آیا تھا قتل وقتال میرا مقصد نہ تھا۔

حضرت حمزہ کو قتل کر کے لشکر سے علیحدہ جا کر بیٹھ گیا اس لئے کہ میرا اور کوئی مقصد نہ تھا صرف آزاد ہونے کی خاطر حضرت حمزہ کو قتل کیا۔

وحشی کا مسلمان ہونا

فتح مکہ کے بعد وفد طائف کے ساتھ وحشی بارگاہ رسالت میں مدینہ منورہ مشرف باسلام ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے لوگوں نے ان کو دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ وحشی ہے یعنی آپ کے عم محترم کا قاتل۔ آپ نے فرمایا۔

اس کو چھوڑ دو۔ البتہ ایک شخص کا مسلمان ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔ بعد ازاں آپ نے وحشی سے حضرت حمزہ کے قتل کا واقعہ دریافت کیا۔ وحشی نے نہایت ندامت کے ساتھ محض تعمیل ارشاد کی غرض سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے وحشی کا اسلام قبول کیا اور یہ فرمایا کہ اگر ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو اس لئے کہ تم کو دیکھ کر چچا کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے۔

وحشی رضی اللہ عنہ کو چونکہ آپ کو ایذاء پہنچانا مقصود نہ تھا اس لئے جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو پس پشت بیٹھتے۔

نعمت اسلام پر شکر

وحشی راوی ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا تو نے ہی حمزہ کو قتل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں اور شکر اس خدا کا جس نے حضرت حمزہؓ کو میرے ہاتھ شہادت کی کرامت اور عزت بخشی اور مجھ کو اس کے ہاتھ سے ذلیل نہیں کیا۔

کیونکہ اگر وحشی اس وقت حضرت حمزہ کے ہاتھ سے مارے جاتے تو بحالت کفر مارے جاتے۔ جس سے بڑھ کر کوئی اہانت اور ذلت نہیں۔

بعدازاں آپ نے فرمایا اے وحشی جا اور خدا کی راہ میں قتال کر جیسا کہ تو خدا کے راستہ سے روکنے کے لئے قتال کرتا تھا۔

حضرت وحشی کا مسیلمہ کو قتل کرنا

اب حضرت وحشی اس فکر میں رہے کہ اس کا کوئی کفارہ کروں چنانچہ اس کے کفارہ میں مسیلمہ کذاب کو اسی نیزہ سے مار کر واصل جہنم کیا جس نے خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔

اور جس طرح حضرت حمزہ کو ناف پر نیزہ مار کر شہید کیا اس طرح مسیلمہ کذاب کو بھی ناف ہی پر نیزہ مار کر قتل کیا۔

اس طرح ایک خیر الناس کے قتل کی ایک شر الناس (بدترین خلائق) کے قتل سے مکافات کی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں وحشی کے ساتھ ایک انصاری بھی شریک تھا اور اسحاق بن راہویہ اور حاکم کہتے ہیں عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ تھے اور بعض سہل اور بعض ابودجانہ اور بعض زید بن الخطاب کا نام بتلاتے ہیں۔

(جدید سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اَخلاقِ نبوی

یعنی

رویّے ہمارے حضور کے

صلّی اللہ علیہ وسلّم

● .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی بچوں سے مثالی محبت
اور حُسنِ اَخلاق کے واقعات

بچوں سے محبت اور شفقت

گھر میں بچے اب تو لائق التفات سمجھے جاتے ہیں (خصوصاً زمانہ جاہلیت میں) تو بالکل ہی ان کو قابل توجہ اور لائق التفات نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو بھی اپنی خاص الخاص رحمتوں سے نوازا اور اس سلسلہ میں اپنے قول و عمل سے ایسا اسوۂ اور نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ کی خاص الخاص نعمت ہیں ان کی تعلیم و تربیت اور ان کو حسن ادب کے ساتھ متصف کرنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے' بچوں کا یہ بھی حق ہے کہ والدین اور گھر کے دوسرے بڑے ان کے ساتھ شفقت اور محبت کا معاملہ کریں۔ بچوں میں اگر لڑکیاں ہیں تو ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور برتاؤ میں کسی قسم کی تفریق نہ برتیں۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اپنے گھر کے بچوں کے ساتھ اور بچیوں کے بارے میں ایسا ہی تھا۔ آپ کو اپنی بیٹیوں سے غیر معمولی محبت تھی اور ان کے ساتھ صرف شفقت ہی نہیں' اکرام کا معاملہ بھی فرماتے تھے۔ آپ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ پیش قدمی فرما کر ان کا استقبال کرتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔ (مسلم' کتاب الفضائل' باب فضل فاطمہ)

ان کے فضائل کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ دوسری صاحبزادیوں کے ساتھ بھی آپ کا معاملہ اسی طرح کا تھا

اور ان کے متعلق بھی آپ کے اکرام و شفقت کا ذکر حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔

گھر کے چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ نہایت پیار و محبت اور شفقت کا تھا (اور یہی معیارِ کمال ہے) آپ کے دونوں نواسے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ ہی کی گود میں پلے ہیں، نبوت کی ساری ذمہ داریوں کے باوجود آپ ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ فرماتے تھے۔

ان کو گود میں لیتے، اپنے کندھوں پر سوار کرتے، ان کو پیار کرتے، ان کو سونگھتے اور مستقبل میں ان کو حاصل ہونے والے کمالات کا ذکر بھی کرتے اور نیز ان کو دُعائیں دیتے، اپنے ساتھ سواری پر سوار کرتے۔ (ترمذی باب فی رحمۃ الولد)

کبھی فرماتے تم دونوں میرے گلدستے ہو۔ (بخاری و ترمذی، کتاب المناقب الحسن والحسین)

ایک صحابی حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی بھی ان کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر منجانب اللہ رحم نہیں کیا جاتا۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد)

یعنی بچوں کو پیار کرنا بھی رحمتِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

حضرات حسنین کے علاوہ آپ کا معاملہ درجہ بدرجہ خاندان کے دیگر بچوں کے ساتھ محبت و شفقت کا ہی رہا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ درمیانِ نماز کوئی نواسی یا نواسہ آ کر کندھے یا پیٹھ پر سوار ہو گیا، آپ نے نماز جاری رکھی، جب رکوع یا سجدہ کیا تو اُتار دیا اور پھر اُٹھا لیا۔ (بخاری کتاب الادب)

اولاد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اولاد کے ساتھ رحم دل و شفیق شخص نہیں دیکھا۔ (مسلم کتاب الفضائل، باب رحمۃ علیہ السلام وتواضعہ)

اور اگر ان کو تکلیف پہنچتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے تاب ہو جاتے۔
ایک مرتبہ برسرِ عام کہا' فاطمہ! میری ہے' میں فاطمہ کا ہوں' فاطمہ کی تکلیف میری تکلیف ہے۔ (مسلم ترمذی' باب فضل فاطمہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ سے کچھ دور عوالی میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ وہاں جاتے اور بچہ کو دیکھ کر آتے۔ اللہ کی قدرت کہ ان کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا جب کہ آپ کبرسنی کو پہنچ چکے تھے اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے نرینہ اولاد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کے وقت پہنچ گئے' بچے نے اس حال میں دم توڑا کہ اس کا سر آپ کی گود میں تھا اور آپ کی آنکھیں شدت غم سے جاری تھیں مگر اس وقت بھی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر کے ساتھ نبی بھی تھے' اس حال میں آپ کو اللہ کی رضا کا خیال تھا' پورے صبر کے ساتھ زبان سے یہ ایمان فروز کلمات نکلے:

"اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلاَ نَقُوْلُ اِلاَّ مَا يَرْضٰى بِهٖ رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَآ اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ." (بخاری' کتاب الجنائز)

"آنکھ آنسو بہا رہی ہے' دل غمگین ہے مگر سوائے اس بات کے جو اللہ کو پسند ہو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بخدا! ابراہیم! تمہاری جدائی سے ہم بہت غمگین ہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بچپن کا خیال

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی کام کیلئے بھیجا کہ فلاں کام کر آؤ..... میں گھر سے نکلا تو باہر کچھ کھیل تماشا ہو رہا تھا..... میں اس کھیل تماشے میں لگ گیا اور جس کام کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا وہ بھول گیا..... اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس

انتظار میں تھے کہ میں واپس آکر بتاؤں کہ اس کام کا کیا ہوا؟

جب کافی دیر گزر گئی اور میں واپس نہ پہنچا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور جا کر وہ کام خود کرلیا جس کیلئے مجھے بھیجا تھا....آپ وہ کام کر کے واپس آئے تو آپ نے دیکھا کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہوں .... جب میری نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی تو مجھے خیال آیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی....آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کام سے بھیجا تھا اور میں کھیل میں لگ گیا....

مجھے صدمہ بھی ہوا اور فکر بھی ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوں گے چنانچہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ!

جب گھر سے باہر نکلا تو میں وہ کام کرنا بھول گیا اور بچوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا....آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں....میں وہ کام خود کر آیا....

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو نہ ڈانٹا....نہ ڈپٹا اور نہ کوئی اور سزا دی....

(اصلاحی خطبات ج ۱۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میری عمر آٹھ سال تھی۔

میری والدہ مجھے ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے علاوہ انصار کے تمام مردوں اور عورتوں نے آپ کو کوئی نہ کوئی تحفہ دیا ہے اور میرے پاس تحفہ دینے کے لئے اس بیٹے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اس لئے آپ اسے میری طرف سے قبول فرمالیں جب تک آپ چاہیں گے یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ چنانچہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی اس عرصہ میں آپ نے نہ تو کبھی مجھے مارا، نہ مجھے گالی دی اور نہ کبھی تیوری چڑھائی۔ (عند ابن عساکر کذا فی الکنز ۹/۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یتیم پر لُطف وکرم

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کے دن گھر سے مسجد کی طرف تشریف لانے لگے .... راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بچوں کو کھیلتے دیکھا انہوں نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے .... بچوں نے سلام عرض کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب ارشاد فرمایا .... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے تو ایک بچے کو خاموشی کے ساتھ اداس بیٹھے دیکھا .... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب رک گئے ....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اداس اور پریشان نظر آ رہے ہو؟ اس نے رو کر کہا .... اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں یتیم مدینہ ہوں ....

میرے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہے جو میرے لئے کپڑے لا دیتا .... میری امی مجھے نہلا کر کپڑے پہنا دیتی اس لئے میں یہاں اداس بیٹھا ہوں .... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آؤ ....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر واپس اپنے گھر تشریف لائے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ....

حمیرا! انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں .... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بچے کو نہلا دو چنانچہ اسے نہلا دیا گیا .... اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر دیئے .... کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا ....

پھر اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی گئی .... حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو گیا اور

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چلنے لگا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نیچے بیٹھ گئے اور اس بچے کو فرمایا آج تو پیدل چل کر مسجد میں نہیں جائے گا بلکہ میرے نبوت والے کندھوں پر سوار ہو کر جائے گا....

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچے کو کندھوں پر سوار کر لیا اور اسی حالت میں اسی گلی میں تشریف لائے جس میں بچے کھیل رہے تھے....

جب بچوں نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ رو رو کر کہنے لگے کاش ہم بھی یتیم ہوتے اور آج ہمیں بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبوت والے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف حاصل ہوتا....

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا.... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اشارہ کر کے فرمایا کہ تم آج زمین پر نہیں بیٹھو گے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت و شفقت کی وجہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اتنی نیکیاں لکھ دے گا....(از خطبات فقیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت

بخدا! وہ بچے بڑے خوش قسمت تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دامن سے کھیلتے تھے... آپ کا دامن پکڑ کر ساتھ لپٹتے تھے اور جن کو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ گود میں اٹھایا... انہیں اپنا لعابِ دہن چٹایا... اور اپنے مقدس منہ میں کھجور چبا کر کھلائی... جن کے سر پر شفقت سے کائنات کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا اور انہیں دعائیں دیں... جن سے خوش طبعی کی باتیں کیں... ان کا دل بہلایا... انہیں کھلایا اور انہیں اپنے مبارک کندھوں پر سوار فرمایا...

مہر نبوت سے کھیلنے والی بچی

خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی بیٹی آقائے کون ومکاں امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اپنے ابا کے ساتھ آئیں وہ خود بتاتی ہیں کہ:...

میں چھوٹی سی تھی اور پیلے رنگ کا کرتا میں نے پہنا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا: سَنَہ سَنَہ یہ حبشی زبان کا لفظ تھا جس کے معنی حَسَنَہ حَسَنَہ کے ہیں... یعنی واہ واہ! بہت اچھا کپڑا ہے... پھر میرے والد تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور میں آپ کے دونوں شانوں کے درمیان پچھلی جانب جو مہر نبوت تھی (ایک اُبھری ہوئی کبوتری کے انڈے کی طرح جس کے اردگرد بالوں کی لکیر سی بنی ہوئی تھی اسے مہر نبوت کہا جاتا تھا) اس سے کھیلنے لگی...

تھوڑی دیر بعد جب میرے والد صاحب کی نظر پڑی تو انہوں نے مجھے وہاں

سے ہٹانا چاہا اور ڈانٹ کر مجھے اپنے پاس بلایا تو امت کے کریم وشفیق آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑو بھئی! اسے کھیلنے دو... ساتھ ہی یہ دعا بھی دی پہنتی رہو اور پرانا کرتی رہو تین بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیہ جملہ ادا فرمایا... پھر یہ خوش بخت بچی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں مست' مہر نبوت کو پکڑتی' چومتی اور اس کے ساتھ کھیلتی رہی... سبحان اللہ! کیا قابل رشک بچی تھی... (بخاری' کتاب الآداب)

بچوں کو سلام کہنا

''حضرت شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اپنے استاد ثابت بُنانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ چل رہا تھا ہمارا بچوں کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے بچوں کو سلام کیا... پھر حضرت ثابت بُنانی فرمانے لگے کہ میں اپنے استاد حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا جب ہمارا بچوں پر گزر ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بچوں کو سلام کیا اور......... ساتھ ہی فرمانے لگے کہ میں اپنے استاد رحمت دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا ہم بچوں کے پاس سے گزرے تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو سلام کیا تھا... (ترمذی شریف)

خوش نصیب بچے نے لُعابِ مبارک کو چوسا

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سب سے پہلی خاتون ہیں ہجرت کے بعد جن کے ہاں ولادت ہوئی یہ قبا کی بستی میں تھیں کہ ان کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی...

اس بچے کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا... (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کی ولادت پر تمام اہل ایمان خصوصاً مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم بہت ہی خوش ہوئے اس لیے کہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ یہود نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو گی...

جب یہ پیدا ہوئے تو ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں اٹھالیا اور ان کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور کھجور اپنے منہ میں چبا کر چٹائی... پس ان کے پیٹ میں جو چیز سب سے پہلے گئی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعابِ دھن تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے برکت بھی فرمائی۔ (بخاری شریف)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کیلئے دُعا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے ایک مشہور کافر عُقبہ بن ابی مُعَیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا... ایک روز آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ہمسفر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور فرمایا: اے بیٹے! کچھ دودھ ہے پینے کے لیے؟ میں نے جواب دیا کہ دودھ تو ہے لیکن یہ ساری بکریاں میرے پاس امانت ہیں لہٰذا میں دودھ پلا نہیں سکتا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی ایسی بکری ہے جو دودھ نہ دیتی ہو وہی ہمیں دے دو! میں ایک ایسی بکری لے کر آیا اور آپ کی خدمت میں پیش کر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھا اور اس بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اس کے تھنوں میں دودھ بھر آیا' آپ نے دودھ دوہا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پلایا خود پیا اور حضرت ابن مسعود کو بھی پلایا... پھر کچھ پڑھا اور تھنوں پر ہاتھ پھیرا وہ دوبارہ پہلے والی حالت پر آ گئے یعنی سکڑ گئے...

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھر گئی اور عرض کیا یہ جو کچھ آپ پڑھتے ہیں مجھے بھی سکھا دیجئے...... اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے' میرے سر پر ہاتھ پھیرا' دعا دی اور میری تعریف فرمائی: اِنَّکَ غُلَامٌ مُّعَلَّمٌ تم بڑے سمجھدار بچے ہو... (اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: تم بڑے تعلیم یافتہ بچے ہو)۔ (مسند احمد)

تمہاری چڑیا کہاں چلی گئی؟

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک چھوٹے بھائی تھے جن کا نام ابوعمیر تھا وہ چھوٹے سے تھے......اورانہوں نے ایک پرندہ بھی پال رکھا تھا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے تو وہ بڑے غمگین بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دل بہلانے کیلئے یوں ارشاد فرمایا:

یَااَبَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ: اے ابوعمیر تمہاری چڑیا کہاں چلی گئی؟) وہ خوش ہو گئے اوران کے گھر والے بھی۔(ابوداؤد کتاب الادب)

''حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے...آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت زیادہ پیار فرمایا کرتے تھے آپ خود ان کا منہ اور ناک اپنے کپڑے سے صاف فرما دیا کرتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کپڑے پہناتے اور کبھی جوش محبت میں یوں فرماتے:

''اگر اُسامہ لڑکی ہوتا تو میں اس کو خوب زیور وغیرہ پہناتا اور اسے ایسا سنوار کر رکھتا کہ اس کی خوبصورتی کا چرچا پورے عرب میں ہوتا...(ترمذی شریف)

پیارے بچو! دیکھا آپ نے! ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کس قدر شفیق تھے...بچیوں سے بھی بہت الفت و نرمی کرنے والے تھے...

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کتنی پیار کی باتیں آپ نے فرمائیں...اللہ تعالیٰ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری جانب سے اچھی اجزاء عطا فرمائے اور کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے...(آمین)

چھوٹوں پر شفقت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے...بچوں پر رحم کرنا' نرمی اور محبت سے پیش آنا

ان کا حق ہے اور بلا شبہ اچھی تعلیم اور اچھی تربیت بھی ان کا اولین حق ہے...

پیار و محبت تو ہم سے اکثر لوگ کرتے ہی ہیں لیکن اچھی تعلیم و تربیت کا حق عموماً ضائع کیا جارہا ہے... اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حقوق اور اپنے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے...(از حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت)

بچوں پر شفقت

چھوٹے بچے بھی رحمت کے مستحق ہیں، اپنے بچے ہوں یا کسی دوسرے کے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھوٹے بچوں سے بہت شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے، بچوں کو گود میں بھی لیتے، پیار بھی کرتے، اور چومتے بھی تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس (لوگوں کے) بچے لائے جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے برکت کی دُعا دیتے تھے، اور ان کی تحنیک فرماتے تھے (یعنی اپنے منہ میں کھجور چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دیتے تھے پھر تالو سے مَل دیتے تھے)...(مسلم)

ایک مرتبہ حضرت اُم قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے ایک دودھ پیتے بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی گود میں بٹھالیا، بچہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اس کو پاک فرمایا...(مشکوٰۃ)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے) حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے پر تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرمارہے تھے، اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اس سے محبت فرمائیے...(بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ دن چڑھے حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو آواز دیتے ہوئے فرمایا کیا یہاں چھٹوا ہے؟ کیا یہاں چھٹوا ہے؟ اس کے بعد ذرا دیر بھی نہیں گزری کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آگئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حسن رضی اللہ عنہ دونوں گلے لپٹ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی اس سے محبت فرمایئے اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرمایئے...(بخاری ومسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحمدل تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحمدل تھے جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا (اور سوال کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا) تو اس سے آپ وعدہ کر لیتے (کہ جب کچھ آئے گا تو تمہیں ضرور دوں گا) اور اگر کچھ پاس ہوتا تو اسی وقت اسے دے دیتے ایک مرتبہ نماز کی اقامت ہوگئی ایک دیہاتی نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کو پکڑ لیا اور کہا کہ میری تھوڑی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں اسے بھول جاؤں گا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ کھڑے ہوگئے جب اس کی ضرورت سے فارغ ہوئے تو پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۵۰)

بچہ جس کے سر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک رکھا

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن میں اپنے باپ حذیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت

سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

اس کی برکت سے آپ کا یہ حال ہو گیا کہ اگر کسی کے منہ میں ورم آجاتی یا کسی کی بکری کے تھن میں ورم آجاتی اور ورم کی جگہ حضرت حنظلہ کے سر کے ساتھ لگادی جاتی تو وہ ورم ختم ہو جاتی۔ (نسیم الریاض، الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین)

یتیم کا اکرام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ (اخرجہ احمد)

حضرت بشیر بن عقربہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی میں نے پوچھا میرے والد کا کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

میں یہ سن کر رونے لگ پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے اپنے ساتھ اپنی سواری پر سوار کر لیا اور فرمایا کہ تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہ تمہاری ماں۔ (اخرجہ البزار)

بچے کا پیشاب اور استقبال

ابوداؤد، کتاب الطہارہ میں مروی حدیث کے مطابق ننھے حسین رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا وہاں موجود محترمہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نیا کپڑا پہن لیں اور یہ چادر مجھے عنایت فرما دیں تا کہ اسے دھو دوں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ''بچے کے پیشاب پر چھینٹے مار دینا ہی کافی ہے۔''

ابوداؤد، کتاب الطہارہ میں ہی ہے۔ حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ وہ اپنے ایک چھوٹے بچے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ بچے نے ابھی کھانا کھانا شروع نہیں کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو گود میں بٹھالیا۔ بچے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا کپڑوں پر چھڑک دیا اور دھویا نہیں۔

قارئین کرام! میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ننھے حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں بٹھارہے ہیں تو اپنی صحابیہ رضی اللہ عنہا کے بچے کو بھی گود میں بٹھارہے ہیں۔ دونوں بچے پیشاب کرتے ہیں۔ دونوں کے پیشاب کے ساتھ ایک ہی رویہ اپناتے ہیں۔ اس لئے کہ شریعت اور قانون ...... سب کے لئے ایک جیسا، اخلاق ...... سب کے لئے ایک جیسا، دلداری ...... سب کے لئے ایک جیسی اور مروت ...... جی ہاں! سب کے لئے ایک جیسی۔

دودھ پیتے چھوٹے معصوم بچوں کا میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر خیال رکھا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو، ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ میں میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

''میرے صحابیو! میں جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا ارادہ بنتا ہے کہ اسے لمبا کروں مگر میں اچانک بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں تاکہ بچے کی ماں بے چین نہ ہو۔''

اللہ اللہ! میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر نرم دل، بچوں کے ساتھ اس قدر گداز دل کہ بچے کے رونے کی وجہ سے نماز مختصر کر دیتے ہیں۔

اپنے دل کی خواہش کو ماں کی بے چینی پر قربان کر دیتے ہیں کہ بچہ روئے گا تو ماں بے چین ہو جائے گی۔ جی ہاں! میں کہتا ہوں۔ ماں بے چین ہو یا نہ ہو یا معمولی ہو مگر میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے چین ضرور ہو جاتے ہیں۔

ماں سے بڑھ کر بے چین ہونے والے تو میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں...... لوگو! پھر کیوں نہ ہر صحابی کہے: جب میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آواز دیں...... ماں بھی

قربان، باپ بھی قربان، جان بھی قربان، حاضر ہوا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

عزیز بچو! میں عرض کروں میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں سے بڑی ہی محبت تھی یہی وجہ ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر سفر پر جاتے۔ جہادوں پر جاتے اور واپس تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے مدینہ شہر سے باہر نکلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کے رجحان کو سامنے رکھتے ہوئے آگے بچوں کو کرتے ...... صحیح مسلم اور ابوداؤد، کتاب الجہاد میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہم بچوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا جاتا۔ جس بچے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے استقبال کیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے آگے بٹھا لیتے۔

چنانچہ میرے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (اپنی سواری پر) اپنے آگے بٹھا لیا۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے یا حسین رضی اللہ عنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے تو اسی طرح (تینوں ایک سواری پر سوار) تھے۔

پیارے بچو! آج دنیا بھر میں جب کوئی سربراہ مملکت یا اہم شخصیت کا استقبال کیا جاتا ہے تو عموماً ایک یا دو بچوں کے ہاتھوں میں گلدستے پکڑا کر استقبال کیا جاتا ہے۔ دنیا نے یہ انداز میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے سیکھا ہے۔

اَخلاقِ نبویؐ

یعنی

رَوِیّے ہمارے حضور کے

صلی اللہ علیہ وسلم

●..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے مبارک اِرشادات کی روشنی میں
اخلاقیات اوراس کا وسیع دائرہ کار

نگاہِ نبوت میں اَخلاق... ضرورت وفضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اَخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔ (ابوداؤد، دارمی)

تشریح:...... مطلب یہ ہے کہ ایمان اور اَخلاق میں ایسی نسبت ہے کہ جس کا ایمان کامل ہوگا اس کے اَخلاق لازماً بہت اچھے ہوں گے اور علیٰ ہذا جس کے اَخلاق بہت اچھے ہوں گے ان کا ایمان بھی بہت کامل ہوگا۔ واضح رہے کہ ایمان کے بغیر اَخلاق بلکہ کسی عمل کا حتیٰ کہ عبادات کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہر عمل اور ہر نیکی کے لیے ایمان بمنزلہ روح اور جان کے ہے اس لیے اگر کسی شخصیت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے بغیر اَخلاق نظر آئے تو وہ حقیقی اَخلاق نہیں ہے بلکہ اَخلاق کی صورت ہے اس لیے اللہ کے یہاں اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ صاحب ایمان بندہ اپنے اچھے اَخلاق سے ان لوگوں کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نفلی نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں۔ (ابوداؤد)

تشریح:...... مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جس بندہ کا حال یہ ہو کہ وہ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے سچا مؤمن ہو اور ساتھ ہی اس کو حسن اَخلاق کی دولت بھی نصیب ہو تو اگرچہ وہ رات کو زیادہ نفلیں نہ پڑھتا ہو اور کثرت سے نفلی روزے نہ رکھتا ہو لیکن پھر بھی وہ اپنے حُسنِ اَخلاق کی وجہ سے ان شب بیداروں، عبادت گزاروں کا درجہ پالے گا جو قائم اللیل اور صائم النہار ہوں یعنی جو راتیں نفلوں میں کاٹتے ہوں اور دن کو عموماً روزہ رکھتے ہوں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو آخری وصیت مجھے کی تھی جبکہ میں نے اپنا پاؤں اپنی سواری کی رکاب میں رکھ لیا تھا وہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے لیے اپنے اَخلاق کو بہتر بناؤ یعنی بندگانِ خدا کے ساتھ اچھے اَخلاق سے پیش آؤ۔ (مؤطا امام مالکؒ)

تشریح:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دور میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا۔ مدینہ طیبہ سے اُن کو رخصت کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اہتمام سے بہت سی نصیحتیں کیں تھیں جو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف ابواب میں مروی ہیں۔ حضرت معاذ کا اشارہ اس حدیث میں اسی موقع کی طرف ہے اور ان کا مطلب یہ ہے کہ جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنی سوای پر سوار ہونے لگا اور اس کی رکاب میں میں نے پاؤں رکھا تو اس وقت آخری نصیحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ خوش اَخلاقی سے پیش آنا۔

واضح رہے کہ خوش اَخلاقی کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ جو عادی مجرم اور ظلم پیشہ بدمعاش سختی کے مستحق ہوں اور سختی کے بغیر ان کا علاج نہ ہوسکتا ہو ان کے ساتھ بھی نرمی کی جائے' یہ تو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور مداہنت ہوگی۔ بہر حال عدل و انصاف اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندی کے ساتھ مجرموں کی تادیب اور تعزیر کے سلسلہ میں اُن پر سختی کرنا کسی اَخلاقی قانون میں بھی حُسنِ اَخلاق کے خلاف نہیں ہے۔

فائدہ:......حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن رخصت کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بھی فرمایا تھا کہ شاید اس کے بعد مجھ سے تمہاری ملاقات نہ ہو اور بجائے میرے' میری مسجد اور میری قبر پر تمہارا گزر ہو اور چونکہ آپ کی عام عادت ایسی بات کرنے کی نہ تھی اس لیے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس سے یہی سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اور شاید اب مجھے اس دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر وہ رو پڑے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر ان کو تسلی دی

کہ "اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا وَحَیْثُ کَانُوْا" (اللہ کے متقی بندے جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں وہ مجھ سے قریب رہیں گے) اور یہی ہوا کہ یمن سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی واپسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں نہیں ہوئی اور جب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہی کو پایا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اَخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچادوں۔ (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی مؤطا میں اسی طرح بغیر کسی صحابی کے حوالے کے روایت کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے)۔ (رواہ فی المؤطا ورواہ احمد عن ابی ہریرۃ)

تشریح:......اس روایت سے معلوم ہوا کہ اَخلاق کی اصلاح اور مکارم اَخلاق کی تکمیل آپ کے خاص مقاصد بعثت میں سے ہے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا قرآن مجید میں جس تزکیہ کو آپ کا خاص کام بتلایا گیا ہے اَخلاق کی اصلاح اس کا اہم جز ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دوستوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں جن کے اَخلاق زیادہ اچھے ہیں۔ (صحیح بخاری)

تشریح:......حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں جس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اس طرح ہے کہ

"اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبِکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا"

(تم دوستوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں اور قیامت کے دن اُن ہی کی نشست بھی میرے زیادہ قریب ہوگی جن کے اَخلاق تم میں زیادہ بہتر ہیں)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت اور قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہونے میں حُسنِ اَخلاق کی دولت کو خاص دخل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی روشنی میں اَخلاق اور صلہ رحمی

صلۂ رحمی کے فوائد

ہمارے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

❶ ...صلہ رحمی سے محبت بڑھتی ہے۔ ❷ ...مال بڑھتا ہے۔

❸ ...عمر بڑھتی ہے۔ ❹ ...رزق میں کشادگی ہوتی ہے۔

❺ ...آدمی بری موت نہیں مرتا ❻ ...اس کی مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی رہتی ہیں۔

❼ ...ملک کی آبادی اور سرسبزی بڑھتی ہے ❽ ...گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

❾ ...نیکیاں قبول کی جاتی ہیں ❿ ...جنت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔

⓫ ...صلہ رحمی کرنے والے سے اللہ اپنا رشتہ جوڑتا ہے۔ ⓬ ...جس قوم میں صلہ رحمی کرنیوالے ہوتے ہیں اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے نسبوں کو سیکھو تا کہ اپنے رشتہ داروں کو پہچان کر ان سے صلہ رحمی کرسکو، فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے سے محبت بڑھتی ہے، مال بڑھتا ہے اور موت کا وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (یعنی عمر میں برکت ہوتی ہے)۔ (ترمذی)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ (بخاری و مسلم)

جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں کشادگی ہو اور وہ بری موت نہ مرے تو اس کو لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرتا رہے۔ (الترغیب والترہیب)

جو شخص صدقہ دیتا رہتا ہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرتا رہتا ہے اس کی عمر کو اللہ دراز کرتا ہے اور اس کو بری طرح مرنے سے بچاتا ہے۔ اور اس کی مصیبتوں اور آفتوں کو دور کرتا رہتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

رحم، خدا کی رحمت کی ایک شاخ ہے اس سے اللہ نے فرمادیا ہے کہ جو تجھ سے رشتہ جوڑ لے گا اس سے میں بھی رشتہ ملاؤں گا اور جو تیرے رشتہ کو توڑ دے گا اس کے رشتہ کو میں بھی توڑ دوں گا۔ (بخاری)

فرمایا کہ اللہ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتے ناطوں کو توڑتا ہو۔ (شعب الایمان، بیہقی)

بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس کا مستوجب نہیں کہ اس کی سزا دنیا ہی میں فوراً دی جائے اور آخرت میں بھی اس پر عذاب ہو۔ (الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ جنت میں وہ شخص گھسنے نہ پائے گا جو اپنے رشتے ناطوں کو توڑتا ہو۔ (بخاری)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جارہے تھے راستہ میں ایک اعرابی نے آکر آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور کہا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو ایسی بات بتایئے جس سے جنت ملے اور دوزخ سے نجات ہو، آپ نے فرمایا کہ تو ایک اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کر، نماز پڑھ، زکوٰۃ دے، اور اپنے رشتے ناطے والوں سے اچھا سلوک کرتا رہ، جب وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اگر میرے حکم کی تعمیل کرے گا تو اس کو جنت ملے گی۔ (بخاری ومسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک قوم سے ملک کو آباد فرماتا ہے اور اس کو دولت مند کرتا ہے اور کبھی دشمنی کی نظر سے ان کو نہیں دیکھتا، صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس قوم پر اتنی مہربانی کیوں ہوتی ہے؟ فرمایا کہ رشتے ناطے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے ان کو یہ مرتبہ ملتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

فرمایا جو شخص نرم مزاج ہوتا ہے اس کو دنیا و آخرت کی خوبیاں ملتی ہیں اور اپنے رشتے ناطے والوں سے اچھا سلوک کرنے اور پڑوسیوں سے میل جول رکھنے اور عام طور پر لوگوں سے خوش خلقی برتنے سے ملک سرسبز اور آباد ہوتے ہیں۔ اور ایسا کرنے والوں کی عمریں بڑھتی ہیں۔ (الترغیب والترہیب)

ایک شخص نے آ کر عرض کیا یارسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے میری توبہ کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کہ خالہ زندہ ہے، اس نے کہا جی ہاں!

فرمایا کہ تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔ (الترغیب والترہیب)

ایک بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع میں یہ فرمایا کہ: جو شخص رشتہ داری کا پاس ولحاظ نہ کرتا ہو وہ ہمارے پاس نہ بیٹھے، یہ سن کر ایک شخص اس مجمع سے اٹھا، اور اپنی خالہ کے گھر گیا جس سے کچھ بگاڑ تھا، وہاں جا کر اس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور قصور معاف کرایا۔ پھر آ کر دربار نبوت میں شریک ہو گیا۔ جب وہ واپس آ گیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ داروں سے بگاڑ رکھتا ہو۔ (الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ ہر جمعہ کی رات میں تمام آدمیوں کے عمل اور عبادتیں اللہ کے دربار میں پیش ہوتی ہیں جو شخص اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرتا ہے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ (الترغیب والترہیب)

مسند احمد میں ہے کہ صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی۔ اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے، وہ بہت صاف اور تیز زبان سے بولے گی پس وہ (رحمت سے) کاٹ دیا جائے گا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملایا جائے گا جو اسے ملاتا تھا۔ صلہ رحمی کے

معنی ہیں: قرابت داروں کے ساتھ بات چیت میں، کام کاج میں سلوک واحسان کرنا اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم (رشتہ داری) کھڑی ہوئی اور رحمٰن سے چمٹ گئی اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آنے کا۔

اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تیرے ملانے والے کو میں (اپنی رحمت سے) ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں اس پر میں بہت خوش ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کشادہ روزی اور عمر دراز چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری، مسلم شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم (رشتہ داری) عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملائیں گے اور جو قطع رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے کاٹیں گے۔ (بخاری، مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کرتے ہیں میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہیں میں ان کی غلطیوں کو نظر انداز کرتا ہوں وہ میرے ساتھ جاہلانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو گویا ان کے منہ پر گرم راکھ ڈال رہا ہے (یعنی تو ان کو ذلیل ورسوا کر رہا ہے) اور جب تک تیری یہی حالت رہے گی تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) رہے گا۔ (مسلم شریف)

سخاوت اور بخل

سخاوت، یعنی اپنی کمائی دوسروں پر خرچ کرنا اور دوسروں کے کام نکالنا بھی رحم ہی کی ایک شاخ ہے جس طرح بخل اور کنجوسی یعنی دوسروں پر خرچ نہ کرنا اور دوسروں کے کام نہ آنا بے رحمی اور سخت دلی ہی کی ایک خاص صورت ہے۔ ان دونوں کے بارے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنئے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حرص وبخل اور ایمان کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے (یعنی بخیلی و کنجوسی اور ایمان کا کوئی جوڑ نہیں)۔ (سنن نسائی)

تشریح:...... مطلب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت اور بخل کی عادت میں ایسی منافات ہے کہ جس دل کو حقیقی ایمان نصیب ہوگا اس میں بخل نہیں آسکتا اور جس میں بخل دیکھا جائے تو سمجھ لیا جائے کہ اس میں ایمان کا نور نہیں ہے۔ ذرا سا غور کرنے سے ہر ایک کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر کامل ایمان ویقین کے بعد دل میں بخل اور کنجوسی جیسی کسی خصلت کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں رہ سکتی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتلانے والا آدمی جنت میں نہ جاسکے گا۔ (جامع ترمذی)

تشریح:...... مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں بری خصلتیں (دھوکہ بازی، کنجوسی اور احسان کر کے جتانا) ان خطرناک اور تباہ کن عادات میں سے ہیں جو جنت کے راستے میں رکاوٹ بننے والی ہیں۔ اس لیے جو بندے جنت کے شائق اور دوزخ سے خائف ہوں ان کو چاہیے کہ ان عادتوں سے اپنی حفاظت کریں۔

معافی و درگزر

رحم دلی کی جڑ سے جو شاخیں پھوٹتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے مجرم اور قصوروار کو معاف کر دیا جائے اور اس سے انتقام نہ لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو بھی اس کی خاص طور سے ترغیب دیتے تھے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے نو باتوں کا خاص طور سے حکم فرمایا ہے اور ان میں سے ایک بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر فرمائی کہ مجھے حکم ہے کہ جو کوئی مجھ پر ظلم و زیادتی کرے، میں اس کو معاف کر دیا کروں۔ اس سلسلہ کی ایک دو حدیثیں یہاں اور بھی پڑھ لیجئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا، پروردگار! آپ کے بندوں میں کون آپ کی بارگاہ میں زیادہ باعزت ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ بندے جو (قصوروار پر) قابو پانے کے بعد (اور سزا دینے کی قدرت رکھنے کے باوجود) اس کو معاف کر دیں۔ (شعب الایمان للبیہقی)

شرح:...... یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ قصوروار کا قصور معاف کرنے کی اس فضیلت کا تعلق افراد و اشخاص اور ان کے ذاتی اور نجی حقوق و معاملات سے ہے لیکن جو جرائم اللہ تعالیٰ کے جرائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سزا مقرر ہے اس سزا کے معاف کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں سب سے زیادہ رحم دل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل بھی یہی تھا کہ اپنا قصور کرنے والوں کو ہمیشہ معاف فرما دیتے تھے لیکن اللہ کی حدوں کے توڑنے والوں کو اللہ کے حکم کے مطابق ضرور سزا دیتے

تھے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے:

وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ.

(مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی کو کوئی سزا نہیں دی لیکن جب اللہ کی حدوں کو کوئی توڑتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے سزا دیتے تھے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے' اُس نے پھر وہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر روز ستر دفعہ۔ (جامع ترمذی)

تشریح:......سوال کرنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت اگر میرا خادم غلام یا نوکر بار بار قصور کرے تو کہاں تک میں اس کو معاف کروں اور کتنی دفعہ معاف کرنے کے بعد میں اس کو سزا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ:

اگر بالفرض روزانہ ستر دفعہ بھی وہ قصور کرے تو تم اس کو معاف ہی کرتے رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ قصور کا معاف کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی حد مقرر کی جائے بلکہ حُسنِ اَخلاق اور ترحم کا تقاضا یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ روزانہ ستر دفعہ بھی قصور کرے تو اس کو معاف ہی کر دیا جائے۔

ف:......جیسا کہ بار بار لکھا جا چکا ہے ستر کا عدد ایسے موقعوں پر تحدید کے لیے نہیں ہوتا بلکہ صرف تکثیر کے لیے ہوتا ہے۔

اور خاص کر اس حدیث میں یہ بات بہت ہی واضح ہے۔

اِسلامی اَخوت وہمدردی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃً للعالمین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ساری دنیا کے لیے آب رحمت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عام مخلوق اور عام انسانوں کے ساتھ ترحم اور حسن سلوک کے بارے میں اپنے ماننے والوں کو جو ہدایات دی ہیں اور جو نصیحتیں فرمائی ہیں ان میں سے بعض گزشتہ اوراق میں درج کی جا چکی ہیں۔

لیکن آپ کو اللہ کا پیغمبر ماننے والی اُمت چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دینی رشتہ کے ذریعہ ایک برادری بنادی گئی ہے اور اب رہتی دنیا تک اس برادری ہی کو نبوت کی نیابت اور نمائندگی کرنی ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے جبکہ اُمت کے مختلف افراد اور عناصر دینی اخوت' للّٰہی محبت' مخلصانہ ہمدردی و خیر خواہی اور بے غرضانہ تعاون کے ذریعہ ایک وحدت بنے رہیں اور ان کے دل آپس میں پوری طرح جڑے رہیں' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں اس پر خاص الخاص زور دیا ہے۔

اس سلسلہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ تر ارشادات تو وہ ہیں جن کا ''معاشرت'' کے ابواب میں درج ہونا زیادہ مناسب ہوگا لیکن دو ایک حدیثوں کا یہاں ''اَخلاق'' کے سلسلہ ہی میں درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایمان والوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کھانے' محبت کرنے اور شفقت و مہربانی کرنے میں تم جسم انسانی کی طرح دیکھو گے کہ جب اُس

کے کسی ایک عضو کو بھی تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے باقی سارے اعضاء بھی بخار اور بے خوابی میں اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:...... مطلب یہ ہے کہ مجھ پر ایمان لانے والوں میں باہم ایسی محبت و مؤدت، ایسی ہمدردی اور ایسا دلی تعلق ہونا چاہیے کہ دیکھنے والی ہر آنکھ ان کو اس حال میں دیکھے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو سب اس کو اپنی مصیبت سمجھیں اور سب اس کی فکر اور بے چینی میں شریک ہوں اور اگر ایمان کے دعوے کے باوجود یہ بات نہیں ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ حقیقی اور کامل ایمان نصیب نہیں ہے۔ ایمان والوں کی یہی صفت قرآن مجید میں:

"رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" کے مختصر الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان والوں کا تعلق دوسرے ایمان والوں سے ایک مضبوط عمارت کے اجزاء کا سا ہونا چاہیے کہ وہ باہم ایک دوسرے کی مضبوطی کا ذریعہ بنتے ہیں (اور ان کے جڑے رہنے سے عمارت کھڑی رہتی ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایمان والوں کے اس باہمی تعلق کا نمونہ دکھانے کے لیے) اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں (اور بتایا کہ مسلمانوں کو اس طرح باہم مل کر ایک ایسی مضبوط دیوار بن جانا چاہیے جس کی اینٹیں باہم پیوستہ اور ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوں اور کہیں ان میں کوئی خلا نہ ہو) (بخاری و مسلم)

مندرجہ بالا حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مسلمانوں کو باہم محبت و ہمدردی کا برتاؤ کرنے اور ایک جسم و جان بن کر رہنے کی تاکید فرمائی ہے اسی طرح اس کے خلاف برتاؤ کرنے، مثلاً ایک دوسرے کے ساتھ بدگمانی رکھنے، بدگوئی کرنے، بے تعلق رکھنے، اس کی مصیبت پر خوش ہونے، اس کو ایذاء پہنچانے اور حسد یا کینہ رکھنے کی سخت مذمت اور انتہائی تاکیدوں کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔ اس

سلسلہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات یہ ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو۔

کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو، نہ آپس میں حسد کرو، نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو بلکہ اے اللہ کے بندو! اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں جن جن چیزوں سے ممانعت فرمائی گئی ہے یہ سب وہ ہیں جو دلوں میں بغض و عداوت پیدا کر کے آپس کے تعلقات کو خراب کرتی ہیں۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگمانی کا ذکر فرمایا۔

یہ ایک قسم کا جھوٹا وہم ہے جو شخص اس بیماری میں مبتلا ہو اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ جس کسی سے اس کا ذرا سا اختلاف ہو اُس کے ہر کام میں اس کو بدنیتی ہی بدنیتی معلوم ہوتی ہے، پھر محض اس وہم اور بدگمانی کی بناء پر وہ اس کی طرف بہت سی انہونی باتیں منسوب کرنے لگتا ہے پھر اس کا اثر قدرتی طور پر ظاہری برتاؤ پر بھی پڑتا ہے، پھر اس دوسرے شخص کی طرف سے بھی اس کا ردِعمل ہوتا ہے اور اس طرح دل پھٹ جاتے ہیں اور تعلقات ہمیشہ کے لیے خراب ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بدگمانی کو "اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ" فرمایا ہے یعنی سب سے جھوٹی بات۔

بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے خلاف زبان سے اگر جھوٹی بات کہی جائے تو اس کا سخت گناہ ہونا ہر مسلمان جانتا ہے لیکن کسی کے متعلق بدگمانی کو اتنی بری بات نہیں سمجھا جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ یہ بدگمانی

بھی بہت بڑا بلکہ سب سے بڑا جھوٹ ہے اور دل کا یہ گناہ زبان والے جھوٹ سے کم نہیں ہے۔ اور جس طرح اس حدیث میں بدگمانی کی شناعت اور قباحت کو ان الفاظ سے ظاہر فرمایا گیا ہے اسی طرح ایک دوسری حدیث میں نیک گمانی کو بہترین عبادت بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

"حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ" (رواہ احمد وابوداؤد عن ابی ھریرۃ)

پھر بدگمانی کے بعد اور جن جن بری عادتوں سے اس حدیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے یعنی کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں رہنا' دوسروں میں عیبوں کا تجسس کرنا' ایک دوسرے پر رفعت حاصل کرنے اور بڑھنے کی کوشش کرنا' کسی کو اچھے حال میں دیکھ کر اس پر حسد کرنا اور اس کی خوش حالی کو ٹھنڈی آنکھ نہ دیکھ سکنا وغیرہ وغیرہ۔

ان سب کا حال بھی یہی ہے کہ ان سے دلوں میں نفرت وعداوت کا بیج پڑتا ہے اور ایمانی تعلق جس محبت و ہمدردی اور جس اخوت و یگانگت کو چاہتا ہے اس کا امکان بھی باقی نہیں رہتا۔ حدیث کے آخر میں جو فرمایا گیا ہے:

''اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو کر رہو!'' اس میں اشارہ ہے کہ جب تم اپنے دلوں اور سینوں کو نفرت وعداوت پیدا کرنے والی ان بری عادتوں سے صاف رکھو گے تب ہی تم آپس میں بھائی بھائی بن کر رہ سکو گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمانوں کا بھائی ہے' اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے (اور جب وہ اسکی مدد واعانت کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے) اور اس کو بے مدد کے نہ چھوڑے اور اس کو حقیر نہ جانے اور نہ اُس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرے (کیا خبر کہ اس کے دل میں تقویٰ ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک مکرم اور محترم ہو)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: تقویٰ یہاں ہوتا ہے (ہوسکتا ہے کہ

تم کسی کو اُس کے ظاہری حال سے معمولی آدمی سمجھو اور اپنے دل کے تقویٰ کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک محترم ہو اس لیے کبھی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو) آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کے ساتھ حقارت سے پیش آئے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لیے قابل احترام ہے' اس کا خون' اس کا مال اور اس کی آبرو (اس لیے ناحق اس کا خون گرانا' اس کا مال لینا اور اس کی آبروریزی کرنا یہ سب حرام ہیں)۔ (صحیح مسلم)

تشریح:...... اس حدیث میں ہر مسلمان پر اس کے دوسرے مسلمان بھائی کا ایک یہ حق بھی بتایا گیا ہے کہ جب وہ اس کی مدد کا محتاج ہو تو یہ اس کی مدد کرے لیکن یہ اُسی صورت میں ہے جبکہ وہ حق پر ہو اور مظلوم ہو۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ تمہارا بھائی اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرو اور اگر ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکو' اس کو ظلم سے روکنا ہی اُس کی مدد کرنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا اور میں نوعمر لڑکا تھا، اس لیے میرا ہر کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے بالکل مطابق نہیں ہوتا تھا (یعنی نوعمری کی وجہ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہو جاتی تھیں) لیکن دس سال کی اس مدت میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُف کہہ کے بھی مجھے نہیں ڈانٹا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تقریباً دس سال کی تھی، ان کی والدہ اُم سلیم نے ان کو مستقلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دے دیا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری روزِ حیات تک یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ اُن ہی کا یہ بیان ہے کہ نوعمری اور لڑکپن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں میں مجھ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہو جاتی تھیں لیکن کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی غلطی اور قصور پر اُف تک نہیں کہا اور کبھی مجھ پر غصہ نہیں فرمایا۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی اور بہت مشکل بات ہے لیکن ہم اُمتیوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ یہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس نرم مزاجی اور بردباری کا کوئی حصہ ہم کو بھی نصیب فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو جن اَخلاق کی تاکید واہتمام کے ساتھ

تعلیم دی ہے ان میں سے ایک حلم و بُردباری بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت! مجھے کوئی وصیت فرمائیے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو' اس شخص نے پھر اپنی وہی درخواست کئی بار دُہرائی کہ حضرت! مجھے اور وصیت فرمائیے؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو۔ (صحیح بخاری)

تشریح:...... معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کی درخواست کرنے والے یہ صاحب کچھ غیر معمولی قسم کے تیز مزاج اور مغلوب الغضب تھے اور اس وجہ سے ان کے لیے مناسب ترین اور مفید ترین وصیت اور نصیحت یہی ہو سکتی تھی کہ ''غصہ نہ کیا کرو'' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ان کو یہی ایک نصیحت فرمائی۔

اور یہ بھی واقعہ ہے کہ بری عادتوں میں غصہ نہایت ہی خطرناک اور بہت ہی بدانجام عادت ہے۔ غصہ کی حالت میں آدمی کو نہ اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رہتا ہے نہ اپنے نفع اور نقصان کا' تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ انسان پر شیطان کا قابو جیسا غصہ کی حالت میں چلتا ہے۔ ایسا شاید کسی دوسری حالت میں نہیں چلتا۔ گویا اس وقت انسان اپنے بس میں نہیں ہوتا بلکہ شیطان کی مٹھی میں ہوتا ہے۔ حد یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں آدمی کبھی کبھی کفریہ کلمات بھی بکنے لگتا ہے' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ ''غصہ دین و ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح کہ ایلوا شہد کو خراب اور بالکل ہی کڑوا کر دیتا ہے۔''

صدق وامانت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں جن اَخلاقِ حسنہ پر بہت زور دیا اور جن کو لازمہ ایمان واسلام قرار دیا ہے ان میں سچائی اور امانت داری کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ امانت میں خیانت کرنا اور عہد کو توڑنا' نفاق کی خاص علامات میں سے ہے اور جس شخص میں یہ برائیاں جمع ہوں وہ منافق ہے۔ اسی طرح یہ حدیث بھی ہے کہ ''جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں'' اور یہ کہ ''مؤمن جھوٹ بولنے کا عادی نہیں ہوسکتا۔''

اب یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات درج کیے جاتے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست سچائی اور امانت داری پر قائم رہنے اور جھوٹ اور خیانت سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچائی کو لازم کو پکڑو اور ہمیشہ سچ ہی بولو کیونکہ سچ بولنا نیکی کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور نیکی جنت کی تک پہنچا دیتی ہے اور آدمی جب ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے اور سچائی ہی کو اختیار کر لیتا ہے تو وہ مقام صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ کے یہاں صدیقین میں لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ سے ہمیشہ بچتے رہو کیونکہ جھوٹ بولنے کی عادت آدمی کو بدکاری کے راستے پر ڈال دیتی ہے اور بدکاری اس کو دوزخ تک پہنچا دیتی ہے اور آدمی جھوٹ بولنے کا عادی ہو جاتا ہے اور جھوٹ کو اختیار کر لیتا ہے تو انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے یہاں کذابین میں لکھ لیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح:......مطلب یہ ہے کہ سچ بولنا بذاتِ خود بھی نیک عادت ہے اور اس کی یہ خاصیت بھی ہے کہ وہ آدمی کو زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں بھی نیک کردار اور صالح بنا کر جنت کا مستحق بنا دیتی ہے اور ہمیشہ سچ بولنے والا آدمی مقام صدیقیت تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح جھوٹ بولنا بذات خود بھی ایک خبیث خصلت ہے اور اس کی یہ خاصیت بھی ہے کہ وہ آدمی کے اندر فسق و فجور کا میلان پیدا کر کے اس کی پوری زندگی کو بدکاری کی زندگی بنا کر دوزخ تک پہنچا دیتی ہے۔ نیز جھوٹ کی عادت ڈال لینے والا آدمی کذابیت کے درجے تک پہنچ کر پورا لعنتی بن جاتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ وضو کا پانی لے لے کر (اپنے چہروں اور جسموں پر) ملنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو کیا چیز اس فعل پر آمادہ کرتی ہے اور کون سا جذبہ تم سے یہ کام کراتا ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ ان کا یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی یہ خوشی ہو اور وہ یہ چاہے کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول سے حقیقی محبت ہو یا یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب وہ بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو ادنیٰ خیانت کے بغیر اس کو ادا کرے اور جس کے پڑوس میں اس کا رہنا ہو، اس کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح:......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کے ساتھ سچے تعلق کا اولین تقاضا یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ سچ بولے، امانت داری کو شعار بنائے اور جھوٹ اور خیانت سے کامل پرہیز کرے۔ اگر یہ نہیں تو محبت کا دعویٰ ایک بے جا جسارت اور ایک طرح کا نفاق ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چھ باتوں کے ضامن ہو جاؤ اور ان کی ذمہ داری لے لو تو میں تمہارے لیے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ (وہ چھ باتیں یہ ہیں) جب بات کرو تو ہمیشہ سچ بولو، جب کسی سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔

جب کوئی امانت سپرد کی جائے تو اس کو ٹھیک ٹھیک ادا کرو اور حرام کاری سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور جن چیزوں کی طرف نظر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے ان کی طرف سے آنکھیں بند کرو، یعنی کوشش کرو کہ ان پر نظر نہ پڑے اور جن موقعوں پر ہاتھ روکنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں ہاتھ روک لو (یعنی ناحق کسی کو نہ مارو نہ ستاؤ نہ کسی کی کوئی چیز چھیننے کے لیے ہاتھ بڑھاؤ وغیرہ وغیرہ)۔ (رواہ احمد والبیھقی فی شعب الایمان)

تشریح:...... مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان لے آیا ہے اور فرائض وارکان ادا کرتا ہے اور مذکورہ بالا چھ بنیادی اَخلاق (صدق وامانت وغیرہ) کا بھی اپنے کو پابند بنالیتا ہے تو پھر یقیناً وہ جنتی ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی ضمانت اور بشارت ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور امانت دار سوداگر انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(جامع ترمذی، مسند دارمی، سنن دارقطنی)

تشریح:...... اس حدیث نے واضح طور پر یہ بھی بتایا ہے کہ قرب خداوندی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات حاصل کرنے کے لیے بھی دنیا اور مشاغل دنیا چھوڑنا ضروری نہیں بلکہ ایک سوداگر بازار میں بیٹھ کر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرمانبرداری اور صدق وامانت جیسے دینی قوانین کی پابندی کے ذریعے حضرات انبیاء علیہم السلام اور صدیقین وشہداء کی معیت اور رفاقت تک حاصل کرسکتا ہے۔

عبید بن رفاعہ اپنے والد ماجد حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی کہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تاجر لوگ قیامت کے دن بدکار اٹھائے جائیں گے (یعنی عام تاجروں کا حشر بدکاروں کا سا ہوگا) سوائے ان (خدا ترس اور خدا پرست) تاجروں کے جنہوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ اور حسن سلوک اور سچائی کو برتا ہوگا۔

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی)

نرم مزاجی اور ہردلعزیزی

مکحول روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جولوگ ایمان والے ہیں وہ بہت کہنا ماننے والے اور نہایت نرم خو ہوتے ہیں جیسے نکیل پڑا اونٹ جدھر اس کو گھسیٹا جائے چلا جائے اور اگر اس کو کسی پتھر پر بٹھا دیا جائے تو وہیں بیٹھ جائے۔ (ترمذی شریف)

تشریح:۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے **الاسلام ذلول لا یرکب الا ذلولا**۔ اسلام کا مزاج خود نرم ہے اور وہ اسی کے قلب میں اچھی طرح سرایت کرتا ہے جو نرم خو ہوتا ہے۔ اس کی اسناد میں ایک راوی ابوخلف ہے اس کو متروک کہا گیا ہے۔ قرآن میں اسی مخصوص صفت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا
وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاo

اور خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل ان سے جہالت کی باتیں کرنے لگیں تو ان کو سلام کرکے الگ ہو جائیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی تو وہ ہے جو مجسم پیکرِ محبت ہو جو شخص کسی سے اُلفت نہ رکھے اور نہ اس سے کوئی اُلفت رکھے اس میں تو بھلائی کی بُو بھی نہیں۔ (احمد۔ حاکم۔ بیہقی)

حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں کہ جنتی لوگ کون ہیں۔ ہر وہ شخص جو اپنی نظر میں اور

لوگوں کی نظروں میں کمزور اور بے سہارا ہو۔ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا کرے گا۔ (اس کے بعد فرمایا) سنو، کیا میں تمہیں نہ بتا دوں کہ دوزخی کون ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سرکش منہ پھٹ اور مغرور ہوں۔ (متفق علیہ)

تشریح:۔ ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مسلمان کی نرم مزاجی سے مراد کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شدتِ طبع کو ان سے کوئی تعارض نہیں رہتا وہ حدید الطبع ہو کر بھی اتنے نرم تھے کہ ایک عام سے عام شخص بھی بر سرِ منبر ان کو ٹوک دیتا اور وہ خوشی سے اس کو جواب دیدیتے۔

بہر حال مؤمن کا وجود صفحہ عالم پر قدرت کی صناعی کا وہ عجیب تر مجموعہ ہوتا ہے جس میں بیک وقت شدت و لین، سادگی و فہم، زینت و بذاذت اور فصاحت و کم سخنی کی تمام متضاد صفتیں جمع نظر آتی ہیں۔ اس تضاد کے جمع کی صورت گذشتہ احادیث کے ضمن میں اپنی اپنی جگہ ملاحظہ سے گذر چکی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہلاک ہو جو دینار کا بندہ، درہم کا بندہ اور کملی کا بندہ ہو (اس کی دون ہمتی کا یہ حال ہو) کہ اگر اس کو کچھ دیدیا جائے تو خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو روٹھ جائے ایسا کم ہمت خدا کرے ہلاک اور ذلیل ہو اور اگر اس کے کوئی کانٹا چبھے تو نہ نکلے۔ وہ بندہ مبارک ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی باگیں سنبھالے ہمہ وقت (خدمت دین کے لئے) تیار ہے۔ اس کے سر کے بال پراگندہ اور پیر غبار آلودہ ہیں (اس کی نرم خوئی اور للّٰہیت کا یہ عالم ہے) کہ اگر اسے اگلے دستہ میں محافظ کی حیثیت سے جگہ دی جائے تو حفاظت کی خدمت انجام دے اور اگر اس کو پچھلے حصہ میں ڈال دیا جائے تو پیچھے رہ کر بھی بخوشی اپنی ڈیوٹی کو پورا کرے (غرض نہایت مطیع مزاج ہو اور صرف دین کی خدمت اس کا مطمحِ نظر ہو)۔ (بخاری شریف)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں

ایسے لوگ جائینگے جن کے دلوں کی کیفیت پرندوں کے دلوں سے بہت مشابہ ہوگی۔ (مسلم)

تشریح:۔ علماء نے یہاں وجہ تشبیہ رقت ولین تحریر فرمائی ہے یعنی پرندوں میں چوپایوں کی نسبت یہ صفت عام طور پر زیادہ پائی جاتی ہے وہ ہر اثر کو نسبتہً جلد قبول کر لیتے ہیں کینہ پرور نہیں ہوتے۔ چند تنکوں کا آشیانہ بنا کر عمر گذار دیتے ہیں، روزی جمع کرنے کی فکر نہیں کرتے صبح کو تلاشِ رزق میں نکلے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آ گئے ان کو دیکھو تو نہایت بھولے بھالے نظر آتے ہیں یہ تمام صفتیں ایک مسلمان کی بھی ہوتی ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگور کو کرم نہ کہا کرو کیونکہ کرم تو مومن کے قلب کا نام ہے (انگور میں کرم کہاں اس سے تو شراب بنتی ہے جو بے حیائیوں کا سرچشمہ ہے)۔ (مسلم، رواہ مسلم وفی روایۃ ولکن قولوا العنب والحبلۃ)

تشریح:۔ نہایہ میں لکھا ہے کہ چونکہ انگور سے شراب بنائی جاتی ہے اور عرب کے مذاق کے مطابق شراب سخاوت وکرم کی محرک ہوتی ہے اس لئے وہ انگور کو کرم کہہ دیتے تھے۔ آپ نے اس غلط اشتقاق کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ اس خوبصورت اور معنی خیز نام کا زیادہ مستحق مومن کا قلب ہے شراب کا مادہ یعنی انگور نہیں۔

یہاں قلب کو کریم کہنے کی بجائے مبالغہ کے طور پر عین کرم کہہ دیا گیا ہے جیسے زید کو مبالغہ میں عین انصاف کہہ دیا جائے۔ زمخشری اس کی شرح میں یوں رقمطراز ہیں کہ یہاں دراصل انگور کا نام رکھنے سے ممانعت کرنا مقصود ہی نہ تھا بلکہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ جب قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ:

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم.

تو اس کا حق ہونا چاہئے کہ اب اس مقدس نام میں متقی مسلمان کے سواء کسی اور چیز کو شریک نہ کیا جائے تاکہ ذہنوں میں یہ بات نقش کالحجر ہو جائے کہ کریم درحقیقت صرف متقی ہوتا ہے۔ اس کے سوا کہیں اور کرم کا نام ونشان نہیں ہوتا۔ غیر متقی کا کرم صرف نمائشی ہوتا ہے اس میں صورت ہی صورت ہوتی ہے معنی کچھ نہیں ہوتے۔

زبان کی پاکیزگی

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لئے نہ یہ مناسب ہے کہ وہ ہر وقت لعن طعن کرتا رہے اور نہ یہ کہ فحش کلامی اور بدزبانی کرتا رہے۔ (ترمذی۔ بیہقی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق ہو کر یہ بات اس کی شایانِ شان نہیں کہ ہر وقت لعنت برسایا کرے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے وہ اتفاقاً اپنے کسی غلام کے متعلق لعنت کا لفظ استعمال فرما رہے تھے آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ جو لوگ لعنتیں برسائیں وہ صدیق بھی شمار ہوں۔ اس واقعہ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب آئندہ ایسا قصور نہیں ہوگا۔ (بیہقی، رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہر وقت لعنت برسانے والوں کو نہ شہادت کا حق دیا جائے گا نہ شفاعت کا۔ (مسلم)

تشریح: لعنت لغت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ جو شخص دنیا میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کا عادی ہو قیامت میں اسے شفاعت اور شہادت کا بھلا کیا حق ہو سکتا ہے۔ شفاعت لعنت کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب کا نام ہے۔ دنیا میں قانون شہادت یہ ہے کہ مقدمہ میں گواہ وہ ہو سکتا

ہے جو اس کا دشمن نہ ہو۔ پھر دنیا میں جو شخص خدائے تعالیٰ کی رحمت سے دور کر کے اپنی دشمنی کا ثبوت دے چکا ہے وہ آخرت میں کب کسی کا گواہ بن سکتا ہے۔

نبی کے بعد صدیق کی شفاعت کا درجہ ہے اور اس کے بعد شہداء وصالحین کی شفاعت کا صاحبِ نبوت نے سمجھایا کہ آخرت میں جس امت کو شفاعت اور شہادت دونوں کا منصب عطا ہوا ہو جب اس کے لئے بالعموم لعنت کا استعمال کرنا ناموزوں ہے تو پھر ان میں جو صدیق کہلائیں ان کے لئے تو کتنا کچھ ناموزوں ہوگا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس نکتہ کو خوب سمجھ لیا اور اسی لئے اس غلطی کی ہر ممکن طریقہ پر تلافی کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس ضمن میں آپ کو باہم اسباب افتراق مٹانے کا بھی ایک بڑا سبق دیا گیا ہے۔

فرق یہ ہے کہ دنیا ان ظاہری مضرتوں کو اہمیت دیتی ہے اور شریعت آخرت کی مضرتوں کو۔ اس لئے شریعت اپنی نظر حقیقت میں کے مطابق ان اسباب واثرات کا ذکر کرتی رہتی ہے اور ظاہر بیں ان آثار ظاہری کے درپے رہتا ہے اور اسی کو فلسفہ سے تعبیر کرتا رہتا ہے۔

پس ایک ظاہر پرست کے نزدیک تو نزاہت لسان کا فلسفہ صرف دعوت اتحاد اور باہمی اسباب منافرت کا ترک کرنا ہے۔ اور حدیث کی نظر میں یہ سب ضمنی اور سطحی نفع نقصان ہے۔ ان کو سمجھنے سمجھانے کے لئے انسان کی عقل خود بھی کافی ہے جو اصل اور دائمی نقصان ہے اور ہماری ادراکِ عقل سے بالاتر ہے۔ وہ امت کی امتیازی خصوصیت یعنی شفاعت سے محرومی ہے۔ حدیث اس کا انکار نہیں کرتی تم اس کا انکار مت کرو بلکہ اس حقیقت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جس کے پا جانے کے بعد تمہارا بنایا ہوا فلسفہ۔ بلا تعب ومشقت خود بخود حاصل ہو جائے گا۔

صفوان بن سلیم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مومن بزدل ہوسکتا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر پوچھا گیا، کیا بخیل ہوسکتا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر پوچھا گیا اچھا کیا اول نمبر کا جھوٹا بھی ہوسکتا ہے۔ فرمایا جی نہیں۔ (مالک، شعب الایمان)

تشریح:۔ حدیث کی مراد یہ ہے کہ بزدلی اور شجاعت فطرت کی ایک تقسیم ہے جیسا سخاوت و بخل اس لئے بزدلی اور بخل اگرچہ مذموم صفات سہی مگر ہے غیر اِختیاری۔ اس لئے اگر ایک مومن میں بہادری نہ ہو یا حقوق اسلام ادا کرنے کے بعد اس میں سخاوت کا مضمون نہ ہو تو وہ مواخذہ سے بری ہو سکتا ہے لیکن خیانت اور جھوٹ کی عادتیں غیر اختیاری صفات نہیں۔ ایمان امانت سے مشتق ہے جو خیانت کی ضد ہے اس لئے ایمان اور خیانت جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح دروغگوئی کی عادت نفاق کا شعبہ ہے ایمان یک رُخی کا طالب ہے اس لئے دورخا پن اسلام وایمان کے ساتھ نبھ نہیں سکتا۔ اس لئے مومن نہ خیانت کا عادی ہو سکتا ہے نہ دورغ گوئی کا۔

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ ایسا کم دیا ہو گا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس شخص میں امانت نہیں اس کا ایمان بھی کچھ نہیں اور جس میں وفاء عہد نہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔ (شعب الایمان)

عبداللہ بن جواد روایت کرتے ہیں کہ ابوالدرداء نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مومن جھوٹ بولتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کی عادت یہ ہو کہ جب بات کرے تو جھوٹ ہی بولے وہ نہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت کے دن پر۔ (جامع کبیر)

اس حدیث میں اس امر کی وضاحت ہو گئی کہ اوپر کی حدیثوں میں کذب سے مراد اتفاقاً جھوٹ بولنا نہیں بلکہ اس کا عادی ہونا مراد ہے اسی لئے صحیح حدیثوں میں جھوٹ کی عادت نفاق کی ایک خصلت قرار دی گئی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان حکیم سے پوچھا گیا فرمایئے کہ یہ رتبہ بلند آپ کو کیسے نصیب ہوا انہوں نے جواب دیا۔ راست گوئی، اداء امانت اور بیکار باتوں سے کنارہ کشی کی بدولت۔ (موطا)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جو کچھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن پاتا وہ سب کچھ لکھ لیا کرتا تھا اس سے میرا مقصد آپ کے کلمات کی

حفاظت کرنی تھی۔قریش نے مجھے اس بات سے روکا اور کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات بھی سنتے ہو وہ سب قلمبند کر لیتے ہو حالانکہ آپ ایک بشر ہی تو ہیں کبھی کوئی بات غصہ کی حالت میں بھی فرما دیتے ہیں۔

(ہوسکتا ہے کہ اس حالت میں وہ مقام نبوت کے معیار اعتدال سے اتری ہوئی بات ہو) اس کے بعد میں نے لکھنا بند کر دیا اور اس قصہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا (بے خوف و خطر) سب کچھ لکھو۔اس خدائے توانا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے بجز حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔(ابوداؤد)

تشریح:۔انبیاء علیہم السلام کا کلام صرف سچا ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ جو کچھ بولتے ہیں وہ حق بھی ہوتا ہے سبحان اللہ! وہ دہن مبارک بھی کتنا مقدس دہن ہوگا جس میں مذاق اور غصہ کے بشری حالات میں بھی ملکی نطق کی صفات موجود رہتی تھیں جب تک خدائے برحق کی عصمت کسی کی اس طرح نگرانی نہ رکھے اس وقت تک کسی بشر کے لئے مقام صدق وصفا کی منزل تک رسائی ناممکن ہے۔متکلم کی نیت کے لحاظ سے اس کو صادق تو کہہ سکتے ہیں مگر جب تک اس کا کلام حقیقت کے مطابق نہ ہو اس کو حق نہیں کہہ سکتے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ جنت کا عمل کیا ہے؟ فرمایا سچ بولنا۔

جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیک بن جاتا ہے اور ایماندار ہو جاتا ہے اور جب ایماندار بن جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔پھر اس نے پوچھا اچھا دوزخ کا عمل کیا ہے فرمایا جھوٹ بولنا۔جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے لگتا ہے اور جب تجاوز کرنے لگتا ہے تو کفر میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جب کفر میں گرفتار ہو جاتا ہے تو دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔(احمد)

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راست

گوئی کی عادت اختیار کرو کیونکہ راست گوئی سے نیکی کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور نیکی انسان کو جنت تک پہنچا دیتی ہے۔

آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور تلاش کر کر کے سچ بولتا رہتا ہے نتیجہ یہ ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا لقب صدیق پڑ جاتا ہے اور دیکھو جھوٹ سے بچنا کیونکہ جھوٹ فسق میں مبتلا کر دیتا ہے اور فسق دوزخ میں پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا لقب کذاب پڑ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح:۔ یہ تنبیہ کی جا چکی ہے کہ خیر و شر کے علیحدہ علیحدہ دو سلسلے ہیں اور ان دونوں میں ایک کڑی اپنی دوسری کڑی سے متصل ہے۔ پھر سلسلہ خیر کے منتہی پر جنت ہے اور سلسلہ شر کے آخر میں دوزخ۔ پس کوئی انسان بھی دفعۃً جنت یا دوزخ میں نہیں چلا جاتا اولاً اس کے ہاتھ میں خیر و شر کی کوئی معمولی سی کڑی آ جاتی ہے پھر اس کی وجہ سے اس میں اسی سلسلہ کی دوسری کڑی کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور اس طریق سے وہ بتدریج جنت یا دوزخ میں جا پہنچتا ہے پس نہ کسی خیر کو معمولی سمجھنا چاہیئے نہ کسی شر کو معمولی ترمذی میں سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ تکبر کرتے کرتے ایک دن ایسا آ جاتا ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جبارین کی فہرست میں درج ہوجاتا ہے آخر اس پر بھی وہ عذاب آ جاتا ہے جو ان پر آیا تھا۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیقین اور کاذبین کی ایک فہرست ہے یہ حدیث بتاتی ہے کہ انسان کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کا نام صدیقین کی فہرست میں آ جائے یاایھا الذین امنوا کونوا مع الصادقین. اور اس سے ڈرنا چاہیئے کہ اس کا نام کہیں کاذبین کی فہرست میں درج نہ ہو جائے۔ ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور یہ اس لئے کہ صدق و کذب صرف معمولی خیر و شر نہیں بلکہ ان کا ثمرہ جنت اور دوزخ بھی ہوسکتا ہے۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کذاب وہ نہیں جو لوگوں میں صلح جوئی کے ارادہ سے کوئی کلمہ خیر زبان سے کہہ دے اور کسی کو کسی دوسرے شخص کی طرف سے کوئی بھلی بات پہنچا دے۔ (متفق علیہ)

مسلم میں اتنا مضمون اور ہے کہ حضرت ام کلثومؓ فرماتی ہیں جو باتیں لوگوں کے درمیان جھوٹ شمار ہوتی ہیں ان میں سے صرف تین موقعہ پر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت سنی ہے۔ جنگ میں، لوگوں کے درمیان صلح جوئی کے لئے، اور تیسرے شوہر کا اپنی بی بی اور بی بی کا اپنے شوہر کی رضامندی کے لئے۔ (مسند احمد)

تشریح:۔ صریح جھوٹ بولنے کی اجازت تو مشکل ہے کہ کہیں ثابت ہو البتہ کسی اہم مصلحت کے لئے ایسی ذو معنیین بات کہہ دینے کی اجازت ہے جس پر بظاہر جھوٹ کا گمان ہو سکے مگر اصلی مراد کے لحاظ سے وہ سچ ہو اس کا نام توریہ ہے۔

پس توریہ کذب نہیں وہ صدق ہی کی ایک کذب نما صورت ہے مسلم کی روایت میں مما یقول الناس انہ کذب" کے لفظ میں غالباً اسی طرف اشارہ ہے۔

ایسے کلمات کے استعمال کی اجازت بھی عام طور پر نہیں بلکہ اس میں ہی صرف تین مقامات کا استثناء کیا گیا ہے۔ جنگ کی حالت میں اور دوسرے دو مقام ایسے ہیں جن میں صاف گوئی موجب فتنہ ہو۔ اسی لئے مشہور ہے:۔

دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز

شافعیہ کے نزدیک یہاں کچھ زیادہ وسعت ہے۔ شیخ محی الدین نوویؒ نے امام غزالیؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی اچھے مقصد کے لئے صدق و کذب کے دونوں راستے ہوں تو ظاہر ہے کہ اب کذب بلا حاجت ہوگا اس لئے یہاں جھوٹ بولنا حرام ہے لیکن اگر اس کے حصول کی جھوٹ کے سوا کوئی صورت نہیں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ مقصد مباح ہے یا واجب۔ اگر مباح ہے تو یہ جھوٹ بھی مباح رہے گا ورنہ واجب ہو جائے گا مثلاً ایک مسلمان کسی ظالم سے بچ کر کہیں چھپا ہوا ہے تو واجب ہے کہ اس کو اس ظالم سے بچانے کے لئے جھوٹ بول دیا جائے یہ اس وقت ہے جبکہ توریہ سے کام نہ چلے ورنہ احتیاط اسی میں ہے کہ توریہ کرلے۔ (مختصر کتاب الاذکار ۱۶۲)

سفیان بن اسید بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ یہ بھی ایک بڑی خیانت کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے اس طرح کی ذو معنیین باتیں بناؤ کہ وہ تو تم کو سچا سمجھ رہا ہو اور تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ نوویؒ فرماتے ہیں کہ توریہ یہ ہے کہ تم ایسا لفظ بولو جو ایک معنی میں ظاہر ہو مگر تم اس کے دوسرے ایسے معنے مراد لے لو جو اگرچہ اس لفظ سے مفہوم تو ہوں مگر اس کے ظاہر معنی کے خلاف ہوں چونکہ یہ بھی ایک قسم کا دھوکا ہے اس لئے حاجت کے بغیر یہ بھی ممنوع ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ اگر توریہ کا مقصد کسی کا حق تلف کرنا ہو جب تو یہ حرام ہوگا ورنہ پھر بھی بے حاجت بات ہے اس لئے مکروہ رہے گا اور اگر کسی صحیح مقصد کے لئے ہو تو مباح ہوگا۔ (کتاب الاذکار ص ۱۶۷)

ف: یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مبالغہ اگرچہ فی نفسہ کذب میں شمار نہیں مگر جب بے محل اور اپنی حد سے تجاوز کر جائے تو وہ بھی کذب کی تعریف میں آ سکتا ہے مثلاً آپ نے کسی شخص کو صرف ایک بار بلایا ہو اور آپ اس سے یہ کہیں کہ ہم نے تجھے سینکڑوں بار بلایا۔ مگر تو نہیں آیا اب یہاں سینکڑوں بار کا لفظ اگرچہ بطریق مبالغہ ہی استعمال کیا گیا ہے مگر اس موقعہ پر یہ کذب شمار ہوگا۔ اس کو مبالغہ نہیں کہتے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے کذب میں عام ابتلاء ہے لہٰذا اس سے بھی احتراز لازم ہے۔ (کتاب الاذکار ص ۱۶۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کذب بھی ایک قسم کی خیانت ہے۔ خیانت صرف ہاتھ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انسانی تمام اعضاء کی صفت ہو سکتی ہے۔ ہاتھ کی خیانت ناجائز مال حاصل کرنا، زبان کی خیانت واقع کے خلاف بات زبان سے نکالنا اور آنکھ کی خیانت خلاف شرع نظر اٹھانا ہے آیت **یعلم خائنة الاعین** میں آنکھ کی اسی خیانت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایمان جب قلب میں سرایت کر جاتا ہے تو پھر رگ رگ میں امانت سما جاتی ہے اور عضو عضو سے خیانت نکل جاتی ہے۔

جب تک مومن کی رگ و پے میں اس طرح امانت سرایت نہیں کرتی وہ پورا مومن نہیں کہلاتا اسی لئے حدیث میں ہے۔ **لا ایمان له لمن لا امانة لهٗ.**

مسلمانوں کا اکرام

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے، بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے وہ ہمارے مشرب کا انسان نہیں۔ (ترمذی)

تشریح:۔ اسلام میں چھوٹے کا حق شفقت اور بڑے کا تعظیم مقرر کیا گیا ہے رہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو وہ ایک عام اسلامی حق ہے اس میں چھوٹے بڑے کی قید نہیں صرف اسلامی شرکت کافی ہے۔

انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نوجوان کسی بوڑھے شخص کی صرف اس کے بڑھاپے کی خاطر تعظیم نہیں کرتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی ایسا شخص مقدر فرما دیتا ہے جو اس کی ضعیفی میں اس کی تعظیم کرتا ہے۔ (ترمذی)

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی تعظیم کرنا اور ایسے حافظ قرآن کی جو اس میں افراط وتفریط سے کام نہ لے۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم کرنے میں شامل ہے اسی طرح اس بادشاہ کی تعظیم کرنا بھی جو منصف ہو۔ (ابوداؤد۔ بیہقی)

تشریح:۔ وہ حافظ جو قرآن شریف کے بارے میں اور وہ بادشاہ جو عدل و انصاف میں راہ اعتدال پر قائم ہو خدائے تعالیٰ کی صفت کلام اور اس کی صفت عدل کے خاص مظہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ مسلمان جو خدائے تعالیٰ کی فرمانبرداری میں بوڑھا ہو گیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خاص مورد ہوتا ہے۔

اس لئے ان تینوں کا اکرام حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کے اکرام کرنے میں شامل ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ بندہ براہ راست خدا تعالیٰ کا اکرام کرنے میں تو فطرۃً پس و پیش نہیں کرتا شیطان کو بھی حق تعالیٰ کو سجدہ کرنے سے کوئی انحراف نہ تھا ہاں اس کو کچھ تامل ہوتا ہے تو اپنے ہم جنس کے اکرام میں ہوتا ہے۔

اس لیے اس اسلوب بیان میں اس کی فطرت کو اپنے ہم جنس کے اکرام کرنے پر اس طرح ابھارا گیا ہے کہ اس اکرام کو بھی وہ اللہ تعالیٰ ہی کے اکرام میں شمار کر لے کیونکہ حافظ کے اکرام میں خدا کے کلام کا اکرام اور منصف بادشاہ کے اکرام میں خدائے تعالیٰ کے خلیفہ عدل کا اکرام ہے۔

رہا بوڑھا مسلمان تو اس میں ایک خدائے تعالیٰ کے سوا کسی اور نیت کی گنجائش ہی نہیں اس تعلیم میں ایک بڑی گہری حکمت یہ ہے کہ جس قوم کے عادل بادشاہ اور اس کے دین کے حاملین اور اس کے کمزور مکرم و معزز رہ کر زندگی بسر کریں گے۔ وہ قوم کبھی دنیا میں ذلت کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ ذلت کی ابتداء ان ہی تین گوشوں سے ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کی نظر میں ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہیں رہتا اس لیے وہ جو حرکت بھی کرتا ہے اسی کے لئے کرتا ہے اسی کا نام مرتبہ احسان ہے۔

اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لئے آیا تھا (میں نے کیا دیکھا) کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں پھر کوئی تو یہ پوچھ رہا ہے کہ میں نے طواف سے پہلے سعی کر لی ہے یا فلاں کام پہلے کر لیا فلاں بعد میں کر لیا ہے (تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے) آپ نے سب کے جواب میں یہی فرمایا کہ اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ حرج تو بس اس میں ہے کہ ظلم کی راہ سے اپنے ایک مسلمان بھائی کی آبروریزی کرے۔ یہ ہے وہ شخص جو حرج میں پڑ گیا اور ہلاک ہو گیا۔ (بخاری شریف، رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا مسلمان مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر نہ ظلم کر سکتا ہے نہ بروقت اس کی امداد سے دست کش ہو سکتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کر سکتا ہے۔اس کے بعد آپ نے سینہ کی طرف تین بار اشارہ کر کے فرمایا (کہ تقویٰ صرف ظاہری افعال میں منحصر نہیں) اصل تقویٰ یہاں ہے (اس لئے دل کا حال بھی دیکھنا چاہئے) برائی کے لئے بس اتنی ہی بات بہت کافی ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو ذلیل اور حقیر سمجھے (یادرکھو) کہ ہر مسلمان پورا کا پورا قابل احترام ہوتا ہے اس کی جان بھی،اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی۔(مسلم)

تشریح:۔ یہ بات بڑی اہمیت سے یادرکھنی چاہئے کہ خدائے تعالیٰ کی نظر میں عزت واحترام صرف ایک اللہ اور اس کے رسول یا پھر مسلمان کا حق ہے اس کی جان ہی کا نہیں بلکہ اس کی آبرو اور اس کے مال کا بھی جو شخص اس کے خلاف ایک قدم بھی اٹھاتا ہے وہ معمولی مجرم نہیں بلکہ ایک شرعی نصب العین کا مخالف ہے حتیٰ کہ ترمذی اور نسائی کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کی جان اتنی قیمتی ہے کہ اس کے مقابلہ میں تمام دنیا کا فناء ہو جانا بھی معمولی بات ہے۔

ابوسعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ یہ ایک احمقانہ خیال ہے کہ اسلام پستی وذلت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں نرمی و تواضع اور تکبر وذلت کے مابین فرق نہیں کیا گیا۔اب اگر کسی فرقہ کے طرز عمل سے تم کو یہ شبہ ہو گیا ہے تو اس کی ذمہ داری اسلام پر نہیں اس پر ہے اور اگر عزت کے مفہوم سمجھنے میں تم ہی نے غلطی کھائی ہے تو پھر اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

عزت وہ نہیں جو دنیا کی کسی سربرآوردہ قوم کی نظروں میں عزت شمار ہو جائے بلکہ دراصل عزت وہ صحیح اَخلاق وملکات ہیں جو انسان کی علمی وعملی قوت کے ثمرات ہو سکتے ہیں ان ہی سے انسان کے ظاہر وباطن کو عزت حاصل ہو سکتی ہے اور یہی اسلام کی نظر میں بھی عزت کا موجب ہیں صرف کسی متغلب قوم کے آداب ومعاشرت اختیار کر لینے کا نام عزت نہیں ہے۔

سوچو کہ قومی سربلندی کے لئے اس سے بڑھ کر سبق اور کیا ہوسکتا ہے کہ تحقیرِ مسلم کو مذہب کی سب سے سخت دفعہ قرار دی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قوم میں باہم ایک دوسرے کی عزت کرنے کی عادت نہیں ہوتی وہ دوسروں کی نظروں میں کبھی معزز نہیں ہوسکتی اس لئے اسلام یہ تاکید کرتا ہے کہ تم باہم ایک دوسرے کی عزت کرنا اپنا اولین فرض سمجھو تاکہ خود بخود دنیا کی نظروں میں معزز بن جاؤ۔ رہبانیت کا دور ختم ہوا، یہ دینِ محمدی کا دور ہے اب تم میں حاکمیت اور عزت کے جذبات پیدا ہو جانے چاہئیں۔ خود باعزت بنو اور دنیا کو عزت کی زندگی بسر کرنے کی دعوت دو تاکہ دنیا کی خلقت کا مقصد پورا ہو اور خدا کی دی ہوئی عزت سے تمام جہان معزز بن جائے۔

واثلۃ بن الخطاب روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے آپ نے اس کے احترام میں اپنی جگہ سے کچھ حرکت کی وہ بولا یارسول اللہ (آپ تکلیف نہ فرمائیے) صف میں کافی گنجائش ہے۔ آپ نے فرمایا (میرا حرکت کرنا جگہ کی تنگی کی وجہ سے نہیں) بلکہ مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی اس کے پاس آئے تو اس کے احترام میں وہ تھوڑی سی حرکت کر جائے۔ (بیہقی)

تشریح:۔ انبیاء علیہم السلام کا طریق تعلیم سب عملی ہوتا ہے صرف زبانی نہیں ہوتا خلاصہ یہ ہے کہ اکرام مسلم اسلام کی سب سے اہم تعلیم ہے، اب بادشاہ و رعایا، والد و مولود، بھائی بھائی اور اجنبی سے اجنبی کے ساتھ اکرام کے طور و طریق کیا ہیں اس کیلئے مفصل ابواب کو دیکھنا چاہئے۔

سعید بن زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک سود تو تم جانتے ہی ہو لیکن) سب سے بدتر سود مسلمان کی عزت برباد کرنے میں ناحق زبان چلانا ہے۔ (ابوداؤد۔ بیہقی)

تشریح:۔ اس اسلوب بیان میں ایک طرف مسلمان کی آبرو کی حفاظت کی ترغیب دینا تو ظاہر و باہر مضمون ہے دوسری طرف اس کی آبروریزی کو سود سے تشبیہ دے کر سود کی حرمت کو پورے طور پر ذہن نشین کرنا بھی ایک اہم مقصد ہے۔ گویا دین میں یہ ایسی قابل نفرت چیز ہے کہ جب کسی بات سے روکنا منظور ہو تو اس سے ممانعت کے لئے جو سب سے قابلِ نفرت مثال ہو سکتی ہے وہ سود کی ہے۔

خالد بن معدان معاذ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی بری حرکت پر عار دلائی تو وہ اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا جب تک کہ اسی حرکت کو خود بھی نہ کرے۔ راوی اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہاں اس حرکت پر عار دلانا مراد ہے جسے وہ غلطی سے کر گذرا تھا اور اس پر اظہار ندامت اور توبہ بھی کر چکا تھا (توبہ کے بعد اب پھر عار دلانا اخوت اسلامی کے خلاف ہے)۔ (ترمذی)

تشریح:۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر جب ندامت کے آثار نظر ہونے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے پیش قدمی کر کے فرمایا: **لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لنا ولکم**۔ خدا مجھے اور تمہیں معاف کرے اب میں تمہیں ملامت کرنا نہیں چاہتا۔ اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب غلام پر حد جاری کر دی جائے تو اس کے بعد (ولا یثرب) اب اس کو ملامت نہ کرو، اس حدیث کی شرح اور طرح بھی کی گئی ہے۔ خلاصہ یہ کہ توبہ کے بعد اس گناہ پر عار دلانے کا ہمیں کیا حق ہے جبکہ صاحب حق ہی اس سے درگذر کر چکا پھر نفسیاتی لحاظ سے اس کا اثر ایک مجرم کی نظر میں اس کے جرم کی اہمیت کو کم کرنا ہے اور اپنے حق میں بدخلقی کا ثبوت ہی شریعت چاہتی ہے کہ تم بار بار عار دلا کر اس کو بے غیرت نہ بناؤ اور جب مقصد حاصل ہو چکا تو اب اس فضول تذکرہ سے اپنی بداَخلاقی کا ثبوت بھی نہ دو۔

معاذ بن انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس

نے کسی مؤمن کو کسی منافق کی نکتہ چینی سے بچالیا اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرے گا کہ وہ قیامت میں اس کے گوشت کو آتشِ دوزخ سے بچائے گا اور جس نے کسی مسلمان پر عیب لگانے کے لئے کوئی تہمت رکھی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جانے نہیں دے گا اور پل صراط پر روکے رکھے گا جب تک کہ وہ اس کی سزا نہ بھگت لے۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ احادیث سے ثابت ہے کہ پل صراط سے گذر کر جنت سے قبل ایک مختصر پل اور ہے اس پر کچھ لوگوں کو روک لیا جائے گا اور جو سزا اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے لئے مقدر ہے یہاں اس کو بھگتا کر جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی اہل جنت کو بھی باہم قلوب کی رنجشیں یہاں صاف کر لینی ہوں گی اسی لئے دنیا میں صاف سینہ رہنا بہت مفید ہے۔ باہمی عداوت کے نتیجہ میں جنت سے نکلنا ہوا تھا اسی عیب کو پھر ساتھ لیکر جانا کیسے ہوسکتا ہے۔ **قلنا اهبطا منها جميعا بعضكم لبعض عدو**

ابن عمر روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا اے وہ جماعت جن کا اسلام صرف زبانوں پر ہے اور ابھی دلوں میں نہیں اترا (دیکھو) مسلمانوں کو تکلیف نہ دو، ان کو عار نہ دلاؤ، اور ان کے عیب جوئی کے درپے نہ ہو کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کی عیب جوئی کے درپے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے درپے ہو جائے گا اور (یہ ظاہر ہے) کہ جس کی عیب جوئی کے خدا درپے ہوگا پھر (وہ کہاں چھپ سکتا ہے) وہ اس کو رسوا کر کے چھوڑے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر کیوں نہ بیٹھ رہے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ انسان کمزوریوں کا مجموعہ ہے ایسا کون بشر ہے جس کے احوال کا تفقد کیا جائے تو اس میں کوئی نہ کوئی عیب اور خامی نہ نکل آئے اس لئے شریعت نے اس عادت ہی کو مذموم قرار دیا ہے پس اگر کسی شریف الطبع انسان سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس سے چشم پوشی کر لینی چاہیئے لیکن اگر کوئی بد طینت دن دیہاڑے بے حیائی کا عادی ہو چکا ہے تو اس کے لئے سنت ستر نہیں ہے اس کے جرم سے چشم پوشی کرنا خود

جرم ہے اس کا معاملہ حکومت تک پہنچا دینا چاہئے تا کہ وہ اس کی مناسب پاداش کو پہنچ جائے۔ حدیث کے لفظ ''اتباع عورت'' اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قابل مذمت بات یہ ہے کہ کسی کو رسوا کرنے کیلئے اس کے عیوب کے پیچھے لگ جانا کھلے ہوئے مجرم کا معاملہ بالکل جداگانہ ہے مجرم کسی رحم کا مستحق نہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد کرنے سے ایسے موقعہ پر بیٹھ جاتا ہے جہاں اس کی عزت کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہوں اور اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے (نازک) مقام پر اس کی اعانت اور نصرت ترک کر دیتا ہے جہاں یہ چاہتا ہو کہ کوئی شخص اس کی طرف سے جواب کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ اور جو مسلمان کسی مسلمان کی مدد کرنے کے لئے ایسی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے جہاں اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو اور اس کی مٹی خراب کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے مقام پر اس کی نصرت و مدد فرماتا ہے۔ جہاں یہ چاہتا ہو کہ کوئی اس کی نصرت و مدد کر دیتا۔ (ابوداؤد)

ابوالدرداء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت کے لئے جوابدہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن وہ آتشِ دوزخ سے اس کی حفاظت کرے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ مؤمنین کی مدد کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے۔ (شرح السنہ)

تشریح:۔ ان جملہ حدیثوں سے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب سے بڑا حق یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ حاضر و غائب اس کی آبرو و عزت کا نگران بنا رہے جس دن سے مسلمانوں نے اس سبق کو فراموش کیا ہے ان کی حالت دن بدن زبوں ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تعلیمات اسلامی پر صحیح صحیح عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

سب سے عزیز آدمی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ ابن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے پروردگار تیرے نزدیک سب سے عزیز آدمی کون ہے، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا، وہ شخص جو انتقام پر قادر ہو اور معاف کر دے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ) عبدالقیس کے سردار اشج سے فرمایا کہ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ایک حلم اور دوسری آہستگی۔ (بحوالہ جامع ترمذی)

رشتوں کو نبھائیے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو لوگوں کی خطائیں معاف کر دیا کرتے تھے، وہ اپنے پروردگار کے حضور میں آئیں اور اپنا انعام لے جائیں...

کیونکہ ہر مسلمان جس کی یہ عادت تھی... بہشت میں داخل ہونے کا حق دار ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے درجے بلند ہوں اس کو چاہیے کہ وہ اس آدمی سے درگزر کرے.... جس نے اس پر ظلم کیا ہو اور اس کو دے جس نے اس کو نہ دیا ہو اور اس کے ساتھ رشتہ جوڑے جس نے اس سے رشتہ توڑا ہو اور اس کے ساتھ تحمل کرے جس نے اس کو برا کہا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا... یارسول اللہ! میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر روز ستر دفعہ۔ (مسنون زندگی بحوالہ جامع ترمذی)

عدل وانصاف اور مساوات

حضرت عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی اس عورت کی قوم والے گھبرا کر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی سفارش کر دیں (اور یوں ان کی عورت چوری کی سزا سے بچ جائے)۔

جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ کا چہرہ مبارک (غصہ کی وجہ سے) بدل گیا اور فرمایا (اے اسامہ رضی اللہ عنہ!) تم مجھ سے اللہ کی حدود کے بارے میں (سفارش کی) بات کر رہے ہو۔

(حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ سفارش کر کے انہوں نے غلطی کی ہے اس لئے فوراً) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ شام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمانے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ کی شان کے مناسب ثنا بیان کی پھر فرمایا:

''اما بعد! تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان کا طاقتور اور معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد شرعی قائم کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ (اعاذنا اللہ منہا)''

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جس پر اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس نے بہت اچھی توبہ کی اور اس سے شادی بھی کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اس کے بعد وہ عورت (میرے پاس) آیا کرتی تھی اور میں اس کی ضرورت کی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا کرتی۔ (اخرجہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان کے ذمہ ایک یہودی کے چار درہم قرض تھے۔ اس یہودی نے اس قرض کی وصولی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لینی چاہی اور یوں کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اس آدمی کے ذمہ چار درہم قرض ہیں اور یہ ان دراہم کے بارے میں مجھ پر غالب آ چکے ہیں (یعنی میں کئی مرتبہ ان سے تقاضا کر چکا ہوں لیکن یہ مجھے دیتے نہیں ہیں)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اس کا حق اسے دے دو۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! دینے کی میرے پاس بالکل گنجائش نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا حق اسے دو۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے! دینے کی بالکل گنجائش نہیں اور میں نے اسے بتایا تھا کہ آپ ہمیں خیبر بھیجیں گے اور امید ہے کہ آپ ہمیں کچھ مال غنیمت دیں گے۔ اس لئے وہاں سے واپسی پر اس کا قرض ادا کر دوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا حق ادا کرو۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کسی بات کو تین دفعہ سے زیادہ نہیں فرماتے تھے۔ (تین دفعہ فرما دینا پورے اہتمام اور تاکید کی نشانی تھی) چنانچہ حضرت ابن ابی حدرد بازار گئے۔ ان کے سر پر پگڑی تھی اور ایک چادر باندھ رکھی تھی۔ انہوں نے سر سے پگڑی اتار کر اسے لنگی بنالیا اور چادر کھول کر اس یہودی سے کہا تم مجھ سے یہ چادر خرید لو۔

چنانچہ وہ چادر اس یہودی کے ہاتھ میں چار درہم میں بیچ دی۔ اتنے میں ایک بڑھیا کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے یہ حال دیکھ کر کہا اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے اسے سارا قصہ سنایا تو اس بڑھیا نے اپنے اوپر سے چادر اتار کر ان پر ڈال دی اور کہا یہ چادر لے لو۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۳/۱۸۱)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں انصار کے دو آدمی کسی ایسے میراث کا جھگڑا لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کے نشان مٹ

چکے تھے اور کوئی گواہ بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو اور جس کے بارے میں مجھ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی میں اس میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔

لہٰذا جس آدمی کی دلیل کی وجہ سے میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کا حق لے رہا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کا حق ہرگز نہ لے کیونکہ میں تو اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ یہ ٹکڑا اس کے گلے کا ہار بنا ہوا ہوگا۔

اس پر وہ دونوں حضرات رونے لگے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنا حق اسے دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نے یہ ارادہ کر لیا تو جاؤ اور حق پر چلو اور اس میراث کو آپس میں تقسیم کر لو اور تقسیم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کر لو اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد تم دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو اپنا حق معاف کر دے۔ (اخرجہ ابن ابی شیبۃ)

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ بنو ساعدہ کے ایک آدمی کی ایک وسق کھجوریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض تھیں (ایک وسق تقریباً سوا پانچ من کا ہوتا ہے) اس آدمی نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کھجوروں کا تقاضا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی سے فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دو۔ انہوں نے اس کی کھجوروں سے گھٹیا قسم کی کھجوریں دینی چاہیں۔ اس آدمی نے لینے سے انکار کر دیا۔ ان انصاری نے کہا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی کھجوریں واپس کرتے ہو؟ اس آدمی نے کہا ہاں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عدل کرنے کا کون حق دار ہے؟

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ٹھیک کہتا ہے۔ مجھ سے زیادہ عدل کرنے کا حق دار کون ہو سکتا ہے؟

اور اللہ تعالیٰ اس امت کو پاک نہیں فرماتے جس کا کمزور آدمی طاقتور سے اپنا حق نہ لے سکے اور نہ اس پر زور دے سکے۔

پھر فرمایا اے خولہ! اسے گن کر ادا کردو کیونکہ جس مقروض کے پاس سے قرض خواہ خوش ہو کر جائے گا اس کے لئے زمین کے جانور اور سمندروں کی مچھلیاں دعا کریں گی اور جس مقروض کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال ہے اور وہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر دن اور رات کے بدلہ میں اس کے لئے ایک گناہ لکھتے ہیں۔ (اخرجہ الطبرانی)

لوگوں کے ساتھ نرمی کی ترغیب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے خاندان کا برا آدمی ہے (آپ نے اجازت دے دی) جب وہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر وہ آدمی چلا گیا پھر ایک اور آدمی نے اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اپنے خاندان کا اچھا آدمی ہے جب وہ اندر آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خوشی اور مسرت کا زیادہ اظہار نہیں کیا۔

جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! فلاں نے اجازت مانگی تو آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ برا آدمی ہے لیکن جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس کے سامنے بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر دوسرے نے اجازت مانگی آپ نے اس کے بارے میں اچھے کلمات فرمائے لیکن جب وہ اندر آیا تو آپ کو اس کے ساتھ ویسا سلوک کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا جیسا آپ نے پہلے کے ساتھ کیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برا آدمی وہ ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے بچتے ہوں۔ (اخرجہ احمد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعض دفعہ ہم لوگ کچھ لوگوں کے سامنے مسکرا رہے ہوتے ہیں لیکن ہمارے دل انہیں لعنت کر رہے ہوتے ہیں۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

حضرت ابو غالب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری گفتگو قرآن (کے مطابق) ہوتی تھی آپ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے اور بیان مختصر کرتے تھے نماز لمبی پڑھتے تھے۔ آپ ناک نہیں چڑھاتے تھے اور اس سے تکبر محسوس نہیں فرماتے تھے کہ مسکین اور کمزور آدمی کے ساتھ جا کر اس کی ضرورت پوری کر کے ہی آئیں۔ (اخرجہ الطبرانی واسنادہ حسن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے اور لغو بیکار بات بالکل نہ فرماتے تھے دراز گوش پر سوار ہو جاتے تھے اور اون کا کپڑا پہن لیتے تھے اور غلام کی دعوت قبول فرما لیتے تھے اور اگر تم غزوۂ خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے کہ دراز گوش پر سوار ہیں جس کی لگام کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی تو عجیب منظر دیکھتے ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت فرماتے تھے اور جنازہ میں شرکت فرماتے تھے۔ (اخرجہ الطیالسی وفی الترمذی)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور اون پہنتے تھے اور بکری کی ٹانگوں کو قابو کر کے اس کا دودھ نکالتے اور مہمان کی خاطر مدارات خود کرتے۔ (اخرجہ البیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

(مدینہ سے باہر کی آبادی) عوالی کا کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی

رات کے وقت جو کی روٹی پر بلاتا تو بھی آپ اسے قبول فرما لیتے۔ (عند الطبرانی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ آواز دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ جواب میں لبیک لبیک فرماتے۔ (اخرجہ ابو یعلی)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا میں نے ٹھیک کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جوتی لے لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ سے جوتی لے کر فرمایا تسمہ تو میرا ٹوٹا اور ٹھیک تم کرو اس سے فوقیت نظر آتی ہے اور میں دوسروں پر اپنی فوقیت پسند نہیں کرتا (بلکہ میں تو سب کے برابر بن کر رہنا چاہتا ہوں)۔ (اخرجہ البزار)

حضرت عبداللہ بن جبیر خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا رہے تھے کسی نے کپڑے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر سایہ نظر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک صاحب چادر سے آپ پر سایہ کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو اور کپڑا اس سے لے کر رکھ دیا اور فرمایا میں بھی تم جیسا آدمی ہوں (اپنے لئے امتیازی سلوک نہیں چاہتا)۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کا پانی کسی کے سپرد نہ فرماتے (بلکہ خود اس سے وضو فرماتے) اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی صدقہ دینا چاہتے تو خود دیتے۔ (عند القزوینی بضعف کذا فی جمع الفوائد ۲/۱۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں (فاتحانہ) داخل ہوئے تو لوگ اونچی جگہوں پر چڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے تھے لیکن تواضع اور عاجزی کی وجہ سے آپ کا سر کجاوے کو لگا ہوا تھا۔ (اخرجہ ابو یعلی)

حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کے کاموں میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت کا سب سے زیادہ ظہور رمضان شریف میں ہوتا جب آپ کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی اور حضرت جبرائیل رمضان کی ہر رات میں حضور سے ملا کرتے اور آپ سے قرآن کا دور کرتے پھر تو آپ خیر اور نیکی کے کاموں میں عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے۔ (اخرجہ الشیخان کذا فی صفۃ الصفوۃ ۱/ ۶۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی جاتی اور آپ کا دینے کا ارادہ ہوتا تو آپ ہاں فرماتے اور (نہ ہونے کی وجہ سے) نہ دینے کا ارادہ فرماتے تو خاموش ہو جاتے اور کسی چیز کے بارے میں نہ، نہ فرماتے۔
(عند الطبرانی فی الاوسط فی حدیث طویل)

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت معوذ بن عفراء نے ایک صاع تازہ کھجوریں جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں رکھی ہوئی تھیں دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور کو ککڑی بہت پسند تھی اس وقت بحرین سے کچھ زیورات حضور کے پاس آئے ہوئے تھے حضور نے ہاتھ بھر کر وہ زیورات مجھے عطا فرمائے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور نے مجھے اتنے زیور یا سونا عطا فرمایا جس سے میرے دونوں ہاتھ بھر گئے۔ (اخرجہ الطبرانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے ایک رات مدینہ والے (کسی آواز کو سن کر) گھبرا گئے تو لوگ اس آواز کی طرف چل پڑے انہیں

سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے ہوئے ملے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے آواز کی طرف چلے گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر ننگی پشت پر سوار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے ڈرنے کی کوئی بات نہیں اور فرمایا ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح رواں دواں) پایا حالانکہ مشہور یہ تھا کہ یہ گھوڑا سست اور کمزور ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تیز ہوگیا)

مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں گھبراہٹ کی بات پیش آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مندوب نامی گھوڑا مانگ کرلیا اور اس پر سوار ہوکر گئے اور واپس آکر فرمایا ہمیں گھبراہٹ کی کوئی چیز نظر نہیں آئی اور ہم نے تو اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا اور جب لڑائی زوروں پر آتی تو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے کر کے خود کو بچایا کرتے۔ (اخرجہ الشیخان واللفظ لمسلم)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن مشرکوں کے حملہ سے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ لے کر اپنا بچاؤ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ نڈر رہتے تھے بڑی بے جگری سے لڑتے تھے۔ (عند احمد والبیہقی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ گفتگو

بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی واضح اور اطمینان سے ہوتی تھی کہ اگر کوئی اس کے کلمات گننا چاہتا تو گن سکتا تھا امام احمد اور بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی اہم بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے اور جب کسی قوم کے پاس جاکر سلام کرتے تو تین مرتبہ کرتے۔

امام احمد اور بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا ہے (جن کے الفاظ تھوڑے اور معانی زیادہ ہیں) اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے ایک مرتبہ میں سو رہا تھا تو زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے گفتگو فرما رہے ہوتے تو (اللہ تعالیٰ کی محبت اور وحی کے انتظار میں) بار بار نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے۔ (عند ابن اسحاق وھکذا رواہ ابوداؤد فی کتاب الادب)

وقار اور سنجیدگی

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہو کر بیٹھتے تھے آپ کے جسم مبارک کا کوئی حصہ باہر (لوگوں) کی طرف پھیلا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ (اخرجہ القاضی عیاض فی الشفاء واخرجہ ابوداؤد فی المراسیل)

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب آپس میں بات چیت کرتے اور ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تو سب انہیں رعب اور ہیبت کی نگاہ سے دیکھتے۔ (اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/۲۳۱)

حضرت ابو مسلم خولانیؒ کہتے ہیں کہ میں حمص کی ایک مسجد میں گیا تو دیکھا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس کے قریب ادھیڑ عمر کے صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں ایک نوجوان، سرگیں آنکھوں والے، چمکیلے دانتوں والے بھی بیٹھے ہوئے ہیں جو بالکل بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ خاموش بیٹھے ہوئے ہیں جب ان لوگوں کو کسی چیز میں شک ہوتا تو وہ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہو کر اس سے پوچھتے (اور اس کے جواب سے سب مطمئن ہو جاتے) میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس سے ان کی

محبت میرے دل میں سرایت کر گئی میں ان حضرات کے ساتھ رہا یہاں تک کہ یہ حضرات ادھر ادھر چلے گئے۔ (اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/۲۳۱)

صبر واستقامت

حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن بندہ کا معاملہ بھی عجیب ہے...

ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اگر اسے خوشی اور راحت پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کیلئے خیر ہی خیر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کیلئے خیر ہی ہے... (مسلم شریف)

اس دنیا میں دکھ اور رنج بھی ہے اور آرام وخوشی بھی... مومن کا ایمان ہے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے... اس لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے بندوں کا یہ حال ہونا چاہیے کہ جب کوئی دکھ اور مصیبت پیش آئے تو مایوسی کا شکار ہونے یا غلط طریقے سے اظہار غم کرنے کے بجائے صبر سے کام لیں اور اس یقین کو دل میں تازہ رکھیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہی دکھوں سے نجات دینے والا ہے... اور خوشی وشادمانی کے دور سے گزر رہا ہو تو اس کو اپنا کمال اور اپنی قوت بازو کا نتیجہ نہ سمجھیں... بلکہ یہ ذہن میں رکھیں کہ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے وہ کسی بھی وقت نعمت چھین سکتا ہے اس لیے نعمت ملنے پر شکر ادا کرنا چاہیے...

اسلام کی ان مبارک تعلیمات کا نتیجہ ایک طرف تو یہ نکلتا ہے کہ خوشی کی حالت میں بھی بندہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ رہتا ہے... اور دوسری طرف مصیبتوں اور ناکامیوں سے شکست نہیں کھاتا مایوسی اور دل شکستگی سے اس کی عملی قوتوں پر برا اثر نہیں پڑتا...

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن آدم! اگر تو نے ابتداء ہی سے

صدمہ کو برداشت کیا اور میری رضا اور مجھ سے ثواب کی نیت کی تو میں راضی نہیں ہوں گا کہ جنت سے کم اور اس کے سوا کوئی ثواب تجھے دیا جائے...

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اسے بخش دیں گے...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم نزع کے وقت آپ کی گود میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے...

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے ابن عوف! یہ رحمت کے آنسو ہیں اس کے بعد پھر آنسو جاری ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آنکھیں آنسو بہاتی ہیں' دل غمگین ہے اور ہم زبان سے کوئی بات نہیں کہتے مگر جس سے ہمارا رب راضی ہو...ایک حدیث میں فرمایا گیا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رخساروں کو پیٹے...گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکار کر روئے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لقمہ کی برکت

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مردوں سے بے حیائی کی باتیں کیا کرتی تھی اور بہت بے باک اور بد کلام تھی، ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی جگہ پر بیٹھے ہوئے ثرید کھا رہے تھے، اس پر اس عورت نے کہا انہیں دیکھو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے غلام بیٹھتا ہے، ایسے کھا رہے ہیں جیسے غلام کھاتا ہے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سا بندہ مجھ سے زیادہ بندگی اختیار کرنے والا ہوگا۔ پھر اس عورت نے کہا یہ خود کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھلا رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بھی کھا لے اس نے کہا

مجھے اپنے ہاتھ سے عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیا تو اس نے کہا جو آپ کے منہ میں ہے اس میں سے دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے دیا جسے اس نے کھالیا (اس کھانے کی برکت سے) اس پر شرم وحیا غالب آ گئی اور اس کے بعد اپنے انتقال تک کسی سے بے حیائی کی کوئی بات نہ کی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۰۴)

جنگ میں بھی عورت کا احترام

نجدہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ اما بعد! آپ مجھے بتلایئے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو لے کر جنگ کو جاتے؟ اور کیا ان کا حصہ بھی مقرر کرتے؟ کیا آپ بچوں کو بھی قتل کرتے؟ اور یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے اور خمس کس کو ملے گا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لکھا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ میں عورتوں کو بھی لے جاتے وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں حضور ان کو مال غنیمت میں سے کچھ دیتے لیکن مقرر حصہ ان کا نہیں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو قتل نہیں کیا اور تم نے پوچھا ہے کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے تو بخدا! آدمی تو بوڑھا ہو جاتا ہے تب بھی وہ اپنے لئے لینے کے معاملے میں کمزور ہوتا ہے۔ اور دینے میں ضعیف ہوتا ہے پس جب وہ بہتر چیز لے لے جو لوگ لیتے تو یتیمی ختم ہو گئی اور تم نے لکھا ہے خمس کے بارے میں تو وہ ہمارے لئے ہے (حلیۃ الاولیاء)

خدمت خلق

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کی کچھ مخلوق ایسی ہے کہ اللہ نے ان کو لوگوں کی حاجات کے لئے پیدا کیا ہے لوگ ان کی پناہ لیتے ہیں اپنی حوائج کے سلسلے میں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کے عذاب سے مامون ہوں گے۔ (حلیۃ الاولیاء)

تین مقروض اشخاص

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کی طرف سے اللہ تعالیٰ قرض ادا کریں گے

(ایک) وہ جسے مسلمانوں کے ملک پر کسی دشمن کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ ہوا اور اس کے پاس کچھ قوت نہیں تھی تو اس نے قرض لیا اور اس سے اسلحہ خریدا اور اس کے ذریعہ اللہ کے راستے میں تقویت حاصل کی پھر مر گیا اس قرض کو ادا کرنے سے پہلے اور نہ ہی وہ ادا کرنے پر قادر ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرمائیں گے

اور (دوسرا) وہ شخص جس کے سامنے دوسرا مسلمان بھائی مرا اور اس نے اتنا کچھ نہ پایا جس سے اس کا کفن دفن کر سکے تو اس نے قرض لیا اور اس سے کفن خریدا پھر یہ مر گیا اور اس کو ادا کرنے پر قادر نہ ہوا تو اس کی طرف سے بھی اللہ تعالیٰ ادا کریں گے

اور (تیسرا) وہ شخص جسے اپنے اوپر زنا کا اندیشہ ہوا اور اس پر مجردیت شدید ہو گئی تو اس نے قرض لیا اور شادی کی اور اس کو ادا کرنے پر قادر نہ ہوا اور مر گیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے بھی ادا کر دیں گے۔ (حلیۃ الاولیاء)

تواضع کی تعلیم

حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک مسکین عورت کے پاس گئی اس کے پاس کوئی چیز تھی جو وہ مجھے ہدیہ کر رہی تھی تو میں نے اس سے ہدیہ قبول کرنا مناسب نہ سمجھا کہ یہ خود کیا کرے گی تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تم نے اس کا ہدیہ کیوں نہ قبول کیا اور اس کے بدلے میں اس سے عمدہ چیز کیوں نہ دی؟ میرا خیال ہے کہ تم نے اسے حقیر سمجھا، اے عائشہ! تواضع اور انکساری اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں اور تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ (حلیۃ الاولیاء)

اَخلاقِ نبویؐ

یعنے

رَوِیّے ہمارے حضور کے

صلی اللہ علیہ وسلم

● ....موجودہ معاشرے میں اَخلاق سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اور دین میں مطلوب اَخلاقِ حسنہ کی وضاحت

● ....اِسلام کی تبلیغ میں حُسنِ اَخلاق کا کردار

● ....گھروں کی آبادی اور خوشحالی میں حُسنِ اَخلاق کی اہمیت

حُسنِ اَخلاق کا مطلب

''دل'' کی کیفیات کا نام ''اَخلاق'' ہے

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

آج کل عرف عام میں ''اَخلاق'' کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ آدمی دوسرے سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے، مسکرا کر اس سے مل لے اور نرمی سے بات کر لے، ہمدردی کے الفاظ اس سے کہے، بس اسی کو ''اَخلاق'' سمجھا جاتا ہے...

خوب سمجھ لیجئے کہ شریعت کی نظر میں ''اَخلاق'' کا مفہوم بہت وسیع اور عام ہے... اس مفہوم میں بیشک یہ باتیں بھی داخل ہیں کہ جب انسان دوسرے سے ملے تو خندہ پیشانی سے ملے، اظہار محبت کرے اور اس کے چہرے پر ملاقات کے وقت بشاشت ہو، نرمی کے ساتھ گفتگو کرے۔

لیکن ''اَخلاق'' صرف اس طرزِ عمل میں منحصر نہیں بلکہ ''اَخلاق'' درحقیقت دل کی کیفیات کا نام ہے، دل میں جو جذبات اُٹھتے ہیں اور جو خواہشات دل میں پیدا ہوتی ہیں، ان کا نام ''اَخلاق'' ہے... پھر اچھے اَخلاق کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے جذبات میں اچھی اور خوشگوار باتیں پیدا ہوتی ہوں اور برے اَخلاق کے معنی یہ ہیں کہ اس کے دل میں خراب جذبات اور غلط خواہشات پیدا ہوتی ہوں...

لہٰذا شریعت کا ایک بہت اہم حصہ یہ ہے کہ انسان اپنے اَخلاق کی اصلاح کرے اور دل میں پرورش پانے والے جذبات کو اعتدال پر لائے...

فطری جذبات کو اعتدال پر رکھیں

اس کی تھوڑی سی تشریح یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں کچھ فطری جذبے رکھے ہیں، وہ اس کی فطرت کا حصہ ہیں، کوئی انسان ان سے خالی نہیں... مثلاً ''غصہ'' ہے جو ہر انسان کے اندر ہوتا ہے، کسی میں کم ہوتا ہے کسی میں زیادہ لیکن ہوتا ضرور ہے یا مثلاً شہوت اور جنسی خواہش ہے جو ہر انسان کے اندر ہوتی ہے، کسی میں کم کسی میں زیادہ یا مثلاً اپنی عزتِ نفس کا خیال کہ میں ذلیل نہ ہو جاؤں بلکہ مجھے عزت حاصل ہو جائے، یہ جذبہ ہر انسان ے دل میں ہوتا ہے۔ یہ سب فطری جذبات ہیں جو انسان کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں لیکن ان جذبات کو اعتدال پر رکھنا ضروری ہے اور ان کو اعتدال پر رکھنے کا نام ہی ''حُسنِ اَخلاق'' ہے... اگر یہ اعتدال کے اندر ہیں تو بڑی اچھی بات ہے اور آدمی کے اَخلاق پاکیزہ ہیں اور درست ہیں اور قابل تعریف ہیں لیکن اگر اَخلاق اعتدال سے گھٹے ہوئے ہیں یا اعتدال سے بڑھے ہوئے ہیں تو دونوں صورتوں میں انسان کے اَخلاق خراب ہیں اور ان کے اصلاح کی ضرورت ہے...

''غصہ'' فطری جذبہ ہے

مثلاً ''غصہ'' ایک فطری جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں پیدا فرمایا ہے، یہ غصہ ضروری بھی ہے کیونکہ اگر انسان کے اندر ''غصہ'' بالکل نہ ہو تو انسان اپنا دفاع کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا، مثلاً ایک شخص پر دوسرا شخص حملہ آور ہے اور اس کے اوپر ناجائز حملہ کر رہا ہے مگر وہ شخص خاموش بیٹھا ہے، اس کو غصہ ہی نہیں آتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ''غصہ'' اعتدال پر نہیں ہے...

اسی طرح کوئی شخص اس کے باپ پر یا اس کے بھائی پر یا اس کی بیوی پر حملہ کر رہا ہے اور یہ شخص خاموش بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہے اور اس کو غصہ ہی نہیں آ رہا ہے تو یہ بے غیرتی ہے، بے حمیتی ہے اور شریعت میں اس بے غیرتی اور بے حمیتی کا کوئی جواز نہیں...

غصہ کو صحیح جگہ پر استعمال کریں

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً. (التوبہ:۱۲۳)

یعنی جو کفار تمہارے قریب ہیں، ان سے لڑائی کرو اور ان کفار کو یہ محسوس ہونا چاہیے کہ ان کے خلاف تمہارے دلوں میں غصہ ہے اور سختی ہے...لہٰذا اگر یہ غصہ صحیح جگہ پر ہے تو یہ غصہ قابل تعریف ہے اور اچھے اَخلاق کی نشانی ہے...مثلاً اگر گھر پر ڈاکو حملہ آور ہو گئے اور میرے پاس اتنی طاقت بھی ہے کہ میں ان پر حملہ کر سکوں لیکن میں خاموش بیٹھا ہوں اور ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتا اور مجھے غصہ ہی نہیں آتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بے غیرت ہوں، شریعت کو یہ مطلوب نہیں، لہٰذا اگر انسان غصہ کو صحیح حدود میں استعمال کرے اور صحیح جگہ پر استعمال کرے تو یہ غصہ اچھے اَخلاق کی نشانی ہے...

''غصہ'' حد کے اندر استعمال کرے

میں نے دو لفظ استعمال کیے...ایک یہ کہ غصہ کو صحیح جگہ پر استعمال کرے اور غلط جگہ پر استعمال نہ کرے یعنی جہاں غصہ کرنا چاہیے وہیں پر غصہ کرے...دوسرے یہ کہ غصہ کو حدود میں استعمال کرے، یعنی جتنا غصہ کرنا چاہیے اتنا ہی کرے، اس سے زیادہ نہ کرے...مثلاً آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی اولاد غلط راستے پر جا رہی ہے، گناہوں کا ارتکاب کر رہی ہے، اس کے اعمال خراب ہو رہے ہیں....

آپ نے اس کو دو تین بار سمجھایا اور نصیحت کی، اس نے آپ کی نصیحت نہیں مانی تو اس موقع پر غصہ کا آنا صحیح محل صحیح جگہ پر ہے، غلط جگہ پر نہیں ہے کیونکہ واقعتہً وہ غصہ کی بات تھی لیکن جب اپنی اولاد پر غصہ کا اظہار کرنے پر آئے تو غصہ کا اتنا اظہار کیا کہ بچے کی چمڑی ادھیڑ دی، اس صورت میں غصے کا محل تو صحیح تھا لیکن وہ غصہ حد کے

اندر نہیں تھا بلکہ حد سے تجاوز کر کے آگے بڑھ گیا اور اعتدال سے نکل گیا تو یہ غصہ قابل تعریف نہیں، یہ اچھے اَخلاق میں داخل نہیں...

''غصہ'' کی حدود

لہٰذا غصہ کے اندر دو باتیں ہونی چاہئیں، ایک یہ کہ غصہ صحیح جگہ پر آئے اور غلط جگہ پر نہ آئے اور دوسرے یہ کہ جب غصہ کا اظہار ہو تو وہ غصہ حد کے اندر ہو نہ حد سے کم ہو اور نہ حد سے بڑھا ہوا ہو...اس غصے کی حدود بھی شریعت نے متعین کر دی ہیں... ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی تعلیم دو تاکہ بچپن سے اس کو نماز کی عادت پڑ جائے، سات سال کی عمر میں مارنے کا حکم نہیں ہے اور جب بچہ دس سال کا ہو جائے اور اس وقت تک اس کو نماز پڑھنے کی عادت نہ پڑی ہو تو اب اس کو نماز پڑھانے کے لیے مارنے کی بھی اجازت ہے... یہ حد مقرر کر دی لیکن یہ فرما دیا کہ چہرے پر مت مارو چہرے پر مارنا جائز نہیں اور ایسی مار نہ مارو جس سے جسم پر نشان پڑ جائے... یہ حدود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان فرما دیں...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک چیز کھول کھول کر سمجھا کر واضح کر دیں، یہ تو ایک مثال ہے...

''عزت نفس'' کا جذبہ فطری ہے

ایک اور مثال لے لیجئے... مثلاً دل میں عزتِ نفس کا داعیہ پیدا ہونا کہ میں لوگوں کے سامنے ذلیل نہ ہوں اور بحیثیت انسان اور بحیثیت مسلمان کے میری عزت ہونی چاہیے...اس حد تک یہ جذبہ قابل تعریف ہے، یہ جذبہ برا نہیں ہے کیونکہ شریعت نے ہمیں اپنے آپ کو ذلیل کرنے سے منع فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر انسان کے دل میں عزتِ نفس کا جذبہ بالکل نہ ہو تو وہ انسان دوسروں کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ جائے، جو چاہے وہ اس کو ذلیل کر جائے لیکن اگر ''عزت'' نفس کا جذبہ حد سے بڑھ

جائے اور دل میں یہ خیال آئے کہ میں سب سے بڑا ہوں، میں عزت والا ہوں اور باقی سب لوگ ذلیل ہیں اور حقیر ہیں تو اب یہ دل میں ''تکبر'' آ گیا، اس لیے کہ ''تکبر'' کے معنی ہیں ''اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا...''

''عزتِ نفس'' یا ''تکبر''

آپ کو بے شک یہ حق حاصل ہے کہ آپ یہ چاہیں کہ میں دوسروں کی نظر میں بے عزت نہ ہوں لیکن کسی بھی دوسرے شخص سے اپنے آپ کو افضل سمجھنا کہ میں اس سے اعلیٰ ہوں اور یہ مجھ سے کمتر ہے... یہ خیال لانا جائز نہیں... مثلاً آپ امیر ہیں، آپ کے پاس کوٹھی، بنگلے ہیں، آپ کے پاس بینک بیلنس ہے، آپ کے پاس دولت ہے اور دوسرا شخص غریب ہے، ٹھیلے پر سامان بیچ کر اپنا پیٹ پالتا ہے، اپنے گھر والوں کے لیے روزی کماتا ہے، اگر آپ کے دل میں یہ خیال آ گیا کہ میں بڑا ہوں اور یہ چھوٹا ہے، میری عزت اس کی عزت سے زیادہ ہے، میں اس سے افضل ہوں اور یہ مجھ سے کمتر ہے، اس کا نام ''تکبر'' ہے... یہ ''عزتِ نفس'' کا جذبہ اپنی حد سے آگے بڑھ گیا...

''تکبر'' مبغوض ترین جذبہ ہے

اب یہ ''جذبہ'' اتنا خبیث بن گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ''تکبر'' سے زیادہ کسی جذبے سے نفرت نہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین جذبہ انسان کے اندر ''تکبر'' ہے حالانکہ ''عزتِ نفس'' قابلِ تعریف چیز تھی لیکن جب وہ حد سے بڑھ گئی تو اس کے نتیجہ میں وہ ''تکبر'' بن گئی اور تکبر بننے کے نتیجے میں وہ مبغوض بن گئی...

اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ... (مشکوۃ، باب الغضب والکبر)

''بڑائی تو تنہا میرا حق ہے...''

''اللہ اکبر'' کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا ہے...

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ... (الجاثیۃ:۳۷)

''اسی کے لیے ہے بڑائی آسمانوں میں بھی اور زمینوں میں بھی...'' لہٰذا جو بندہ یہ کہتا ہے کہ میں دوسروں سے بڑا ہوں، میرا درجہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہے اور میں افضل ہوں اور دوسرے سب لوگ مجھ سے چھوٹے ہیں اور حقیر ہیں تو یہ ''تکبر'' کی حد ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہے... اس کا انجام دُنیا میں بھی برا ہے اور آخرت میں بھی برا ہے...

''متکبر'' کو سب لوگ حقیر سمجھتے ہیں

دُنیا کے اندر تو یہ صورت ہوتی ہے کہ ''متکبر'' اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا رہتا ہے لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ساری مخلوق اس کو برا سمجھتی ہے اس لیے کہ جو شخص متکبر ہو اور لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ یہ شخص متکبر ہے اور اس کے اندر تکبر ہے تو کوئی بھی شخص اس سے محبت نہیں کرے گا بلکہ ہر شخص اس کو برا سمجھے گا... ایک عربی کہاوت ہے جو بڑی خوبصورت ہے، اس کہاوت میں ''متکبر'' کی مثال دی ہے...

فرمایا کہ ''متکبر'' کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا ہو، وہ جب اوپر سے لوگوں کو دیکھتا ہے تو سب لوگ اس کو چھوٹے نظر آتے ہیں، اس لیے وہ ان سب کو چھوٹا سمجھتا ہے اور ساری مخلوق جب اس کو دیکھتی ہے تو وہ چھوٹا نظر آتا ہے، اس لیے وہ اس کو چھوٹا سمجھتے ہیں... بہر حال! دُنیا کے اندر صورت یہ ہوتی ہے کہ ساری مخلوق ''متکبر'' کو برا سمجھتی ہے اور چھوٹا سمجھتی ہے چاہے اس کے دبدبہ اور اس کی طاقت کی وجہ سے مخلوق اس کے سامنے بات نہ کر سکے لیکن کسی کے دل میں اس کی عزت اور محبت نہیں ہوتی...

''تکبر'' دوسری بیماریوں کی جڑ ہے

اور یہ ''تکبر'' ایسی بیماری ہے جس سے بے شمار بیماریاں جنم لیتی ہیں، اسی ''تکبر'' کے نتیجے میں ''حسد'' پیدا ہوتا ہے... اسی سے ''بغض'' پیدا ہوتا ہے... لہٰذا قرآن کریم

یہ کہہ رہا ہے کہ فلاح ان کو نصیب ہوتی ہے جو اپنے اَخلاق کو ان تمام بیماریوں سے پاک کریں، ان کو جب غصہ آئے تو صحیح جگہ پر آئے اور جب غصہ کو استعمال کریں تو حدود کے اندر استعمال کریں، وہ اگر اپنی عزت کا تحفظ کریں تو حدود کے اندر کریں، تکبر نہ کریں اور جو کام کریں اخلاص کے ساتھ کریں، کسی کام میں دکھاوا اور نام ونمود نہ ہو، اسی کا نام "اَخلاق کی صفائی" اور "اَخلاق کا تزکیہ" ہے جس کا ذکر اس آیت کریمہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ میں ہے اور جس کے بارے میں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا میں اس لیے تشریف لائے کہ لوگوں کے اَخلاق کو پاک صاف کریں...

"اَخلاق" کو پاک کرنے کا طریقہ "نیک صحبت"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان اَخلاق کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ خوب سمجھ لیجئے کہ ان اَخلاق کو پاک کرنے کا طریقہ وہی ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اختیار فرمایا:

وہ ہے "نیک صحبت"... اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے نتیجے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اَخلاق کو معتدل بنا دیا...

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا... اس طرح کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے آپ کو اصلاح کے لیے پیش کیا اور یہ تہیہ کر لیا کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں گے اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتا ہوا دیکھیں گے، اپنی زندگی میں اس کی اتباع کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات مانیں گے...

اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہے ہیں، تمام صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں، ان کے حالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں، بعض اوقات خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے حالات آپ کے سامنے

آ کر بیان کرتے کہ یارسول اللہ! میرے دل میں اس کام کا خیال پیدا ہوا، میرے دل میں اس کام کا جذبہ پیدا ہوا، اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تم فلاں کام اس حد تک کر سکتے ہو، اس سے آگے نہیں کر سکتے...

چنانچہ رفتہ رفتہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت کے نتیجے میں یہ ہوا کہ وہ اَخلاق جو سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے تھے، وہ اَخلاق ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں منتقل ہو گئے...

زمانہ جاہلیت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا غصہ

زمانہ جاہلیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قوم ایسی قوم تھی جس کا غصہ حد سے گزرا ہوا تھا... ذرا سی بات سے آپس میں جنگ چھڑ جاتی اور بعض اوقات چالیس چالیس سال تک وہ جنگ جاری رہتی لیکن جب وہ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایسے موم بن گئے کہ پھر جب ان کو غصہ آتا تو صحیح جگہ پر آتا اور حد کے اندر رہتا، جتنا غصہ آنا چاہیے اتنا ہی غصہ آتا، اس سے آگے نہیں آتا... زمانہ جاہلیت میں لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سن کر کانپ جاتے تھے کہ اگر ان کو غصہ آ گیا تو ہماری خیر نہیں...

اسی غصے کے عالم میں ایک مرتبہ اپنے گھر سے نکلے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور نیا دین لے کر آئے ہیں اور پرانے دین کو غلط قرار دیتے ہیں... لہٰذا وہ ایک غلط ارادے سے گھر سے نکلے... لمبا قصہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کے کان میں قرآن کریم کی آیات ڈال دیں اور ان آیات قرآنی کو انقلاب کا ذریعہ بنا دیا اور دل میں اسلام گھر کر گیا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پوری جان نچھاور کر دی...

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غصہ میں اعتدال

پھر جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے آئے اور آپ کی صحبت اُٹھائی تو وہ غصہ جوانتہاء سے گزرا ہوا تھا، اس غصے کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تربیت سے اور اپنے فیضِ صحبت سے ایسا معتدل کردیا کہ جب آپ خلیفہؒ اور امیر المؤمنین بن گئے تو ایک دن جب آپ جمعہ کے دن مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، اس وقت آپ کے سامنے رعایا کا بہت بڑا مجمع تھا، اس مجمع میں آپ نے ایک سوال کیا تو جواب دینے کے لیے ایک دیہاتی کھڑا ہوگیا اور اس نے کہا کہ اے عمر! اگر تم ٹیڑھے چلو گے تو ہم اپنی تلوار سے تمہیں سیدھا کریں گے...

یہ بات اس شخص سے کہی جارہی ہے جس کی آدھی دُنیا پر حکومت ہے کیونکہ زمین کا جتنا حصہ ان کے زیرِ حکومت تھا، آج اس زمین پر پچیس حکومتیں قائم ہیں لیکن اس دیہاتی کے الفاظ پر عمر بن خطاب کو غصہ نہیں آیا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ فرمایا کہ اے اللہ! میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس اُمت میں ایسے لوگ پیدا کیے ہیں کہ اگر میں غلطی کروں تو مجھے سیدھا کردیں... بہر حال! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ غصہ جو زمانہ جاہلیت میں ضرب المثل تھا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت کے اثر سے وہ غصہ معتدل ہوگیا...

اللہ تعالیٰ کی حدود کے آگے رُک جانے والے

اور جب غصہ کا صحیح موقع آجاتا....اور ظالم اور جابر حکمرانوں کے خلاف لڑائی اور جہاد کا وقت آتا تو قیصر وکسریٰ کی بڑی طاقتیں آپ کے نام سے لرزہ براندام ہوجاتیں ....اور ان پر کپکپی طاری ہوجاتی...آپ نے ہی قیصر وکسریٰ کے ایوانوں کو تخت وتاراج کیا ....تو جہاں غصہ نہیں آنا تھا وہاں نہیں آیا....اور جہاں جس درجے میں غصہ آنا تھا....وہاں اسی درجے میں آیا، اس سے آگے نہ بڑھا...آپ ہی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ:

كَانَ وَقَّافًا عِنْدَ حُدُوْدِ اللّٰهِ

یعنی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں کے آگے رُک جانے والے تھے... یہ بات کہاں سے حاصل ہوئی؟ کیا کتابیں پڑھ کر اور فلسفہ پڑھ کر یہ بات حاصل ہوئی؟ نہیں بلکہ اس کے حصول کا ایک ہی طریقہ تھا، وہ یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اَخلاق کو مجلّٰی مزکیٰ اور مصفّٰی کر دیا...

اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو

پھر یہی طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے شاگردوں یعنی تابعین کے ساتھ اور تابعین نے اپنے شاگردوں کے ساتھ برتا...

جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ...

یعنی اگر اپنے اَخلاق درست کرنا چاہتے ہو تو ان کی صحبت اختیار کرو جن کے اَخلاق درست ہیں... لہٰذا اپنی صحبت درست کرو اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو اللہ والے ہوں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو، آخرت کی فکر ہو، جن کے اَخلاق مصفّٰی اور مجلّٰی ہو چکے ہوں...

(اصلاحی خطبات ج ۱۵)

حُسنِ اَخلاق میں
دوسرے کے مزاج کی رعایت

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں کے ساتھ ان کے مزاج و مذاق اور اَخلاق کے مطابق برتاؤ کرو۔
(اتحاف السادۃ المتقین)

یہ بھی دین کا ایک حصہ ہے کہ انسان کو جن لوگوں سے واسطہ پڑے ان کے مزاج اور مذاق کی رعایت کرے اور وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو ان کے مزاج و مذاق کے خلاف ہو اور جس سے ان کو تکلیف پہنچے... چاہے وہ کام فی نفسہ جائز ہو حرام اور ناجائز کام نہ ہو لیکن یہ خیال کر کے کہ اس کام کے کرنے سے ان کے مزاج پر بار ہو گا تو وہ کام نہ کیا جائے تا کہ اس سے ان کی طبیعت پر کوئی گرانی پیدا نہ ہو...

''دوسرے کے مزاج و مذاق کی رعایت'' دینی معاشرت کے ابواب میں ایک بڑا عظیم باب ہے... اللہ تعالیٰ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے... آمین... انہوں نے اس باب کو واضح کیا ہے اس لئے کہ یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا بڑا عظیم پہلو ہے...

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزاج کی رعایت

چنانچہ حدیث شریف میں واقعہ آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اور آپ اس حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ

نے ایک تہبند پہنا ہوا تھا اور وہ تہبند کافی اوپر تک چڑھا ہوا تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ گھٹنے تک چڑھا ہوا تھا... ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہو جب گھٹنے کا حصہ ستر میں داخل قرار نہیں دیا گیا تھا...

بعض روایات میں آتا ہے کہ گھٹنے ڈھکے ہوئے تھے اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں آپ نے اندر آنے کی اجازت دے دی وہ اندر آ کر آپ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ جس انداز میں بیٹھے ہوئے تھے اسی انداز میں بیٹھے رہے اور آپ کے پاؤں مبارک کھلے رہے...

تھوڑی دیر کے بعد پھر دروازے پر دستک ہوئی پتہ چلا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں... آپ نے ان کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دی وہ بھی آ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے اور اپنی ہیئت میں آپ نے کوئی تبدیلی نہیں فرمائی... تھوڑی دیر کے بعد پھر دروازے پر دستک ہوئی... آپ نے پوچھا کہ کون ہیں؟ پتہ چلا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں آپ نے فوراً اپنا تہبند نیچے کر کے اپنے پاؤں مبارک اچھی طرح ڈھک لئے... پھر فرمایا کہ ان کو اندر بلالو چنانچہ وہ بھی اندر آ کر بیٹھ گئے...

ان سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں

ایک صاحب یہ سب منظر دیکھ رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا تہبند نیچے نہیں کیا بلکہ ویسے ہی بیٹھے رہے جب حضرت فاروق اعظم تشریف لائے تب بھی آپ اسی طرح بیٹھے رہے لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اپنی ہیئت میں تبدیلی پیدا فرمائی... اس کی کیا وجہ ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: میں اس شخص سے کیوں حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں...

کامل الحیاء والایمان

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاص وصف ''حیاء'' تھا... اللہ تعالیٰ نے ''حیاء'' میں ان کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا اور آپ کا لقب ''کامل الحیاء والایمان'' تھا... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام صحابہ کے مزاجوں سے واقف تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جانتے تھے کہ ان کے اندر حیا بہت ہے اگرچہ گھٹنے تک پاؤں کھلا ہونا کوئی ناجائز بات نہیں تھی۔

اس لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آنے پر بھی کھلا رکھا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آنے پر بھی کھلا رکھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آنے پر یہ سوچا کہ چونکہ ان کی طبیعت میں حیاء زیادہ ہے اگر ان کے سامنے اسی طرح بیٹھا رہوں گا تو ان کی طبیعت پر ناگوار ہوگا اور ان کی طبیعت پر بار ہوگا... اس وجہ سے ان کے اندر آنے سے پہلے پاؤں کو ڈھک لیا اور تہبند کو نیچے کرلیا...

وہ حضرات صحابہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے ان کے مزاجوں کی آپ نے اتنی رعایت فرمائی... فرض کریں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آنے پر اسی طرح بیٹھے رہتے جس طرح بیٹھے ہوئے تھے تو ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا شکوہ ہوسکتا تھا لیکن آپ نے اس بات کی تعلیم دے دی کہ تمہارے تعلق والوں میں جو شخص جیسا مزاج رکھتا ہو اس کیساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو... دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کتنی باریک بینی سے اپنے رفقاء کے مزاجوں کا خیال فرمایا کرتے تھے...

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزاج کی رعایت

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر (رضی

اللہ عنہ) میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے میں نے خواب میں جنت دیکھی اور اس جنت میں ایک بڑا عالیشان محل بنا ہوا دیکھا میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا محل ہے ان کے لئے تیار کیا گیا ہے...

وہ محل مجھے اتنا اچھا لگا کہ میرا دل چاہا کہ اندر چلا جاؤں اور اندر جا کر دیکھوں کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کا محل کیسا ہے لیکن پھر اے عمر (رضی اللہ عنہ) تمہاری غیرت یاد آ گئی کہ تمہاری طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے غیرت بہت رکھی ہے' مجھے یہ خیال ہوا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) سے پہلے ان کے محل میں داخل ہو جانا اور اس کو دیکھنا ان کی غیرت کے مطابق نہیں ہوگا... اس وجہ سے میں اس محل میں داخل نہیں ہوا... جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو رو پڑے اور عرض کیا کہ:

او علیک یا رسول اللہ اغار

یارسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا' اگر غیرت ہے بھی تو وہ دوسروں کے حق میں ہے' کیا آپ پر غیرت کروں گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے محل میں کیوں داخل ہوئے...

ایک ایک صحابی کی رعایت کی

آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے کیسے لطیف پیرائے میں اپنے اصحاب کے مزاجوں کی رعایت کی...

یہ نہیں تھا کہ چونکہ ہم امام ہیں اور یہ ہمارے مقتدی ہیں ہم پیر ہیں اور یہ ہمارے مرید ہیں ہم استاد ہیں اور یہ ہمارے شاگرد ہیں۔

لہٰذا سارے حقوق ہمارے ہو گئے اور ان کا کوئی حق نہ رہا... لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک صحابی کے مزاج کی رعایت کر کے دکھائی...

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مزاج کی رعایت

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا دل بھی چاہتا ہے کہ آپ کیساتھ اعتکاف میں بیٹھوں...

ویسے تو خواتین کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے خواتین کو اعتکاف کرنا ہو تو اپنے گھر میں کریں لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ اس لحاظ سے مختلف تھا کہ ان کے گھر کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا اب اگر ان کے گھر کے دروازے کے ساتھ ہی ان کی اعتکاف کی جگہ بنادی جاتی اور اس کے ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کی جگہ ہوتی تو کسی بے پردگی کا احتمال نہ ہوتا جب ضرورت ہوتی تو گھر میں چلی جاتیں اور پھر واپس آکر اپنے اعتکاف میں بیٹھ جاتیں اس لئے اگر وہ مسجد میں اعتکاف فرماتیں تو کوئی خرابی لازم نہ آتی...

اسی وجہ سے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ میں آپ کے ساتھ اعتکاف کرنا چاہتی ہوں تو آپ نے اجازت دے دی...

لیکن جب ۲۰ رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو اس دن آپ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے جب واپس تشریف لائے اور مسجد نبوی میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں بہت سارے خیمے لگے ہوئے ہیں آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ اُمہات المومنین کے خیمے ہیں...

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اعتکاف کرنے کی اجازت مل گئی تو دوسری ازواج مطہرات نے چاہا کہ ہم بھی یہ سعادت حاصل کرلیں لہٰذا انہوں نے بھی اعتکاف کے لئے اپنے اپنے خیمے لگا دیئے...اب اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کو یہ احساس ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو مختلف تھا اس لئے کہ ان کا گھر تو مسجد نبوی سے بالکل متصل تھا اور دوسری ازواج مطہرات کے مکان تو مسجد نبوی سے دور ہیں اگر انہوں نے بھی اعتکاف کیا تو ان کا بار بار آنا جانا رہے گا اس میں بے پردگی کا احتمال ہے اور اس طرح خواتین کا مسجد کے اندر اعتکاف کرنا مناسب بھی نہیں ہے... اس لئے آپ نے ان کے خیمے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

آلبریردن؟ ''کیا یہ خواتین کوئی نیکی کرنا چاہتی ہیں؟'' ... مطلب یہ تھا کہ اس طرح خواتین کا مسجد میں اعتکاف کرنا کوئی نیکی کی بات نہیں...

اس سال ہم بھی اعتکاف نہیں کریں گے

لیکن اب مشکل یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ اعتکاف کی اجازت دے چکے تھے اگرچہ ان کو اجازت دینے کی وجہ واضح تھی اور دوسری امہات المؤمنین میں وہ وجہ موجود نہیں تھی لیکن آپ نے سوچا کہ اگر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ باقی رکھوں گا اور دوسری امہات المومنین کو منع کر دوں گا تو ان کے مزاج پر بار ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تو اجازت دے دی اور ہمیں اجازت نہ ملی... لہٰذا جب آپ نے دوسری امہات المومنین کے خیمے اٹھوائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم بھی اپنا خیمہ اٹھا لو لیکن پھر خیال آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چونکہ پہلے صراحۃً اجازت دیدی گئی تھی اب اگر اچانک ان سے خیمے اٹھانے کو کہا جائے گا تو ان کی طبیعت پر بار ہوگا اس لئے ان کا خیال کرتے ہوئے آپ نے یہ اعلان فرما دیا کہ اس سال ہم بھی اعتکاف نہیں کریں گے چنانچہ اس سال آپ نے اعتکاف ہی نہیں فرمایا...

اعتکاف کی تلافی

بہر حال امہات المومنین کے مزاجوں کی رعایت کے نتیجے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ اٹھوا دیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مزاج کی رعایت

کرتے ہوئے اپنے ساتھ یہ معاملہ فرمایا کہ وہ معمول جو ساری عمر کا چلا آرہا تھا کہ ہر رمضان المبارک میں آپ اعتکاف کیا کرتے تھے محض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل شکنی کے اندیشہ میں اس معمول کو توڑ دیا... پوری حیات طیبہ میں یہ سال ایسا تھا جس میں آپ نے اعتکاف نہیں فرمایا لیکن بعد میں اس کی تلافی اس طرح فرمائی کہ اس سے اگلے سال دس دن کے بجائے بیس دن کا اعتکاف فرمایا...

یہ بھی سنت ہے

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی کیسی رعایتیں اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی فرمائیں اور ایک شرعی حکم کی وضاحت کے معاملے میں بھی ایسا طریقہ اختیار فرمایا جس سے دوسرے کی طبیعت پر بار نہ ہو حکم کی وضاحت بھی فرمادی اس پر عمل بھی کرلیا اور دوسروں کی دل شکنی سے بھی بچ گئے اور ساتھ میں آپ نے اپنے عمل سے یہ تعلیم بھی دے دی کہ جو عمل فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اگر آدمی کسی دل شکنی سے بچنے کے لئے اس مستحب کام کو مؤخر کردے یا چھوڑ دے تو یہ عمل بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا حصہ ہے...

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کا معمول

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہر رمضان میں یہ معمول تھا کہ جب عصر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے تو مغرب تک اعتکاف کی نیت سے مسجد ہی میں قیام فرمایا کرتے تھے وہاں تلاوت' ذکر و اذکار' تسبیحات اور مناجات میں مشغول رہتے تھے اور جو باقی وقت ملتا تو آخر میں لمبی دعا فرمایا کرتے تھے اور وہ دعا افطار کے وقت تک جاری رہتی تھی...

حضرت والا اپنے متوسلین کو بھی یہ مشورہ دیا کرتے تھے کہ وہ بھی اپنا یہ معمول بنا لیں کیونکہ اس کے اندر آدمی کا وقت مسجد میں گزر جاتا ہے اعتکاف کی فضیلت بھی

حاصل ہو جاتی ہے اور معمولات بھی پورے ہو جاتے ہیں اور آخر میں دعا کی توفیق بھی ہو جاتی ہے اور یہ دعا تو رمضان المبارک کا حاصل ہے اس لئے کہ اس وقت دن ختم ہو رہا ہوتا ہے اور افطار کا وقت قریب ہوتا ہے۔

اور اس وقت آدمی کی طبیعت میں شکستگی ہوتی ہے اور اس شکستگی کی حالت میں جو دعائیں کی جاتی ہیں وہ بڑی ہی قبول ہوتی ہیں... حضرت والا اکثر اپنے متوسلین کو مشورہ دیا کرتے تھے بلکہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ ایسا کر لیا کرو چنانچہ حضرت والا کے متوسلین میں اس طریقہ پر عمل اب بھی جاری ہے...

مسجد کے بجائے گھر پر وقت گزاریں

ایک مرتبہ حضرت والا کے متوسلین میں سے ایک صاحب نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت! میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق اپنا یہ معمول بنایا ہوا تھا کہ عصر سے لے کر مغرب تک کا وقت مسجد میں گزارتا اور وہاں بیٹھ کر تلاوت' ذکر واذکار اور تسبیحات اور دعا میں مشغول رہتا۔

ایک دن میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ آپ سارا دن ویسے بھی باہر رہتے ہیں لے دیکر عصر کے بعد کا وقت ہوتا تھا اس میں ہم بیٹھ کر کچھ باتیں کر لیا کرتے تھے اور افطار کے وقت ایک ساتھ افطار کرنے کی راحت حاصل ہوتی تھی اب آپ نے چند روز سے یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد آپ مسجد میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور مغرب تک آپ وہیں رہتے ہیں اور عصر کے بعد اکٹھے بیٹھ کر بات چیت کرنے اور ایک ساتھ افطار کرنے کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا...

حضرت! اب کشمکش میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ عصر کے بعد کا وقت مسجد میں گزارنے کا یہ معمول جاری رکھوں یا بیوی کے کہنے کے مطابق اس معمول کو چھوڑ دوں اور گھر پر وقت گزاروں... حضرت والا نے ان کی بات سنتے ہی فرمایا کہ آپ کی

بیوی ٹھیک کہتی ہے لہٰذا آپ ان کے کہنے کے مطابق مسجد میں وقت گزارنے کے بجائے گھر پر ہی وقت گزارا کریں اور گھر میں ان کے پاس بیٹھ کر جو تلاوت' ذکر و اذکار کر سکتے ہیں کرلیا کریں اور پھر ایک ساتھ روزہ افطار کیا کریں...

تمہیں اس پر پورا ثواب ملے گا

پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ میں نے جو معمول بنایا تھا وہ زیادہ سے زیادہ مستحب عمل ہے اور جو بات ان کی بیوی نے کہی تو اس کے حقوق میں یہ بات داخل ہے کہ شوہر جائز حدود میں رہتے ہوئے اس کی دلداری کرے اور بعض اوقات یہ دلداری واجب ہو جاتی ہے لہٰذا اگر اس کا دل خوش کرنے کے لئے تم اپنا یہ معمول چھوڑ دو گے تو ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ اس معمول کی برکات سے محروم نہیں فرمائیں گے اس لئے کہ اس کا دل رکھنے کے لئے اور اس کے مزاج کی رعایت کرنے کے لئے یہ معمول چھوڑا ہے ان شاء اللہ تمہیں وہی اجر و ثواب حاصل ہوگا جو اس معمول کے پورا کرنے پر حاصل ہوتا...

وقت کا تقاضا دیکھئے

فرمایا کہ دین دراصل وقت کے تقاضے پر عمل کرنے کا نام ہے دیکھو اس وقت تم سے کیا مطالبہ ہے؟ اس وقت تم سے مطالبہ یہ ہے کہ اس ذکر کو چھوڑو اور بیمار کی خدمت کرو اور یہ کام کرتے وقت یہ مت خیال کرو کہ جو ذکر و تسبیح کیا کرتے تھے اس سے محرومی ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرمائیں گے کیونکہ ایک صحیح داعیے کے تحت تم نے ذکر و اذکار چھوڑا ہے...

بے جا اصرار نہ کریں

لہٰذا مزاجوں کی رعایت کرو اور کسی شخص کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت یہ دیکھو کہ میرے اس عمل سے اس شخص کے مزاج کے پیش نظر اس کی طبیعت پر کوئی گرانی تو نہیں ہوگی کوئی بار تو نہیں ہوگا اس کی رعایت رکھو اور یہ اصلاح معاشرت کی تعلیم کا بڑا عظیم

باب ہے آج کل لوگ اس کا خیال نہیں کرتے مثلاً کسی کی طبیعت پر کوئی کام بہت بوجھ ہوتا ہے اب اگر آپ اس کو اس کام پر اصرار کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ وہ بیچارہ اصرار سے مغلوب ہو کر آپ کی بات مان لے لیکن آپ نے اس کی طبیعت پر جو بوجھ ڈالا اور جو گرانی آپ نے پیدا کی اور اس سے جو تکلیف اس کو پہنچی اس کا سبب آپ بنے کیا معلوم اس کے سبب آپ گناہ میں مبتلا ہو گئے ہوں العیاذ باللہ...

سفارش اس طرح کی جائے

مثلاً آج کل سفارش کرانے کا سلسلہ چل پڑا ہے.... کسی دوسرے سے تعلقات کا ایک لازمی حصہ یہ ہے.... کہ ضرور وہ میری سفارش کرے.... اور سفارش کرنے کے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت بہت یاد رہتی ہے کہ...

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا

یعنی جو شخص اچھی سفارش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کام میں اس کا حصہ بھی لگا دیتے ہیں اور اچھی سفارش کرنے کی بڑی فضیلت ہے اور واقعۃً بڑی فضیلت ہے لیکن لوگ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ سفارش اس وقت باعث فضیلت ہے جب اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے سفارش کی جائے کہ جس سے سفارش کی جارہی ہے اس کی طبیعت پر بار نہ ہو اب اگر آپ نے ایک شخص کی رعایت اور اس کی دلداری کی خاطر اس کی سفارش تو کر دی لیکن جس کے پاس سفارش کی اس کی طبیعت پر ایک پہاڑ ڈال دیا وہ تو یہ سوچے گا کہ اتنا بڑا شخص مجھ سے سفارش کر رہا ہے۔

اب اگر میں اس سفارش کو قبول کروں تو مشکل اس لئے کہ اس کی وجہ سے اپنے اصول اور قاعدے توڑنے پڑتے ہیں اور اگر سفارش قبول نہ کروں تو اس کی دل شکنی ہوتی ہے... یہ سفارش نہ ہوئی یہ تو دباؤ ڈالنا ہوا... لہٰذا دوسرے کے مزاج کی رعایت رکھتے ہوئے سفارش کرنی چاہئے...

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی کسی کی سفارش کرتے تو یہ عبارت ضرور لکھتے کہ ''اگر آپ کی مصلحت اور اصول کے خلاف نہ ہو تو آپ ان کا یہ کام کر دیجئے''... بعض اوقات یہ عبارت بھی بڑھا دیتے کہ ''اگر آپ کی کسی مصلحت کے خلاف ہو اور آپ یہ کام نہ کریں تو مجھے ادنیٰ ناگواری نہیں ہوگی''... یہ عبارت اس لئے لکھ دیتے تاکہ اس کے دل پر بوجھ نہ ہو... یہ ہے سفارش کا طریقہ...

ایک صاحب میرے پاس آئے اور تعلقات کی مد میں کہنے لگے کہ دیکھو بھائی! میں تم سے ایک کام کہنا چاہتا ہوں میں نے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ کہنے لگے کہ ایسے نہیں بلکہ پہلے یہ وعدہ کرو کہ یہ کام کرو گے میں نے کہا کہ جب تک مجھے پتہ نہیں کہ وہ کام کیا ہے میں کیسے وعدہ کرلوں کہ میں یہ کام کروں گا۔

وہ کہنے لگے کہ نہیں پہلے وعدہ کرو کہ میرا وہ کام کرو گے میں نے کہا کہ اگر وہ کام ایسا ہوا جو میرے بس میں نہ ہو تو پھر کیا کروں گا... کہنے لگے کہ وہ کام آپ کے بس میں ہے... میں نے کہا بتا تو دیں کہ وہ کیا کام ہے؟ کہنے لگے کہ میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک آپ یہ وعدہ نہ کریں کہ میں یہ کام کروں گا...

میں نے ان کو ہزار سمجھایا کہ پہلے اس کام کی کچھ تفصیل تو معلوم ہو تو وعدہ کروں' ایسے کیسے وعدہ کرلوں کہنے لگے کہ اگر آپ انکار کر رہے ہیں تو یہ تعلقات کے خلاف بات ہوگی...

اب آپ بتائیے کہ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

یہ تو ایک شخص کو دباؤ میں ڈالنا ہے کہ جب تک اس کام کو کرنے کا وعدہ نہیں کرو گے اس وقت تک بتائیں گے بھی نہیں... چنانچہ آج کے تعلقات کا یہ لازمی حصہ ہے کہ آدمی دوسرے کی سفارش کرے... حالانکہ یہ بات اسلامی آداب معاشرت کے قطعی خلاف ہے... اس لئے کہ آپ نے ایک آدمی کو ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا اور بلاوجہ ایک آدمی کو کشمکش اور ذہنی پریشانی میں ڈالنا گناہ ہے...

تعلق رسمیات کا نام ہو گیا ہے

آج کل تعلق اور محبت صرف ''رسمیات'' کا نام ہو گیا ہے... اب اگر وہ ''رسمیات'' پوری ہو رہی ہیں تو تعلقات کا حق ادا ہو رہا ہے اور اگر ''رسمیات'' پوری نہیں ہو رہی ہیں تو تعلقات کا حق ہی ادا نہ ہوا مثلاً اگر کسی کو دعوت دی تو بس اب اس کے سر پر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ضرور اس دعوت کو قبول کریں... اس کا احساس نہیں کہ اس دعوت کی وجہ سے وہ کتنی دور سے آئے گا کتنی تکلیف اٹھا کر اس دعوت میں شرکت کرے گا اس کے حالات دعوت قبول کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں... اس سے اس دعوت دینے والے کو کوئی بحث نہیں اس کو تو دعوت ضرور دینی ہے اور اس کو بلانا ہے...

محبت نام ہے محبوب کو راحت پہنچانے کا

آج ان رسمیات نے نہ صرف ہمارے معاشرے کو تباہ کر رکھا ہے بلکہ دین کے اَخلاق و آداب سے بھی ہمیں دور کر دیا ہے... حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوبصورت بات ارشاد فرمائی ہے:

اگر اللہ تعالیٰ یہ بات ہمارے دلوں میں اتار دے تو ہمارے سارے کام سنور جائیں، فرمایا کہ ''محبت نام ہے محبوب کو راحت پہنچانے کا'' جس سے محبت ہے اس کو آرام پہنچاؤ اپنی من مانی کرنے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا نام محبت نہیں... اگر محبت کرنے والا عاشق نادان اور بیوقوف ہو تو اس کی محبت سے محبوب کو تکلیف پہنچ جاتی ہے لیکن ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا مذاق یہ ہے کہ محبت سے تکلیف پہنچنے کے کوئی معنی نہیں ہیں اگر تم کو کسی سے محبت ہے تو اس کو تکلیف مت پہنچاؤ بلکہ راحت پہنچاؤ چاہے اپنے جذبات کو قربان کرنا پڑے لیکن راحت پہنچاؤ...

یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تشریح ہو رہی ہے کہ خالقوا الناس باَخلاقھم لوگوں کے ساتھ ان کے مزاج کے مطابق معاملہ کرو،

جس سے معاملہ کرنے جا رہے ہو پہلے یہ دیکھ لو کہ اس کا مزاج کیا ہے... اس کے مزاج پر یہ بات بار تو نہیں ہوگی نا گوار تو نہیں ہوگی... اور یہ چیز بزرگوں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہمارا تو یہی تجربہ ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ میں لوگوں کی اس طرح تربیت فرمائی کہ لوگوں کے مزاج کی کس طرح رعایت رکھی جاتی ہے... لوگوں کے ایک ایک عمل پر نگاہ رکھی اور ان کو یہ تعلیم دی کہ اس موقع پر آپ کو یہ عمل کرنا چاہئے... یہ آداب المعاشرت کے سلسلے کی آخری حدیث تھی اس میں سارے احکام اور سارے آداب کی بنیادیں بیان فرما دی ہیں کہ اپنی ذات سے دوسروں کو ادنیٰ تکلیف نہ پہنچے... اس بات کا آدمی اہتمام اور دھیان کرے ہر کام کرنے سے پہلے آدمی یہ سوچے کہ اس کام سے دوسروں کو تکلیف تو نہیں پہنچے گی اور دوسرے کی مزاج کی رعایت کرے...

ایک شاعر گزرے ہیں جن کا نام ہے ''جگر مراد آبادی مرحوم'' یہ بھی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں پہنچ گئے تھے۔

ان کا ایک شعر بڑے کام کا ہے اگر یہ شعر ہمارا لائحہ عمل بن جائے تو یہ سارے اسلامی آداب معاشرت کا خلاصہ ہے... وہ یہ ہے کہ

اس نفع و ضرر کی دنیا میں یہ ہم نے لیا ہے درس جنوں
اپنا تو زیاں منظور سہی اوروں کا زیاں منظور نہیں

یعنی اس دنیا میں سارے کام اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق نہیں ہوتے لیکن اس دنیا کے کام اپنی طبیعت کے خلاف ہو جائیں اور اپنے اوپر مشقت اٹھا لیں اور اپنی طرف سے قربانی دے دیں تو یہ ہمیں منظور ہے لیکن دوسروں کو ہم سے کوئی مالی' جانی' ذہنی' نفسیاتی نقصان پہنچ جائے تو یہ ہمیں منظور نہیں... یہی سارے دین کی تعلیم ہے اور یہی آداب معاشرت کا خلاصہ ہے... (اصلاحی خطبات ج۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں اَخلاق کی حقیقت نصیب فرمائے اور اپنی زندگی کو اِسلامی اَخلاق سے آراستہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

گھر اَخلاق سے آباد ہوتے ہیں

حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن کی ابتدا عبادت سے ہوتی ہے تو انتہا اَخلاق پر ہے... دین عبادت سے شروع ہوتا ہے اور اَخلاق پر مکمل ہوتا ہے... میاں بیوی میں سے ہر ایک عالم ہو حسین و جمیل ہو یا مالدار ہو لیکن ان چیزوں سے گھر نہیں بستے... گھر جانبین کے حسن اَخلاق سے بنتے ہیں... گھروں کی آبادی حُسنِ اَخلاق سے ہوتی ہے عبادات سے نہیں... زبان کا ایک سخت بول سارے بدن میں آگ لگا دیتا ہے اور دل شکنی کا بول ساری راحتوں کو ختم کر دیتا ہے اور محبت کا ایک بول سارے کانٹے چن لیتا ہے اور اندھیروں میں اجالے پیدا کر دیتا ہے...

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ حضرت! بچی کی نسبت کر دی ہے تو حضرت رائے پوری نے پوچھا: بچے کے اَخلاق کیسے ہیں؟

تو فرمایا حضرت! نمازی ہے... حضرت رائے پوری نے دوبارہ پوچھا کہ بچے کے اَخلاق کیسے ہیں؟ کہا کہ حضرت! نمازی ہے تو حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ میں نماز کا نہیں پوچھ رہا بلکہ اَخلاق کا پوچھ رہا ہوں...

جس گھر میں ایک دوسرے سے محبت اور برداشت ہوگی وہ بھوک میں بھی مزے سے رہیں گے... پیوند لگے کپڑوں میں بھی ریشم کا مزہ پائیں گے اور جن گھروں میں ایک دوسرے کی برداشت نہیں حُسنِ اَخلاق نہیں وہ ریشم و کمخواب میں بھی دکھی رہیں گے...

اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہترین مسلمان وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہو اور میں (اپنی بیویوں سے) سب سے اچھا سلوک کرتا ہوں... اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم فرمایا اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرو...

اللہ کے نبی سے بڑھ کر کون ہے؟ لیکن آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑ لگاؤ... اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود آٹا گوندھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا کرتے تھے...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گوشت کا ٹکڑا اٹھا کر کھاتیں اور رکھ دیتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی جگہ سے تناول فرماتے جہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھایا ہوتا تھا... اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پانی پی کر پیالہ واپس رکھتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیالہ اٹھا کر وہاں سے منہ لگا کر پیتے جہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہونٹ لگے ہوتے تھے... یہ اظہار محبت ہے جو بہت ضروری ہے...

گھروں کی آبادی اَخلاق سے ہوا کرتی ہے... نہ علم سے نہ دولت وحسن سے... گھر کی آبادی کا ایک ہی اصول ہے اور وہ حُسنِ اَخلاق یعنی اچھے اَخلاق ہیں... ایک دوسرے کو خوش کرنا اور ایک دوسرے کے عیوب پر پردہ ڈالنا... ہمارے ہاں تو اتنا غلط رواج ہے کہ بچی کی ساری خوبیاں چھپا دی جاتی ہیں اور اس کے عیوب چن چن کر اچھالے جاتے ہیں... عجیب وغریب طعنے' سسرال میں انتہائی سنگدلی کی معاشرت ہے اس میں دنیادار اور دیندار سب برابر کے شریک ہیں تو پھر اَخلاق کا سبق کہاں ملے گا؟ اَخلاق زندگی کو قیمتی اور سونا بنانیوالے ہیں... ایک دوسرے کو معاف کرنا' درگزر کرنا' برداشت کرنا' یہ چیزیں معاشرہ میں ختم ہوتی جارہی ہیں... بس کوتاہیوں کو اچھالنا اور دوسروں کی خوبیوں کو نظرانداز کرنا آج ہمارا عام رواج بن چکا ہے...

ایک مرتبہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت قضائے حاجت کیلئے باہر تشریف لے گئے اس دوران حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

کی آنکھ کھل گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا تو ان کو نفس نے چکر دیدیا اور خیال آیا کہ شاید اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑ کر کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے ہیں تو انہوں نے اندر سے کنڈی لگادی... تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے... دروازہ پر دستک دی اور فرمایا کہ دروازہ کھولو' کہا میں تو نہیں کھولوں گی... پوچھا: کیوں؟ کہا کہ مجھے چھوڑ کر دوسری بیوی کے پاس کیوں گئے؟ فرمایا اللہ کی بندی! مجھے بہت زیادہ حاجت کا تقاضہ تھا کہا نہیں... فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں' خیانت نہیں کرسکتا تو فوراً حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو جھٹکا لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف خاوند ہی نہیں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں... تب انہوں نے دروازہ کھول دیا... اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے آئے اور چارپائی پر لیٹ گئے کچھ نہیں فرمایا یہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق تھے... (سبحان اللہ)

تو ہم بھی اَخلاق سیکھیں' معاف کرنا درگزر کرنا سیکھیں چپ رہنا بہت بڑا جواب ہے معاف کرنا بہت بڑا بدلہ ہے... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے معاف کرنے میں اتنا مزہ آتا ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمادیں کہ تو مزہ لینے کیلئے معاف کیا کرتا تھا... لہٰذا ہم بھی ایک دوسرے کی خوبیاں دیکھیں کمی اور کوتاہی پر درگزر سے کام لیں...

اسلام کی تبلیغ میں حُسنِ اَخلاق کا کردار

اسلامی دنیا کے مشہور بزرگ حضرت سہل تستری رحمہ اللہ کو دنیا سے رخصت ہوئے زمانہ گزر چکا لیکن ان کی روشن زندگی کی ہر جھلک آج بھی روشنی دکھاتی ہے... حضرت کے پڑوس میں بالکل ہی دیوار کے نیچے ایک مجوسی رہا کرتا تھا... حضرت اپنے پڑوسی کے ساتھ ہر طرح حسن سلوک کرتے لیکن پڑوسی نہ جانے کیوں حضرت سے بغض رکھتا تھا... دل کی جلن نکالنے کیلئے وہ روزانہ رات کے اندھیرے میں اپنی دیوار

سے اپنے گھر کا کوڑا اور غلاظت حضرت سہل رحمہ اللہ کے گھر میں ڈال دیا کرتا...

حضرت تستری رحمہ اللہ بھی ظاہر ہے انسان ہی تھے اس بدسلوکی پر تکلیف فطری بات تھی لیکن طبیعت پر جبر کرتے' صبر سے کام لیتے اور خاموشی سے کوڑا اور غلاظت اپنے ہاتھ سے اٹھا کر باہر پھینک آتے... عرصے تک ایسا ہوتا رہا' مجوسی کوڑا پھینکتا رہا اور حضرت صاف کرتے رہے... اس دوران حضرت نے خاموشی سے مجوسی کو متوجہ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا' حضرت یہ تکلیف سہتے رہے لیکن جواب میں صبر اور خاموشی کے سوا کوئی اور حرکت نہیں کی... گھر والے زیادہ پریشان ہوتے اور کچھ کرنا چاہتے تو حضرت صبر کی تلقین کرتے اور رات ہی میں کوڑا کرکٹ اٹھا کر باہر پھینک دیتے تاکہ گھر والے دیکھ کر مشتعل نہ ہوں...

حضرت بیمار ہو گئے اور بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو آپ نے اپنے پڑوسی مجوسی کو بلوایا اور تنہائی میں اس سے کہا...... بھائی! تم جو رات کو کوڑا کرکٹ پھینکتے تھے... میں صحت مند تھا اور میں رات ہی میں اسے اٹھا کر پھینک دیا کرتا تھا...

اب میں جس حال میں ہوں تم دیکھ ہی رہے ہو... خدا کے لیے اب تم ایسا نہ کرو اس لیے کہ میرے بعد میرے گھر کے لوگ تمہاری اس حرکت کو برداشت نہ کر سکیں گے اور اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں کوئی سخت تکلیف پہنچا دیں... میں نے زندگی بھر تمہاری اس حرکت کو برداشت کیا' اب تم مان جاؤ...''

حضرت نے کچھ اس انداز میں مجوسی سے بات کی کہ اس کا دل بھر آیا.. شرمندگی سے اس نے سر جھکا لیا اور بولا: ''حضرت! خدا کے لیے آپ مجھے معاف فرمائیں... میں نے واقعی آپ کو بہت ستایا اور آپ نے جس صبر و تحمل سے کام لیا وہ حقیقت میں آپ ہی کا حصہ ہے... میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ صبر کی یہ بے مثال قوت اسلام ہی کی عطا کردہ ہے... حضرت! مجھے معاف فرمائیے اور مجھے اسلام کا کلمہ پڑھائیے...''

حضرت نے لرزتا ہوا ہاتھ مجوسی کی طرف بڑھایا... اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا

اور لڑکھڑائی ہوئی زبان میں مجوسی کو کلمہ شہادت پڑھایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں''

اس طرح دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی حضرت ایک سخت دل مجوسی کو اسلام کی دولت سے مالا مال کر گئے... حضرت کے بے پناہ صبر و حسن سلوک نے مجوسی کا دل موہ لیا اور ایک مثالی مسلمان کا حسین کردار دیکھ کر اسلام کے لیے اس کا دل کھل گیا... آپ جو کچھ کرتے ہیں، اسے ہر ایک کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، آپ کا کوئی عمل، آپ کا کوئی سلوک، آپ کا کوئی معاملہ، آپ کی کوئی بات، آپ کا کوئی برتاؤ... فضا میں تحلیل ہو کر بے اثر نہیں ہو جاتا... آپ کی ہر حرکت آپ کے ساتھی اور پڑوسی پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور اس حرکت کو دیکھ کر وہ صرف آپ کے بارے ہی میں کوئی رائے قائم نہیں کرتا... بلکہ اس دین کے بارے میں بھی رائے قائم کرتا ہے جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں...

آپ کے قول و عمل کو دیکھ کر یا تو لوگوں کے دل اسلام کے لیے کھلتے ہیں یا وہ اسلام سے دور ہوتے ہیں... مسلمان ہونے کے ناطے پڑوسیوں کا آپ پر یہ بھی حق ہے کہ وہ آپکے گھر سے... آپکے برتاؤ سے... آپ کے معاملے سے اور آپ کی گفتگو سے اسلام کی روشن تعلیمات سیکھیں اور آپ کے اَخلاق و کردار کو دیکھ کر وہ بے اختیار پکار اٹھیں کہ یہ دین یقیناً حق ہے... جو ایسی پاکیزہ زندگیوں کو بناتا ہے...

حِلم وعفو

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ اپنے بیانات میں فرماتے ہیں:

حلم کے معنی برداشت کرنا ہیں... اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تواضع اختیار کرنے والے کے دل میں ایک قوت برداشت پیدا ہوتی ہے جس کو حلم اور بردباری کہتے ہیں...

حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی عمل پر اتنا نہیں نوازتے جتنا نرمی، تحمل اور بردباری پر نوازتے ہیں...

ایک حدیث میں ہے کہ تحمل، حلم اور بردباری ایسی خوبی ہے کہ جہاں بھی یہ موجود ہو اور جس شخص کے اندر یہ پائی جائے اس کو خوبصورت اور حسین بنا دیتی ہے جبکہ سختی، مزاج کی تیزی اور غصہ یہ ایسی بری خصلت ہے کہ جس مرد میں اور جس عورت میں ہو اس کی ساری خوبیوں کو ملیامیٹ اور فنا کر دیتی ہے...

ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ازراہ نصیحت ارشاد فرمایا اپنے اوپر نرم دلی لازم کرلو اور سخت دلی اور نازیبا گفتگو سے اجتناب کرو، کیونکہ نرمی ہر چیز کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکلتی ہے وہ اسے عیب دار بنا دیتی ہے...

اللہ تعالیٰ کی ذات بھی حلیم اور بردبار ہے... انبیاء علیہم السلام بھی حلیم ہیں اور جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑے حلیم اور بُردبار ہیں... اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی، مرنے کے بعد عالم برزخ میں بھی، بروز قیامت بھی اور آخرت میں بھی ہر جگہ اپنی رحمت، نرمی حلم اور بردباری ہی سے کام لیں گے...

حِلم کا ثمرہ

جس خوش نصیب آدمی کو حلم کی دولت نصیب ہو جاتی ہے تو اس کے اندر معاف کرنے کی صلاحیت بھی پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے اور درگزر کرنے کے عادی ہیں... حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اصل عادت حلم ہے وہ جو ناراض ہوتے ہیں تو اصل عادت ناراض ہونا نہیں ہے... اللہ تعالیٰ کی عادت ناراض ہونا یا غصہ کرنا نہیں ہے بلکہ اصل عادت تحمل' بردباری برداشت اور حلم ہے اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اصل عادت ہے' اسی لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی اپنی ذات کی وجہ سے کسی پر غصہ نہیں کیا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بھی غصہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی خاطر' احکام دین کا مذاق اڑانے کی وجہ سے اور اس میں کوتاہی یا غفلت کرنے کی وجہ سے کیا... اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی پر غصہ نہیں ہوئے...

جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل عادت یہ ہے تو ہم بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پر ایمان لانے والے ہیں تو ہمیں بھی اسی حلم کی عادت کو اپنانا چاہیے کہ ہمیں اپنی ذات کے لیے غصہ نہیں آنا چاہیے اگر ہمیں غصہ آئے تو دین کی وجہ سے آئے اور جتنی ضرورت ہو اتنا آئے اور عام حالات میں ہماری اصل عادت برداشت کرنے' صبر و تحمل کرنے اور معاف کر دینے کی ہونی چاہیے...

اس لیے عام حالات میں ہر آدمی کو چاہیے کہ اپنے ذہن میں اس بات کو بٹھائے کہ جب غصہ کی بات ہوگی تو میں اس وقت برداشت سے کام لوں گا جب آدمی مسلسل اس کا مراقبہ کرتا رہے گا تو اس کے بے شمار فوائد ہیں اور اَن گنت نقصانات ہیں تو اس طرح سوچے اور فکر کرے اس مراقبہ اور فکر میں اللہ تعالیٰ نے ایسی خاصیت رکھی ہے کہ سوچتے سوچتے خود بخود طبیعت کے اندر برداشت کا مادہ

پیدا ہونا شروع ہوگا اور غصہ کا مادہ کم ہونا شروع ہو جائے گا... اس کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرے کہ اے اللہ! مجھے حلم عطا فرما دیجئے...

حدیث شریف میں ایک بہت پیاری دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِیْ بِالْعِلْمِ وَزَیِّنِیْ بِالْحِلْمِ وَ اَکْرِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَ جَمِّلْنِیْ بِالْعَافِیَۃِ

اے اللہ! علم کے ساتھ میری مدد فرما... حلم کے ساتھ مجھ کو آراستہ فرما اور تقویٰ سے مجھے عزت عطا فرما اور مجھ کو عافیت کا جمال عطا فرما... (مناجات مقبول)

اس دعا میں ایسی چار چیزوں کا سوال کیا گیا ہے جو دنیا و آخرت میں ایمان کے بعد سب سے بڑھ کر ہیں... علم دین کی نعمت جو کہ بہت بڑی دولت ہے... پھر حلم ایسی چیز ہے کہ سارے اَخلاق کا تاج ہے اور دنیا و آخرت کی جتنی بھلائیاں اور خوبیاں ہیں وہ سب تقویٰ کے ساتھ وابستہ ہیں...

اور اسی طرح دنیا و آخرت میں عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں...

عافیت کی اہمیت کیلئے یہ بات ہی کافی ہے کہ اگر ساری دنیا کے لوگ اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی نعمتیں مانگیں اور ایک بندہ اللہ تعالیٰ سے صرف عافیت مانگے تو یہ عافیت مانگنے والا جیت جائے گا... اللہ تعالیٰ ہمیں حلم و بردباری کی نعمت عطا فرمائے... آمین

بے کسوں کی دستگیری کرنے والے

میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے جا رہے ہیں امام ابوداؤد کتاب الطہارہ میں اور امام محمد بن یزید ''ابن ماجہ'' میں بتلاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑکے کے پاس سے گزرے وہ بکری کی کھال اتار رہا تھا (مگر اس سے کھال اتر نہیں رہی تھی) میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو لڑکے سے کہا:

تَنَحَّ حَتّٰی اُرِیْکَ

''تو کھڑا ہو کر دیکھ میں تجھے بتلاتا ہوں کھال کیسے اترتی ہے؟''

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھال اور گوشت کے درمیان داخل کر دیا اور اسے دھنسا دیا حتیٰ کہ سارا بازو بغل تک اندر چلا گیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا غلام ھکذا فاسلخ

"برخوردار! اس طرح کھال اتار۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ لوگو! یہ ہیں مدینے کے حکمران جو راہ چلتے ہوئے ایک لڑکے کے ساتھ ہاتھ بٹانے کھڑے ہو گئے۔

شکم اطہر کے بوسے

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جن کا تعلق انصار کے ساتھ تھا (سردار آدمی تھے) اپنے لوگوں سے (اپنے ڈیرے پر) باتیں کر رہے تھے۔ بڑے مزاحیہ اور ہنس مکھ آدمی تھے۔ اپنے لوگوں کو ہنسا رہے تھے۔ اس دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو وہاں موجود تھے۔ اسید کے پہلو میں چھڑی چبھو دی۔

(اسید کی ہنسی غائب ہو گئی مڑ کر دیکھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے)

اب وہ فوراً بولے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بدلہ چاہیے۔

شاہِ مدینہ! لے لو۔

اسید بن حضیر! جناب پر قمیص ہے مجھ پر قمیص نہ تھی۔

شاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم (کھڑے ہو گئے) اور اپنی قمیص اوپر اٹھا کر بدن ننگا کر دیا (حضرت اسید یہی چاہتے تھے۔ من کی مراد بر آئی)۔

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھا ڈال لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک کو چومتے چومتے اور چومتے ہی چلے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا پروگرام یہی تھا۔ پورا ہو گیا۔

سو جا تجھے گرم ہوا بھی نہ لگے

ابوداؤد، کتاب الاشربہ میں ہے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بسم اللہ پڑھو اور گھر کا دروازہ بند کرلو۔''

اللہ اللہ! میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر فکر ہے کہ ان کا امتی کہیں دروازہ کھلا رکھ کر ہی نہ سو جائے اور کوئی جانور اندر آ کر نقصان کر جائے یا کوئی شیطان کا بہکایا ہوا انسان اندر آ جائے لہٰذا میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ دروازہ بند کر کے بسم اللہ پڑھ کر سونا ہے۔

آگ بجھا کر سونا

ابوداؤد کتاب الادب میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بتلاتے ہیں کہ ایک بار ایک چوہیا چراغ کی بتی گھسیٹتی ہوئی لے آئی اور اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس چٹائی پر ڈال دیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور ایک درہم کے برابر جگہ جل گئی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم سونے لگو تو اپنے چراغ بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان اس جیسی مخلوق کو ایسی حرکت سجھا دیتا ہے اور تمہارے گھروں میں آگ لگا دیتا ہے۔''

ابوداؤد میں میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت بھی درج ہے کہ برتن کو بھی ڈھانپنا چاہئے۔ مشکیزہ ہو تو اس کا تسمہ باندھنا چاہئے۔ فرمایا: شیطان نہ تو مشکیزے کا بند کھول سکتا ہے اور نہ ڈھانپے ہوئے برتن کو ننگا کر سکتا ہے۔''

الغرض! میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مہربان ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا امتی رات کو اٹھ کر پانی پینے لگے مشکیزے کو منہ لگا لے۔ جبکہ مشکیزے میں کوئی کیڑا مکوڑا ہو۔ بچھو ہو وہ اس کے منہ پر ڈنک مارے یا زہریلا کیڑا مکوڑا اندر چلا جائے اور میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی تکلیف اور بیماری کا شکار ہو جائے لہٰذا میرے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ہر مومن سے اس کی جان سے بھی بڑھ کر اس کے ساتھ مہربان و شفیق ہیں للہذا ہدایات دے دیں کہ سونے سے قبل ان ہدایات پر عمل کر لینا چاہئے۔

گرمیوں کے موسم میں بعض لوگ گھر کی چھتوں پر سوتے ہیں۔ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی ہدایت دی۔ ابوداؤد، کتاب الادب میں ہے فرمایا:

''جو شخص کسی ایسی چھت پر سوئے کہ جس کے گرد منڈیر (پردہ وغیرہ) نہ ہو تو اس سے حفاظت کا ذمہ اٹھ گیا۔''

یاد رہے! بعض لوگ خواب میں اٹھ کر چل پڑتے ہیں اور پھر چارپائی پہ واپس آ کر سو جاتے ہیں یا کسی دوسری جگہ سو جاتے ہیں۔ ایسے کئی واقعات ہوئے کہ کوئی شخص چھت پر سویا اور منڈیر نہ ہونے کی وجہ سے نیچے گر پڑا اور مر گیا۔ شیطان بھی ایسا کر سکتا ہے کہ خواب میں کسی شخص کو پیدل چلا دے اور وہ نیچے گر جائے۔ مرنے سے بچ بھی جائے تو ٹانگ اور بازو ٹوٹ جائے...... میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بھی تلقین فرماتے ہیں کہ چھت پر سونا ہے تو احتیاطی تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔ خاص طور پر بچوں کی حفاظت کے لئے ایسا کرنا اور بھی ضروری ہے۔

بستر جھاڑ لیں

ابن ماجہ، ابواب الدعاء میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص بستر پر لیٹنا چاہے تو وہ اپنے تہبند کا کنارہ کھول کر اس کے ساتھ اپنے بستر کو جھاڑ لے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کی غیر موجودگی میں اس بستر پر کوئی شے آ گئی ہو۔''

قربان جاؤں! اپنے پیارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر شفیق ہیں کہ اپنے امتی کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ بستر جھاڑنا ضروری ہے اور اسے جھاڑنے کے لئے کوئی دوسرا کپڑا وغیرہ نہ ملے تو اپنے تہبند کے ایک پلو کے ساتھ

ہی بستر جھاڑ لے۔ کہیں اندھیرے میں اس پہ کوئی موذی کیڑا مکوڑا آیا ہو تو اس طریقے سے وہ اڑ جائے۔ چیونٹی ہو تو وہ بھی بستر سے اُتر جائے کہ کہیں میٹھی نیند سوئے سوئے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کی نیند خراب نہ ہو جائے۔

میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت فرما رہے ہیں:

صحیح مسلم، کتاب اللباس میں ہے، فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے اسے چاہئے کہ دونوں پہنے یا دونوں اتار لے۔''

قربان اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارا نہیں کہ میرا پیروکار ایک جوتے میں چلے تو توازن کھو کر گر نہ پڑے۔ اسے چوٹ نہ لگ جائے اور پھر یہ بھی تو بات ہے کہ یوں یہ اچھا نہ لگے گا۔ اور مومن چلتے ہوئے اچھا نہ لگے۔ باوقار نہ لگے، یہ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارہ نہیں، کیوں جی! دیکھا نا...... میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نا ہر ایک کی جان سے بڑھ کر مہربان۔

ہر ایک کی ماں سے بڑھ کر مہربان اس کے باپ سے بڑھ کر مہربان...... پھر کیوں نہ صحابہ کہیں، جان بھی فدا...... ماں بھی صدقے۔ باپ بھی واری...... دنیا کی ہر نعمت کیا پیارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر جان بھی قربان۔

محنت کش کو میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو اللہ نے رزق دے دیا ہے۔ وہ صدقہ کرنا چاہتا ہے تو اس میں بھی اپنا خیال رکھے۔ ایسا نہ کرے کہ مال کی بنیادی اساس یعنی جو رزق کا منبع ہے اسے ہی صدقہ کر دے یا اس قدر کر دے کہ پھر خود مسکین بن جائے۔ ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ میں ہے۔

میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ صدقہ اس انداز سے کیا جائے کہ خود محتاج اور ضرورت مند نہ ہو جائے۔''

یعنی میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر اُمتی کو سبق دے رہے ہیں کہ اپنا خیال رکھو اور یہ خیال رکھتے ہوئے سب کا خیال رکھو۔ جہاں ضرورت ہو جائے وہاں ایثار

اور قربانی بھی کرو۔ یہ ہے متوازن دین، شاندار تعلیم جو دی ہے، میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے...... جو ہر امتی کے ساتھ اس کی جان سے بڑھ کر ہیں شفیق و مہربان۔

ایسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر جان بھی قربان......

ترمذی، کتاب البر میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تو وہ دوبارہ پوچھنے لگا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خادم کو کتنی بار معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل یوم سبعین مرة "روزانہ ستر بار"

اچھا اَخلاق اور جنت

قیامت کا دن ہے۔ اعمال کا وزن ہو رہا ہے۔ اخلاق کا وزن بھی ہوگا۔ اس کا وزن کتنا ہوگا۔ ابوداؤد، کتاب الادب میں ہے۔

ترمذی کتاب البر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیء اثقل فی میزان المؤمن یوم القیامة من خلق حسن

"قیامت کے دن مومن کے ترازو میں حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی شئے زیادہ وزنی نہ ہوگی۔"

قارئین کرام! خوش قسمت ہیں اچھے اخلاق والے جو وزن کروا کے کامیاب ہو گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔

ترمذی کتاب البر میں ہے۔ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان من احبکم الی و اقربکم منی مجلسا یوم القیامة احاسنکم اخلاقًا"

"تم لوگوں میں سے جو لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں اور قیامت

کے دن تم سب سے بڑھ کر مجلس میں جو میرے قریب ہوں گے۔ وہ...... یہ لوگ ہوں گے جو تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر اخلاق میں اچھے ہوں گے۔''

قارئین کرام! آیئے...... اب جنت میں خاص قسم کے محلات کا نظارہ کرتے ہیں۔ دنیا میں رہ کر ان محلات کی عظمت ورعنائی اور حسن وزیبائش کا تصور ناممکن ہے۔ ترمذی، کتاب البر میں ہے۔ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''بلاشبہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ ان کے ظاہر کو ان کے باطن سے دیکھا جائے گا اور ان کے باطن کو ان کے ظاہر سے دیکھا جاسکے گا۔ ایک دیہاتی اٹھا اور پوچھنے لگا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ محل کس کے لئے ہوگا؟ فرمایا:

لمن اطاب الکلام، واطعم الطعام وادام الصیام
وصلی اللہ باللیل والناس نیام

''یہ اس کے لئے ہے جس کی گفتگو دلربا ہو۔ کھانا کھلاتا ہو۔ روزے رکھنے کا عادی ہو، رات کو اس وقت اللہ کی خاطر نماز پڑھتا ہو جب لوگ سو رہے ہوں۔''

قارئین کرام! اچھے اخلاق والا جنت کے محل میں پہنچ گیا۔ اب محل والی بھی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اچھے اخلاق کے بدلے میں ایک خاص الخاص محل والی بھی عطا فرمائے گا۔ دیکھئے ترمذی میں کتاب البر اور ابوداؤد میں کتاب الادب کا نظارہ...... خلق عظیم کے مالک میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا:

من کظم غیظا وھو قادرٌ علی ان ینفذہ دعاہ اللہ یوم القیامۃ
علی رؤوس الخلائق حتی یخیرہ من ای الحور العین شاء

''جو غصے کو پی گیا اس کے باوجود کہ وہ غصے پر عملدرآمد کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ وہ حور عین میں سے جونسی حور چاہے پسند کر لے۔''

قارئین کرام! حسن اخلاق کے سلسلہ میں پیارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک

اور فرمان ہے امام ابوداؤد، کتاب الادب میں لائے ہیں ملاحظہ ہوں حسن اخلاق کے موتی جو جھڑے ہیں میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے...... فرمایا:

''میں ایک محل لے کر دینے کا ذمہ دار ہوں جو جنت کی ایک سائیڈ پر ہوگا اور یہ اس شخص کے لئے ہوگا جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔ جنت کے درمیان میں بھی ایک محل کا ذمہ لیتا ہوں اس شخص کے لئے جو جھوٹ چھوڑ دے اگرچہ یہ جھوٹ مزاق میں ہی کیوں نہ ہو...... جنت کے ایک اعلیٰ مقام میں بھی ایک محل کا ذمہ لیتا ہوں اور یہ اس شخص کے لئے ہوگا جس نے: ''حسن خلقه'' اپنے اخلاق کو خوبصورت بنالیا۔''

ارے خاکے بنانے والو! دیکھو! یہ ہیں میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق۔ جی ہاں! یہ ہیں مناظر میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے اور سنو! جب تمہارے بڑوں نے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔ اور جواب میں میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں دیں تو تب میرے اللہ نے اپنے حبیب اور خلیل جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. (القلم:۴)

''کیا شک ہے کہ آپ بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔''

اَلْحَمْدُلِلّٰه! کتاب ہذا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق اور مثالی برتاؤ پر مبنی چند واقعات کی جمع و ترتیب سے آج ۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ بمطابق 11 فروری 2018ء کو فراغت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی برکت سے ہم سب کو بھی اَخلاق نبوی کے انوار و برکات سے مالا مال فرمائے آمین۔

والسلام محمد اسحٰق غفرلہ

(مرتب کتاب ہذا)

آیئے! اصلاح معاشرہ کیلئے قدم بڑھایئے

قارئین محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج بخیر! امید ہے کہ آپ نے عمل کی مبارک نیت سے اس کتاب کا مکمل مطالعہ کرلیا ہوگا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ادارہ کی روز اول سے کوشش رہی ہے کہ اپنے تمام کرم فرما قارئین تک اسلاف واکابر کی مستند کتب مناسب نرخ پر پہنچائی جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی آراء ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ ہمیں آپ کی طرف سے موصول تنقید برائے اصلاح پر خوشی ہوگی اور اس کیلئے ادارہ آپ کی قیمتی رائے، مشورہ اور مفید بات کو فی الفور قابل عمل سمجھے گا۔ یقیناً کتب دینیہ کو بہتر انداز میں اشاعت کیلئے آپ ہمارے معاون ثابت ہوں گے۔ امید ہے کہ جس جذبہ کے تحت یہ گذارش کی جارہی ہے آپ تمام قارئین وقاریات اس پر عملی قدم اٹھاتے ہوئے ہمیں ذیل میں دئے گئے سوالوں کے جوابات سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔

☆ آپ کو اس کتاب کا تعارف کیسے ہوا؟..................................

☆ کیا آپ نے مطالعہ کے دوران کوئی حل طلب بات دیکھی تو آپ نے اسے سمجھنے کیلئے اپنے کسی قریبی مفتی صاحبان یا علماء کرام سے رجوع کیا؟..................

☆ اگر آپ یہ مفید کتاب اپنے دوست احباب، مسجد لائبریری، سکول وکالج کیلئے بہترین تحفہ سمجھتے ہیں تو ان تک پہنچانے کیلئے آپ نے کیا کوشش کی؟

☆ کیا آپ اس کتاب کو دیگر رشتہ داروں تک پہنچا کر فریضہ تبلیغ ادا کر سکتے ہیں؟

جبکہ یہ کتاب آپ کی طرف سے بہترین ہدیہ ہوگا جسے آپ کی پُرخلوص محبت کی علامت سمجھا جائے گا اس سلسلہ میں آپ کیا کر سکتے ہیں؟..................

☆ اس کتاب کو پڑھ کر آپ نے کیا علمی واصلاحی فائدہ محسوس کیا؟..................

☆ کیا آپ اس کتاب کے مصنف/ مرتب/ ناشر اور تمام مؤمنین ومؤمنات کو اپنی

دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں؟..

دوران مطالعہ اگر کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو ذیل کے چارٹ میں تحریر کر کے ادارہ کے ایڈریس پر روانہ فرمادیں آپ کی یہ کاوش صدقہ جاریہ ثابت ہوگی۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	وضاحت

آپ کا ذاتی ایڈریس..

مطالعہ کی جانیوالی کتاب کا نام..

آپ کا رابطہ نمبر فون/موبائل..